توحید اخلاص

اور دور حاضر کے طاغوت

مترجم: ابو عبد الرحمن السلفی حفظہ اللہ

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ

البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچ کر رہو

فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ (الزمر:2)

پس آپ اللہ کی عبادت کیجئے اس حال میں کہ عبادت کو اسی کے لئے خالص کرنے والے ہو

توحید اخلاص

اور دور حاضر کے طاغوت

مترجم: ابو عبد الرحمن السلفی حفظہ اللہ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
Website: http://www.muwahhideen.tk
Email: info@muwahhideen.tk

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عبادت کسے کہتے ہیں اور عبادت میں اخلاص کا کیا معنی ہے نیز عصر حاضر میں اللہ الٰہ العالمین کے سوا کن نظاموں ،اشیاء واشخاص کی عبادت کی جاتی ہے۔طاغوت کا صحیح معنی و مفہوم کیا ہے اور اس دور میں کون کون سے طاغوت پوجے جارہے ہیں اور ان سے کس طرح خود کو بچایا جاسکتا ہے اس اعتبار سے یہ کتاب بلاشبہ ایک ایسی تحریر ہے جس کا بغور مطالعہ ہر مسلم موحد کے لئے بے حد ضروری ہے۔

الموحدین ویب سائٹ ٹیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قال اللہ تبارک وتعالیٰ:

﴿فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی لَا انۡفِصَامَ لَہَا وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (بقرہ:256)﴾

''پس جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو یقیناً اس نے ایسا مضبوط کڑا تھام لیا جو ٹوٹ نہیں سکتا اور اللہ اسے جاننے والا ہے۔''

''بے شک جو لوگ کتاب کی وہ باتیں چھپاتے ہیں جو اللہ نے نازل کیں اور اس (چھپانے یا جو چھپایا) کے عوض تھوڑی سی قیمت لے لیتے ہیں در حقیقت یہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور بروز قیامت اللہ ان سے نہ کلام کرے گا نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو اور مغفرت کے بدلے عذاب کو خرید لیا تو کس چیز نے انہیں آگ برداشت کرنے پر آمادہ کر لیا؟۔''

''یا اللہ تو گواہ رہ ہم نے بیان کر دیا، ہم نے بیان کر دیا (ہم نے چھپایا نہیں) پس ہم آگ برداشت کرنے پر آمادہ نہیں.......''

الموحدین ویب سائٹ ٹیم

انتساب!

الموحدین ویب سائٹ اس کتاب کا انتساب اسلام کے بطل جلیل امیر محترم فضیلۃ الشیخ مولانا فضل اللہ حفظہ اللہ امیر تحریک طالبان (مالاکنڈ) اور ان کے ساتھی مجاہدین حفظہم اللہ کے نام کرتی ہے اسلام کے ان عظیم سپوتوں نے کفر بالطاغوت اور ایمان باللہ کی جو عظیم مثال قائم کی ہے وہ بالخصوص تمام مجاہدین اسلام اور بالعموم تمام مسلمانوں کے لئے ایک عظیم مشعل راہ ہے ۔اسی روشن راہ پر چل کر اللہ پر ایمان کے تقاضے پورے کیے جاسکتے ہیں، اور دور حاضر کے طاغوتوں اور کافرانہ نظام سے بغاوت کی اس عظیم مثال کو قائم کیا جاسکتا ہے۔

(اللہم اجعلنا منہم۔ آمین)

*ڈاکومنٹ پرنٹ کرنے کے لئے ٹیبل کا کلر اپنے مطابق تبدیل کر لیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

ان الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا من سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادی له واشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له ونشهد ان محمدا عبده ورسوله۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ(آل عمران:102)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا(نساء:1)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا، يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه، فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا(احزاب:71)

امابعد!

فان اصدق الحديث كتاب الله وخيرالهدی هدی محمد ﷺ وشر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة فی النار.

انسان بلکہ تمام مخلوق کو عدم سے وجود بخشنے کا مقصد اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ(ذاریات:25)﴾”میں نے جن اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔“نیز فرمایا:﴿وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ(بینۃ:5)﴾”اورانہیں نہیں حکم دیا گیا مگر اس بات کا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ سب سے الگ ہو کر عبادت کو اسی کے لئے خالص کرنے والے ہوں۔“نیز فرمایا:﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ(روم:30)﴾”پس آپ سب سے الگ ہو کر اپنے چہرے کو دین(عبادت)کی طرف موڑ لیں یہی اللہ کی وہ فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ کی تخلیق میں چنداں تبدیلی نہیں ہے۔یہی مضبوط دین(ضابطہ حیات)ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

نیز صحیح حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:(کل مولود یولد علی الفطرۃ..... ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے.....(صحیح مسلم)

نیز حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(انی خلقت عبادی حنفاء کلھم وانھم اتتھم الشیاطین فاجتالتھم عن دینھم وحرمت علیھم ما أحللت لھم وامرتھم ان یشرکوا بی مالم انزل بہ سلطانا)"میں نے اپنے تمام بندوں کو حنیف (یکطرفہ یعنی مسلمان موحد شرک سے پاک) پیدا کیا تھا ان کے پاس شیاطین آئے اور انہوں نے انہیں ان کے دین سے گمراہ کر دیا اور جو میں نے ان کے لئے حلال کیا تھا انہوں نے ان پر اسے حرام کر دیا اور انہوں نے انہیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شریک بنائیں جس کی میں نے دلیل نہیں اتاری"۔(صحیح مسلم)

لہٰذا انسان اور جناتی شیاطین زمانہ قدیم سے اب تک لوگوں کو توحید خالص سے پھیرنے میں لگے ہوئے ہیں اور انہیں اللہ عزوجل کے علاوہ عبادت کی ترغیب دیتے ہیں۔ کبھی اللہ کے علاوہ کے لئے رکوع اور سجدہ کرنے کو لوگوں کے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہیں اور اگر ایسا کرنے میں ناکام رہیں تو ان کے سامنے غیر اللہ سے فریاد کرنے،اسے پکارنے اور اس سے مدد مانگنے کو خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہیں پھر اگر اس میں بھی ناکام ہوجائیں توکل (بھروسہ ،اعتماد)انابت(رجوع کرنا)اور خشیت(خوف،ڈر)میں شرک کرنے کو ان کے سامنے مزین کرکے پیش کرتے ہیں اور اگر اس میں ناکام رہیں تو اطاعت (فرمانبرداری، پیروی)اتباع(نقش قدم پر چلنا)اور انقیاد(بات کا ماننا)میں شرک کرنے کو ان کے سامنے مزین کرکے پیش کرتے ہیں اور اگر اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکیں تو تحاکم(حکم ماننا، فیصلہ کروانا)اختلاف کا فیصلہ چاہنا، تحلیل(حلال کرنا)اور تحریم(حرام کرنا)میں شرک کرکے غیر اللہ کی بندگی اور غلامی کرنے کو لوگوں کے سامنے بنا سجا کر پیش کرتے ہیں۔

اوپر بیان کردہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کا بھی یہی مقصد ہے یعنی شیاطین کا انسانوں کے لئے تحاکم، تحلیل اور تحریم میں شرک کرنے کو مزین کرکے پیش کرنا اور انہیں شرک کی لعنت میں گرفتار کروادینا۔ چنانچہ اللہ نے رسولوں کو بھیجا تا کہ ان کی حجتوں اور بہانوں کو ختم کیا جائے اور وہ توحید خالص کے ماننے والوں کو خوشخبریاں دیتے رہے اور کافروں اور مشرکوں کو ڈراتے رہے اور اکیلے اللہ کی عبادت اور اس کے علاوہ ہر ایک معبود کے ساتھ کفر کی دعوت دیتے رہے خواہ اللہ کے سواء وہ معبود کیسا ہی ہو۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (نحل:36)﴾"اور ہم نے یقیناً ہر امت میں رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو"۔ نیز فرمایا:﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (انبیاء:25)﴾"آپ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہم نے اس کی طرف وحی کی تھی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری عبادت کرو۔"نیز فرمایا:﴿وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (توبۃ:31)﴾"اور انہیں اسی بات کا حکم دیا گیا کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ان سے پاک ہے جنہیں وہ ان کا شریک بناتے ہیں"۔ ان حوالہ جات کی روشنی میں عبادت اور بندگی میں اللہ کو اکیلا ماننا اور طاغوت کے ساتھ کفر کرنا ہی تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کا اصل مقصد اور ٹارگٹ تھا اور کوئی بھی موڑ انہیں اس راہ سے موڑ نہ سکا نہ ہی کوئی مصروفیت انہیں اس سے مصروف کر سکی نہ انہوں نے اس پر کبھی کوئی سودے بازی کی نہ ہی وہ کبھی لے دے پر راضی ہوئے۔ بس دو میں سے ایک ہی صورت تھی یا تو محض اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی وعبادت کی جائے جو کہ ایمان ہے یا پھر طاغوت کی عبادت یا بندگی ہو خواہ عبادت کی مختلف انواع میں سے کسی ایک نوع میں ہی ہو جو کہ شرک وکفر اور دین حق سے دین طاغوت کی طرف پھر جانا ہے۔ اسی منہج توحید خالص کی بنیاد پر ہمیشہ تلواریں بے نیام کی جاتی رہیں۔ دعاۃ اور لشکروں کو روانہ کیا جاتا رہا اور دوستی اور دشمنی قائم کی جاتی رہی، اسی کی خاطر جنگ یا امن کے اعلان ہوتے رہے، خون بہائے گئے جانیں دی گئیں اور ہر قیمتی اور عمدہ شئے کو قربان کر دیا گیا۔

درحقیقت یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کا سب سے پہلے اور مکمل وضاحت وصراحت کے ساتھ اور قطعی فیصلہ کیا جانا چاہیئے کہ اس کائنات میں معبود حقیقی کون ہے؟ طاغوت خواہ کسی بھی طرح کا ہو یا پھر اللہ یکتا اور زبردست؟

ہمارے نزدیک تو یہ مسئلہ اس قدر اہم ہے جس سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی اگرچہ ساری زندگی کھپ جائے اور سارا زمانہ بیت جائے۔ نہ ہی اس سے اغماض برت کر اور کسی بھی اہم مسئلے میں مشغول نہیں ہوا جاسکتا خواہ وہ کتنا ہی اہم حتی کہ تمام انسانوں کو تمام انسانوں کی جانب سے اس حقیقی اور اصل سوال کا جواب دے دیا جائے کہ اس کائنات میں معبود برحق کون ہے؟

لیکن افسوس در افسوس کہ ہم نے اکثر مشاہدہ کیا ہے کہ دعوت ونصیحت اور مواعظ کا دل سے اور بادل نخواستہ کام کرنے والے لوگوں سے اہم قضیے اور معاملے کا قطعی فیصلہ کئے بغیر بلکہ اس اہم نکتے سے آغاز کئے بغیر ہی فروعی اور فقہی مسائل میں اور ایسے معاملات میں مشغول ہو جاتے ہیں جن سے طاغوتوں پر ذرہ برابر بھی فرق نہیں پڑتا۔ ان لوگوں کی محنتیں لوگوں کے دلوں میں

کیا بیج بوئیں گی جبکہ وہ اصل الاصول (تمام اصولوں کا سب سے بنیادی اصول یعنی توحید خالص) سے ہی جاہل اور نابلد رہیں جو کہ ایسی بنیاد ہے جس کے بغیر عمل کی عمارت قائم نہیں کی جاسکتی ان کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ایسا درخت لگانا چاہتا ہو جس کی جڑیں اور شاخیں اور پتے وسیع رقبے پر پھیلے ہوئے ہوں اور پھر شاخیں اور پتے تو بوتا ہے لیکن جڑوں کی پرواہ نہیں کرتا حالانکہ اس کے بغیر درخت کھڑا ہی نہیں ہو سکتا نہ ہی کوئی پھل دے سکتا ہے۔

اس کتاب کا عام مقصد یہی ہے کہ لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف متوجہ کیا جائے اور انہیں مختلف صورتوں اور شکلوں اور اقسام کے طاغوتوں کی عبادت سے بچایا جائے جو کہ ساری دنیا اور انسانوں میں فتنے پیدا کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا الوہیت کا دعویٰ کرتے ہیں اور دن رات بندوں کو بندوں کی عبادت میں لگائے ہوئے ہیں اگرچہ عبادت کی مختلف صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں ہی سہی۔

یااللہ! جبریل، میکائیل، اسرافیل کے رب آسمانوں اور زمین کے خالق غائب اور حاضر کو جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اس بارے میں فیصلہ فرماتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں تو ہماری اختلاف کئے گئے معاملے میں اپنے حکم سے حق کی طرف راہ نمائی فرما یقیناً جسے تو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف راہ دکھاتا ہے۔

وصلی اللہ علی محمد النبی الامی وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

الموحدین ویب سائٹ ٹیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چند ابتدائی اور ضروری باتیں

با قاعدہ بحث کرنے سے پہلے چند ابتدائی اور ضروری باتیں بیان کی جاتی ہیں تا کہ ہر شخص جان اور سمجھ لے کہ وہ اللہ وحدہ' لا شریک لہ کی عبادت کے کس مقام پر کھڑا ہے؟ اور اس کا تعلق کس دین سے ہے اور کون اس کا معبود اور الٰہ ہے جس کی وہ اطاعت کرتا ہے "اللہ" یا "طاغوت" وہ ابتدائی اور ضروری باتیں یہ ہیں:

① عبادت:

اس کا لغوی معنی ہے ذلیل ہونا، جھک جانا، اطاعت کرنا، دین بنانا/ماننا۔ وہ راستہ جس پر بہت زیادہ چلا جاتا ہو اور جسے بہت زیادہ روندا جاتا ہو اسے الطریق المعبد کہتے ہیں۔ (لسان العرب۔ القاموس المحیط)

اور شرعی اصطلاح میں عبادت ہر اس ظاہری اور باطنی قول و فعل کا نام ہے جس سے اللہ محبت کرتا ہو اور اس سے راضی ہوتا ہو۔ (العبودیۃ لابن تیمیۃ)

اور یہ اللہ تعالیٰ کی کمال درجے کی محبت کے ساتھ کمال درجے جھک جانے اور مان لینے اور قبول کر لینے کو متضمن ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کو عبادت میں اکیلا مان لینے کا لازمی تقاضا ہے کہ اسے عبادت کے تینوں ارکان میں اکیلا مان لیا جائے یعنی نسک (طریقہ، قربانی) اور تشریع (قانون سازی) اور ولایت (دوستی، تعلق) میں گویا معنی یہ ہوا کہ: اللہ کو نسک (طریقہ، قربانی) اور شعائر تعبدیہ (عبادت والے کام) میں اکیلا مان لینا اور اللہ کو حکم (فیصلہ) اور تشریع (قانون سازی) میں اکیلا مان لینا اور اللہ کو ولایت (دوستی، تعلق) میں اکیلا مان لینا عبادت ہے۔ لہٰذا جو اللہ سے محبت کئے بغیر اس کی اطاعت کرے اور اس کے لئے جھک جائے وہ منافق ہے جس کے دل میں بغض بھی ہو اور جو اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے لیکن بظاہر اس کی شریعت کی اطاعت نہ کرے اور اپنے آپ کو اس کے آگے جھکائے نہیں وہ زندیق کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران:31)﴾ "اے نبی کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے واقعی محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (یعنی اللہ سے محبت کا ایسا دعویٰ جو اس کی

اطاعت سے خالی ہو محبت کا جھوٹا دعویٰ ہے)ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"جو شخص طریقہ محمدیہ پر نہ ہو اور اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہو یہ آیت اس کے خلاف فیصلہ کررہی ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں اس وقت تک جھوٹا شمار ہوگا جب تک اپنے تمام اقوال وافعال میں شریعت محمدی اور دین نبوی کی اتباع نہ کرلے۔"(تفسیر ابن کثیر:1/366)

عبادت کی پیش کردہ تعریف سے واضح ہوتا ہے کہ عبادت انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور گوشوں پر مشتمل ہے چنانچہ ہر وہ قول اور ہر وہ عمل اور ہر وہ عقیدہ و نظریہ جس کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے وہ عبادت کی تعریف میں داخل ہے اور عبادت اس کا احاطہ کررہی ہے اور اس پر مشتمل ہے۔ لہٰذا جب کسی بندے سے اکیلے اللہ کی عبادت کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو اس سے عبادت کا یہی عام معنی مراد لیا جاتا ہے یعنی اکیلے اللہ تعالیٰ کی رکوع و سجود میں عبادت کرنا، روزوں اور حج اور نذروں اور قربانیوں میں اس کی عبادت کرنا، اور پسندیدگی وناپسندیدگی میں اور جہاد و قربانی میں اور خوف اور توکل میں اور دعا اور رجوع کرنے اور امید وآس لگانے میں اور اطاعت و جھک جانے میں اور اتباع وفیصلے اور فیصلہ چاہنے میں ایسے ہی شرعاً واجب اور مستحب اور مباح وغیرہ تمام امور میں اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنا۔ اس کی بہترین مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ذاریات:56)﴾"میں نے جن اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے"۔ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے انہیں عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور ایسے ہی اس نے ان کی طرف رسولوں کو بھیجا اور اپنی کتابیں نازل کیں تاکہ وہ اس کی عبادت کریں گویا عبادت ہی وہ اصل مقصد ہے جس کی خاطر انہیں پیدا کیا گیا۔"(بدائع التفاسیر لابن القیم:4/248)

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اس کی دلیل ہے فرمایا:﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (الانعام:163)﴾"اے نبی کہہ دیجئے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لئے ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے ماننے والا (مسلم) ہوں۔"

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ آپ انہیں بتادیں کہ میرے سارے افعال اور سارے احوال اکیلے اللہ ہی کے لئے ہیں نہ کہ اس کے علاوہ کسی اور کے لئے جس طرح کہ تم اس کے شریک بناتے ہو۔"(زاد المیسر:3/161)

لہٰذا جس طرح عبادتی طور محض اللہ کے لئے ہیں اسی طرح بقیہ زندگی اور اس کے مختلف حالات پہلو اور گوشے بھی سارے کے سارے اکیلے اللہ ہی کے لئے ہیں حتیٰ کہ موت کا بھی صرف اللہ کے لئے ہونا اور اللہ کی خاطر ہونا ضروری ہے نہ کہ وطن اور ملک کی خاطر نہ ہی ہمارے زمانے کے مختلف بتوں اور طاغوتوں کی خاطر (جنہوں نے لوگوں کو ان کے دین سے فتنوں میں مبتلا کر رکھا ہے) جن کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔

نیز دین اسلام میں عبادت صرف مخصوص افعال واعمال کا نام نہیں بلکہ ایک مسلمان کا ہر ہر لمحہ عبادت ہو سکتا ہے اس بات کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ(بینۃ:5)﴾ ”اور انہیں حکم نہیں دیا گیا مگر صرف اس بات کا کہ وہ اللہ کی عبادت کو اسی کے لئے خالص کرنے والے ہوں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی مضبوط دین ہے۔“ اس آیت میں عبادت کا حکم عام ہے اور زندگی کے تمام پہلوؤں اور گوشوں کو شامل ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عبادت کے خاص پہلوؤں یعنی نماز اور زکاۃ کا حکم دیا تا کہ اسلام میں ان کی اہمیت کو بیان کیا جائے۔

ایسے ہی نبی ﷺ نے فرمایا:(بنی الاسلام علی خمس ان یعبد اللہ ویکفر بما دونہ واقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ و حج البیت وصوم رمضان)”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اس بات پر کہ اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے سوا کے ساتھ کفر کیا جائے اور نماز کو قائم رکھنے پر اور زکاۃ ادا کرنے پر اور بیت اللہ کا حج کرنے پر اور رمضان کے روزے رکھنے پر ۔(مسلم)۔“ یہاں نماز اور زکاۃ اور حج اور روزے کا حکم اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مکرر (دوبارہ) حکم نہیں ہے بلکہ در حقیقت یہ ان فرائض کو عبادت کے عام پہلوؤں میں سے خاص طور پر ذکر کرنا ہے اور عبادت کے ان خاص پہلوؤں میں سے سب سے بنیادی فریضہ توحید ہے ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دلائل ہیں جو بتاتے ہیں کہ اسلام میں عبادت عام ہے اور صرف عبادت کے مخصوص طور طریقوں اور افعال واعمال کا نام نہیں ہے۔

لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس دین کی حقیقت پر گمراہی اور جہالت کے ایسے دبیز اور تاریک پردے پڑتے رہے جنہیں ایک طرف کفریہ سیکولرازم اور بے دینی گہرا اثر کرتی رہی تو دوسری جانب چند ٹکوں پر بکے ہوئے طاغوت کے مددگار اور وہ نام نہاد علماء انہیں مضبوط کرتے رہے جنہیں طاغوتی نظام علامہ، عالم، اور مولانا کے القابات سے نواز کر کیا بناتے رہے تا کہ وہ لوگوں

کو مسلسل گمراہ کئے رکھیں اور ان طاغوتی نظاموں اور حکومتوں کو جائز قرار دیتے رہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی شرعی حقیقتوں کے حقائق مسخ ہو کر رہ گئے اور مسخ شدہ حقائق میں سے (جنہیں گمراہ کرنے اور شبہات میں ڈالنے والے ہاتھ ہاتھوں ہاتھ لیتے رہے)ایک حقیقت ''عبادت'' بھی ہے جسے انہوں نے عبادت کے صرف ان مخصوص طور طریقوں اور اعمال وافعال میں محصور کر دیا جو صرف مسجدوں اور عبادت گاہوں اور خانقاہوں میں ادا کئے جاتے ہیں یہاں تک کہ عوام الناس کی اکثریت یہ سمجھنے لگی کہ عبادت فقط انہی طور طریقوں اور اعمال کا نام ہے اور اس کا الٹا اثر ان کے تصورات اور عقائد اور طرز زندگی پر یہ پڑا کہ وہ رکوع اور سجود میں تو اللہ کی عبادت کرنے لگے لیکن عبادت کے دیگر پہلوؤں میں غیر اللہ کو پوجنے لگے اور اپنے آپ کو شاہراہ حق پر گامزن سمجھتے رہے ۔اوراگر کوئی اس سوچ اور عمل پر انکار کرتا تو وہ اس کے انکار پر اعتراضات جڑتے اور حیران اور ششدر رہ جاتے اور کہتے کہ وہ سیاست کو بھی دین میں داخل کرنا چاہتے ہیں اور ایسے پہلوؤں کو بھی دین قرار دینا چاہتا ہے جو دین کے تابع نہیں ہیں دین الگ اور دنیا الگ ہے۔فالعیاذ باللہ

لہٰذا ہمارے لئے نہایت ضروری ہے کہ ہم لوگوں کو بتائیں کہ عبادت میں کیا کچھ داخل ہے اور کہاں تک بندے پر بندگی (عبادت)کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے خواہ وہ اس کا اقرار کرے یا انکار، اور اسے معلوم ہو کہ کیا وہ اکیلے اللہ کی عبادت واطاعت میں لگا ہوا ہے یا مخلوق کی عبادت واطاعت کر رہا ہے ؟ ﴿لِّيَهۡلِكَ مَنۡ هَلَكَ عَنۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحۡيٰى مَنۡ حَىَّ عَنۢ بَيِّنَةٍ (انفال:42)﴾ ''تاکہ ہلاک ہونے والا دلیل کی بنیاد پر تباہ ہو اور زندہ رہنے والا دلیل پر زندہ رہے۔''

عبادت کے مختلف پہلو

(۲) اطاعت:

واضح رہے کہ اطاعت بالذات اور مستقل اطاعت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے کیونکہ وہ معبود اور الٰہ ہونے کی بناء پر اس کا مستحق ہے اور وہ حق اور عدل کا ہی حکم دیتا ہے جبکہ اس کے سوا کی اطاعت بالذات اور مستقل نہیں خواہ وہ کوئی بھی ہو بلکہ اس کی اطاعت بالغیر (یعنی بغیر اللہ)اور غیر مستقل ہے اور ہر وہ مخلوق جس کی بالذات اور مستقل اطاعت کی جاتی ہے وہ الٰہ اور معبود کہلائے گا اور اس کی ایسی اطاعت بالذات اور مستقل اطاعت کرنے والا اس کا ہر اس معنی میں بندہ (عبد) کہلائے گا جو لفظ بندگی (عبودیت)سے مراد لیا جاسکتا ہو، اور لغت اور اصطلاح ہر اعتبار سے اس کے معنی میں داخل ہو گا۔ایسے ہی ہر وہ مخلوق جو اس طور پر اپنی اطاعت کا

حکم دے اس سے بھی مکمل طور پر اجتناب کیجئے کیونکہ وہ بہت بڑا طاغوت ہے اور اطاعت بالذات یا مستقل اطاعت کا یہ معنی ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے گی کیونکہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے اس بات کا مستحق ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اس کے لئے اس سے ظاہر ہونے والے احکامات کی کیفیت وصفت نہیں دیکھی جائے گی اور اگر اس طرح کی اطاعت کسی مخلوق کی جائے تو وہ عین شرک اور کفر بواح ہو گی اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ(یٰسٓ:60)﴾ ''اے آدم کی اولاد کیا میں نے تمہیں وعدہ نہیں دیا کہ تم شیطان کی عبادت (اطاعت) نہ کروگے کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔ یہاں شیطان کی عبادت سے اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے اس کی اطاعت مراد ہے شیطان نے لوگوں کے لئے شرک کو خوبصورت کر کے پیش کیا اور انہوں نے اس کی اطاعت کی پس یہی ان کی جانب سے شیطان کی عبادت کرنا ہے۔ (تفسیر طبری۔ زاد المیسر)

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ مِّنْ م بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ(محمد:28-25)﴾ ''بے شک جو لوگ اپنی پشتوں کے بل مرتد ہو گئے جبکہ ان کے سامنے ہدایت واضح تھی شیطان نے انہیں خوبصورت کر کے پیش کیا اور انہیں امیدیں دلائیں یہ اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جو اللہ کا نازل کردہ دین ناپسند کرتے تھے کہا کہ بعض باتوں میں ہم عنقریب تمہاری اطاعت کریں گے اور اللہ ان کے بھیدوں سے خوب واقف ہے''۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مرتد ہو گئے یعنی ایمان سے جدا ہو کر کفر کی طرف پلٹ آئے۔'' (تفسیر ابن کثیر: 4/193)

اور ان کے مرتد ہو جانے کی وجہ یہ بنی کہ انہوں نے اللہ کی نازل کردہ شریعت کو ناپسند کرنے والوں لوگوں سے یہ کہہ دیا کہ بعض معاملات میں ہم تمہاری اطاعت (جو کہ اس معنی میں اطاعت کا درجہ رکھتی ہے) کریں گے چنانچہ جب معاملہ اس خطرناک حد تک پہنچ گیا کہ اللہ کی شریعت کے مدمقابل کسی اور کی فقط چند باتوں کی اطاعت کرنا ارتداد کفر و شرک قرار پایا تو اللہ کی شریعت کی ناپسندیدگی کے مرحلے سے اللہ کی شریعت سے ظاہری دشمنی اور جنگ کے مرحلے کی طرف تجاوز کرنے والے کفار و مشرکین

(صلیبی، یہودی، ہندو وغیرہ) سے اس طرح کہنے والے (نام نہاد مسلمان حکمران وغیرہ) کہ ہم ہر ہر حکم میں تمہاری اطاعت کریں گے بلاشبہ یہ لوگ بالاولیٰ کافر، مرتد اور دین سے خارج ہوئے۔

☆ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ اِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓئِہِمۡ لِیُجَادِلُوۡکُمۡ ۚ وَ اِنۡ اَطَعۡتُمُوۡہُمۡ اِنَّکُمۡ لَمُشۡرِکُوۡنَ (الانعام: 121)﴾ "اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کی طرف سے وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو تم مشرک ہو گئے"۔ یعنی اگر مردار کھانے کو اللہ کے حرام کرنے کے باوجود حلال سمجھنے میں تم نے ان کی اطاعت کر لی تو تم بھی مومن رہنے کے بعد اب انہی کی طرح مشرک ہو جاؤ گے۔ (قاری کے لئے یہ جاننا مناسب ہو گا کہ مذموم اطاعت کی شرعاً دو قسمیں ہیں ایک صاحب اطاعت کو کافر قرار دیتی ہے اور دین سے خارج کر دیتی ہے۔ اور دوسری اسے دین سے خارج نہیں کرتی۔ جو اطاعت مکفر یعنی کافر بنا دینے والی اور دین سے خارج کر دینے والی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بندہ کسی مخلوق خواہ وہ کیسی ہی ہو اس کی ذات اور اس کے ذاتی مقام کی بناء پر اطاعت کا مستحق قرار دے اور اس کے حکم کی اس لئے اطاعت کی جائے کہ وہ حکم دینے اور منع کرنے کا مستحق ہو خواہ اس کا حکم یا نہی (روکنا، منع کرنا) حق کے مطابق ہو یا مخالف کو ایسی اطاعت اگر مخلوق کی جائے تو یہ مکفرہ ہے یعنی کافر بنا دیتی ہے کیونکہ اس سے مخلوق کو معبود کا درجہ دیا جا رہا ہے۔

ایسے ہی کفر و شرک میں کفار اور مشرکین کی اطاعت کرنا بھی اطاعت مکفرہ یعنی کافر بنا دینے والی اطاعت ہے مثلاً اگر وہ مسلمانوں کے خلاف اپنے آپ سے دوستی کرنے کا حکم دیں یا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہو اسے حلال کرنے کا حکم دیں یا اس کے علاوہ دیگر امور مکفرہ یعنی کافر بنا دینے والے کاموں کا حکم دیں تو اس سلسلے میں ان کی اطاعت کرنا کفر و شرک ہے اور ایسی اطاعت کرنے والا محض کفر و شرک میں ہی واقع ہونے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے نہ کہ فقط اطاعت کرنے سے البتہ اگر وہ مطاع یعنی جس کی اطاعت کی جائے کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ وہ اپنی ذات کی وجہ سے اطاعت کا حق رکھتا ہے تو اس صورت میں وہ صرف اطاعت کی وجہ سے ہی اور اس کے لئے اس صفت اور خاصیت کا اقرار کرنے کی وجہ سے ہی کافر ہو جائے گا۔ اور جو اطاعت غیر مکفرہ ہے یعنی کافر نہیں بناتی نہ ہی دین سے خارج کرتی ہے بلکہ اس سے بندہ فاسق اور عاصی (نافرمان) بن جاتا ہے اس سے مراد وہ اطاعت ہے جو پہلی قسم کی اطاعت سے مختلف ہو مثلاً ان نافرمانیوں اور گناہوں میں اطاعت کرنا جو کفر سے کم ہوں بشرطیکہ اس اطاعت کو نہ تو صرف حلال اور جائز سمجھا جائے نہ ہی ان گناہوں اور نافرمانیوں کو اچھا سمجھا جائے بصورت دیگر یہ اطاعت بھی مکفرہ یعنی کافر بنا دینے والی ہو گی۔

اس تفصیل کو جان لینے کے بعد غور کیجئے کہ ہمارے اس دور میں کتنے ہی ایسے لوگ ہی جو کفار ومشرکین (صلیبیوں، یہودیوں وغیرہ کفار) کی ذات کی اطاعت کرتے ہیں اور ان کی ذات کو ہی اطاعت کا مستحق قرار دیتے ہیں آپ دیکھیں گے کہ ہمارے معاشرے اسی طرح کے باطل معبودوں سے بھرے پڑے ہیں اور اکثر لوگ جانے انجانے میں اللہ کے سوا ان کی عبادت (اطاعت بالذات کررہے ہیں) اور کسی بھی شیئ کو اس وقت تک شرک نہیں کہا جاسکتا جب تک اس میں عبادت کا کوئی پہلو اور مخلوق کو معبود قرار دینا نہ ہو چنانچہ جہاں بھی شرک یا کفر کا ذکر ہو تو آپ سمجھ جائیں کہ وہاں عبادت کی کوئی قسم ہوگی یا اللہ عزوجل کے سوا مخلوق کو معبود قرار دیا جارہا ہوگا۔

اور یہاں (یعنی گذشتہ آیات میں) عبادت کا پہلو اور مخلوق کو معبود قرار دینے کا پہلو اس طرح ہے کہ مشرکین کی اطاعت ایک ایسی خاصیت میں کی گئی جو کہ محض اللہ عزوجل کی خاصیت ہے یعنی حلال کرنا (تحلیل)، حرام کرنا (تحریم)، اچھا قرار دینا (تحسین) یا برا قرار دینا (تقبیح) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (یوسف:40)﴾ "نہیں ہے حکم کرنا مگر صرف اللہ کے لئے اس نے حکم نے دیا ہے کہ تم عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی۔" نیز فرمایا: ﴿وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (کہف:26)﴾ "اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں بناتا۔" چنانچہ جو مخلوق (وہ کیسی ہی ہو اور جو بھی ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا خواہ وہ کوئی شخص ہو یا کوئی نظام ہو یا کوئی مجلس وغیرہ ہو) سے کہے کہ قانون سازی، حلال کرنا، حرام کرنا، اچھا قرار دینا، برا قرار دینا، آپ کی خاصیت ہے جسے آپ اچھا کہہ دیں وہ اچھا ہے اور جسے آپ برا کہہ دیں وہ برا ہے اور پہلے اور بعد میں حکم دینا آپ کی خاصیت ہے اور اس میں آپ کی اطاعت کرنا ہمارے ذمے آپ کا حق ہے. تو اس نے اسی طرح کا معبود قرار دے دیا جس طرح کا معبود فرعون خود کو سمجھتا اور اس مخلوق کے لئے اس کی شخص کی بندگی (عبودیت) ثابت ہو جاتی ہے (اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو روزہ رکھتا ہو اور مسلمان ہونے کا دعویدار ہو) اور اس نے اسے اللہ کی خصوصیات میں سے سب سے خاص خصوصیت میں اس کا شریک بنادیا۔

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "درحقیقت کوئی بھی شخص اسی کی عبادت کرتا ہے جس کے حکم کو وہ مانتا ہو اور جس کے لئے وہ جھکتا ہو اور جس کی وہ نافرمانی یا مخالفت کرتا ہو وہ اس کا عبادت کرنے والا شمار نہیں ہوتا اور اگر وہ اس کا عبادت گزار ہونے کا دعویٰ کرے تو اپنے دعوے میں جھوٹا شمار ہوتا ہے۔" (الاحکام:1/93)

میں کہتا ہوں: کہ اس کلام کو اطاعت مکفرہ اور اطاعت غیر مکفرہ کی اس تفصیل پر محمول کیا جائے جو ہم بیان کر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس موقف کو بہت ہی زیادہ اجاگر کررہا ہے فرمایا: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (توبۃ:31)﴾ "انہوں (یہود ونصاریٰ) نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوارب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا مگر صرف اس بات کا کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ان سے پاک ہے جنہیں وہ اس کا شریک بناتے ہیں۔"

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اگر کہا جائے کہ انہوں نے تو اپنے عالموں اور درویشوں کی عبادت نہیں کی تھی (یعنی ان کے لئے رکوع اور سجود نہیں کرتے تھے) تو ہم کہیں گے اس کا معنی ہے کہ انہوں نے اللہ کی نافرمانی میں ان کی اطاعت کی اور جو کچھ انہوں نے حلال کیا انہوں نے حلال کرلیا اور جسے انہوں نے حرام کہا اسے انہوں نے حرام کرلیا اس طرح انہوں نے ان عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا۔"

نیز عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میرے گلے میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی پس آپ نے مجھ سے فرمایا: "یاعدی اطرح هذا الوثن من عنقك۔ اے عدی اپنی گردن سے اس بت کو اتار دے"، میں نے اسے پھینک دیا پھر جب آپ سے نزدیک ہوا تو آپ پڑھ رہے تھے ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ "انہوں نے اپنے علماء اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوارب بنالیا" یہاں تک کہ اسکو پڑھ کر فارغ ہوئے تو میں نے کہا ہم ان کی عبادت نہیں کرتے تھے تو آپ نے فرمایا: "أليس يحرمون ما احل الله فتحرمونه ويحلون ما حرم الله فتستحلونه۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ وہ جسے اللہ نے حلال کہا ہو اسے حرام کہتے تو تم اسے حرام کرلیتے اور وہ جسے اللہ نے حرام کہا اسے حلال کہتے تو تم اسے حلال کرلیتے؟" انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا: "فتلك عبادتهم۔ یہی تو ان کی عبادت تھی"۔ (تفسیر بغوی: 3/285)۔ اور اگر وہ انہیں حکم دیتے کہ وہ ان کے لئے نمازیں پڑھیں اور روزہ رکھیں تو وہ کبھی بھی ان کی اطاعت نہ کرتے بلکہ انہیں سنگسار کردیتے کیونکہ اس طرح کے طریقے تو ظاہری عبادات ہیں عام لوگ بھی یہ جانتے ہیں چہ جائیکہ خاص لوگ نہ جانتے ہوں لیکن انہوں نے ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی اور اکثر لوگ اس طرح کی اطاعت میں موجود صفت عبودیت (بندگی) سے ناواقف ہوتے ہیں لہٰذا انہوں نے ان کی حرج نکالے بغیر اس طرح کی اطاعت کرکے ان کی عبادت شروع کردی۔

ابو البختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”وہ ان کے لئے نمازیں نہیں پڑھتے تھے اور اگر وہ انہیں حکم دیتے کہ وہ ان کی عبادت کریں (یعنی ان کے لئے رکوع و سجود کریں) تو وہ ان کی اطاعت نہ کرتے لیکن انہوں نے انہیں حکم دیئے اور جسے اللہ نے حلال کیا اسے انہوں نے اس کا حرام کردہ کہا اور جسے اللہ نے حرام کہا اسے انہوں نے اس کا حلال کردہ کہا تو انہوں نے ان کی اطاعت کی پس یہ ربوبیت (رب بنانا) ہوئی (الفتاویٰ لابن تیمیہ: 7/76) اور یہ ان کی عبادت ہوئی۔“

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جو شخص بھی رسول کے سوا کسی اور کی اطاعت کو اس کے ہر حکم اور ہر نہی (منع کردہ کاموں) میں واجب قرار دے اگرچہ اس کا حکم یا نہی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو تو اس نے اسے شریک بنالیا اور ایسا ہی کام کیا جو عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا لہٰذا یہی وہ شرک ہے جو اللہ کے اس فرمان میں ہے فرمایا: ﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنۡدَادًا یُّحِبُّوۡنَہُمۡ کَحُبِّ اللّٰہِ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرہ: 165)﴾ ”بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا شرکاء بناتے ہیں وہ ان سے اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں جبکہ جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی محبت میں زیادہ ہوتے ہیں۔“ (الفتاویٰ لابن تیمیہ: 10/267)

واضح رہے کہ رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت بالذات ہے کیونکہ انبیاء ورسل علیہم السلام اسی بات کا حکم دیتے ہیں جس کا حکم اللہ نے دیا ہو چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (من اطاعنی فقد اطاع اللہ) ”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی“۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ﴿مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ﴾ ”اور جس نے رسول کی اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی“۔ اس کے علاوہ قرآن کریم میں تیس سے زیادہ مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم آیا ہے۔ نیز فرمایا: جو مطالبہ کرے کہ اللہ کے سوا اس کی اطاعت کی جائے تو یہ فرعون کا حال تھا (یعنی ایسا شخص فرعون جیسا ہے کیونکہ اس نے مطالبہ کیا تھا کہ اللہ کے سوا اس اکیلے کی اطاعت کی جائے اور ہمارے زمانے میں اس طرح کے دعوے کرنے والے بہت سے فرعون ہیں) اور جو یہ مطالبہ کرے کہ اللہ کے ساتھ اس کی بھی اطاعت کی جائے تو یہ شخص لوگوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اللہ کے سوا ایسے شرکاء بنالیں جن سے وہ اللہ کے محبت جیسی محبت کریں جبکہ اللہ سبحانہ نے حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور دین بھی فقط اسی کا ہو اور اسی کی خاطر دوستی ہو اور اسی کی خاطر دشمنی ہو۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: 14/328)

اللہ سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ پر رحم کرے انہوں نے کہا: "بندوں میں سے جب کوئی بندہ یہ دعویٰ کرے کہ لوگوں کے ذمے اس کی ذات کی اطاعت کرنا اس کا حق ہے اور اسے ان کے متعلق شریعت سازی کرنے کا ذاتی حق ہے اور ایسے ہی اسے اقدار اور پیمانے مقرر کرنے کا ذاتی حق ہے تو یہ الوہیت کا دعویٰ ہے اگرچہ زبانی ایسا نہ کہے جس طرح فرعون نے کہا تھا کہ: ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (النازعات: 24)﴾ "میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں" اور اس کا اقرار کرنا اللہ کے ساتھ شرک و کفر اور زمین پر خطرناک ترین فساد مچانا ہے۔"

جو حلال کرنے یا حرام کرنے کا حق رکھتا ہے وہ صرف اللہ وحدہ ہے۔ کسی بشر کے لئے یہ حق نہیں ہے، نہ کسی فرد کے لئے، نہ کسی طبقے کے لئے، نہ کسی امت کے لئے، نہ ہی تمام انسانوں کے لئے، الا یہ کہ اللہ کی شریعت کے مطابق اللہ کی جانب سے اس کی کوئی دلیل موجود ہو۔ اور حلال کرنا یا حرام کرنا (یعنی منع نہ کرنا یا منع کرنا) ہی شریعت ہے، دین ہے تو جب حلال کرنے والا اللہ ہو تو لوگ اللہ کے دین میں ہیں اور اگر حرام کرنے والا یا حلال کرنے والا اللہ کے سوا اور کوئی بھی ہو تو لوگ اس صورت میں اس کا دین بنا رہے ہیں (یعنی اس کے دین پر ہیں اگر اسے اللہ کے علاوہ یا اللہ کے ساتھ قانون ساز کی حیثیت سے قبول کر رہے ہوں یا اس کے حلال کردہ یا حرام کردہ میں اس کی اتباع کرتے ہوں۔ سید رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کا یہی معنی مراد لیا جا سکتا ہے) اور اس صورت میں وہ اس کے دین میں ہوں گے نہ کہ اللہ کے دین میں اور اس طور پر یہ مسئلہ الوہیت اور اس کی خصوصیات کا مسئلہ ہے، دین اور اس کے مفہوم کا مسئلہ ہے، ایمان اور اس کی حدود کا مسئلہ ہے، مسلمانوں کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ زمین پر اس معاملہ میں کہاں ہیں؟ اس دین کے کس مقام پر ہیں؟ اسلام کے وہ کس مقام پر ہیں؟ اگرچہ وہ اپنے مسلمان ہونے کے دعوے پر ہمیشہ ہی مصر رہیں۔ (طریق الدعوۃ فی ظلال القرآن: 179-170/2)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے اطاعت کے معنی میں ایسی بہترین راہنمائی کی ہے جو بیمار نفوس کو خیانت کا موقع نہیں دیتی کہ وہ معنی اطاعت میں خیانت کر کے اپنے ظلم و سرکشی میں بڑھتے ہی چلے جائیں لہٰذا اسلام نے خالق سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت سے منع کیا ہے خواہ وہ مخلوق کیسی ہی ہو اور فقط معروف اور اللہ عزوجل کی اطاعت میں ہی اس کی اطاعت کو برقرار رکھا ہے بصورت دیگر نہ ہی اس کی بات سنی جائے گی نہ ہی اس کی اطاعت ہوگی جیسا کہ حدیث میں ہے فرمایا: (السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب وكره مالم يومر بمعصيته فاذا امر بمعصيته فلا سمع ولا طاعة) "مسلمان شخص پر سننا اور اطاعت کرنا خواہ پسند کرے یا ناپسند اس وقت تک ہے جب تک اسے نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے تو جب اسے نافرمانی کا حکم دیا جائے تو نہ سننا ہے نہ ہی

اطاعت کرنا ہے (بخاری۔ مسلم)۔" نیز فرمایا: (طاعة الامام حق على المرء المسلم مالم يومر بمعصيته الله عزوجل فاذا امر بمعصيتة الله فلا طاعة له) "مسلمان شخص پر امام کی اطاعت کرنا واجب ہے جب تک اسے اللہ عزوجل کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے پھر جب اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے پھر کوئی اطاعت نہیں ہے (مسند احمد)۔" نیز فرمایا: (سيلى امور كم بعدى رجال يطفئون السنة ويعلمون بالبدعة ويؤخرون الصلاة عن مواقيتها - فقلت: وهو عبدالله بن مسعود- يارسول الله ان ادركتهم كيف افعل قال: تسألنى يا ابن ام عبد كيف تفعل لا طاعة لمخلوق فى معصية الله) "عنقریب میرے بعد تمہارے معاملات کے ذمہ دار ایسے مرد بنیں گے جو سنت کو مٹائیں گے اور بدعت پر عمل کریں گے اور نماز دیر سے پڑھائیں گے (عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے کہا: یارسول اللہ اگر میں ان کا زمانہ پالوں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: اسے ام عبد کے بیٹے تو مجھ سے پوچھ رہا ہے کہ تو کیا کرے؟ اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہوتی (مسند احمد، جامع عبد الرزاق، صحیح)" نیز فرمایا: (من امركم من الولاة بمعصية فلا تطيعوه) "حکام میں سے جو تمہیں نافرمانی کا حکم دے تو تم اس کی اطاعت نہ کرو (مسند احمد وغیرہ)۔"

میں کہتا ہوں کہ: مندرجہ بالا احادیث میں امام کی اطاعت سے منع کرنے کا یہ معنی نہیں ہے کہ اس کے خلاف بغاوت کی جائے یا اس کی بالکل ہی اطاعت نہ کی جائے بلکہ فقط نافرمانی میں اس کی اطاعت نہ کی جائے البتہ اگر وہ ایسی نافرمانی کا حکم دے جو کافر بنا دیتی ہے اور دین سے خارج کر دیتی ہے تو اس صورت میں اس کی اطاعت کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے خلاف بغاوت کرنا اور جنگ کرنا واجب ہوجاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا (النساء: 141)﴾ "اور اللہ ہرگز کافروں کے لئے مومنوں پر کوئی راہ نہیں رکھے گا۔" نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (الا ان تروا كفرا بواحاً عندكم من الله فيه برهان) "(امام کی اطاعت ہر حال میں کرتے رہو) اِلّا یہ کہ تم ایسا واضح کفر دیکھو جس کے متعلق تمہارے پاس اللہ کی جانب سے کوئی دلیل ہو"۔ نیز فرمایا: (من ارتد عن دينه فاقتلوه) "جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے تم اسے قتل کر دو (صحیح بخاری۔ ابو داؤد۔ ترمذی)۔" حتی کہ ماں باپ کی بھی اطاعت جائز نہیں ہے جبکہ وہ اپنے اولاد کو اللہ عزوجل کی نافرمانی کا حکم دیں حالانکہ ان کا مقام و مرتبہ بہت ہی عظیم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (لقمان: 15)﴾ "اور اگر وہ تجھے اس بات پر بالجبر آمادہ کریں کہ تو میرے ساتھ اس شئے کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی اطاعت نہ کر۔"

۲ التحاکم (فیصلہ کروانا چاہنا):

عبادت کے معنی اور اس کے پہلوؤں میں تحاکم (یعنی فیصلہ کروانا یا چاہنا) بھی داخل ہے چنانچہ اگر بندہ اپنی عمومی اور خصوصی زندگی کے تمام تر پہلوؤں میں اللہ تعالیٰ کی شریعت (قانون، نظام) کا فیصلہ مانتا ہے تو وہ اللہ عزوجل کا بندہ ہے اور اگر اس کے علاوہ کسی کی بھی شریعت (قانون، نظام) کا فیصلہ چاہتا ہے اگرچہ زندگی کے پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو میں ہی ہو تو وہ اسی کا بندہ ہوا اور عبادت کے مختلف طریقوں میں سے ایک طریقے کی عبادت اس کے لئے کرنے والا ہوا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ فیصلہ کروانا، شریعت سازی یا قانون سازی اور اقدار اور پیمانے مقرر کرنا یہ الوہیت کی خاصیتوں میں ہے سب سے خاص خاصیت ہے اور جو اللہ کے سوا یا اللہ کے ساتھ اپنے لئے اس خاصیت کا دعویدار ہو تو گویا وہ عملی طور پر اپنے لئے الوہیت کا دعویدار ہے اور اپنے آپ کو اللہ عزوجل کا اس کی خصوصیات میں سے سب سے خاص خصوصیت میں شریک قرار دے رہا ہے چنانچہ جو اس کے لئے اس حق کو تسلیم کرے اور اللہ کے سوا یا اللہ کے ساتھ اس سے فیصلہ چاہے وہ اللہ کے سوا اس کی عبادت کرنے والا ہوا خواہ وہ زبانی اس کا اقرار بھی کرے یا نہ کرے اور خواہ اسے معلوم ہو یا نہ ہو۔

عمل تحاکم (یعنی فیصلہ کروانا یا فیصلہ چاہنا خواہ اختلاف کی صورت میں ہو یا اتفاق کی صورت میں) فیصلہ کروانے والے کی جانب سے فیصلہ کرنے والے کی عبادت ہے اس بات کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہم یہ ثابت کریں کہ "فیصلہ کرنا" اور "قانون و شریعت بنانا" الوہیت کی خصوصیات میں سے ایک خاصیت ہے بلکہ اللہ عزوجل کی خاصیات میں سے سب سے خاص خاصیت ہے جس میں اس کی مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کا شریک بنانا جائز نہیں ہے اور یہ کہ جو بھی مخلوق (خواہ وہ کیسی ہی ہو) اپنے لئے اس میں سے کسی بھی بات کی اپنے لئے دعویدار ہو وہ بالفاظ دیگر الوہیت کی دعویدار ہے اور اپنے آپ کو بندوں کا معبود اور اللہ عزوجل کی خصوصیات میں سے سب سے خاص خصوصیت میں اس کا شریک قرار دے رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ(یوسف:40)﴾ "نہیں ہے حکم (فیصلہ کرنا) مگر اللہ ہی کے لئے اس نے حکم دیا ہے کہ تم عبادت نہ کرو مگر اس کی یہی مضبوط دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔ عربی قواعد کے مطابق نفی کے بعد اثبات حصر اور قصر کا فائدہ دیتا ہے اس قاعدے کی روشنی میں معنی یہ ہوا کہ حکم (یعنی ایسی قانون سازی جو فیصلے کرنے حکم دینے اور منع کرنے پر مشتمل ہو) اللہ کے سوا اور کسی کے لئے

نہیں ہے۔اس کے بعد ایک اور نفی اور اس کے بعد اثبات ہے یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ کسی کی عبادت نہ کی جائے (یعنی عبادت کے پہلوؤں میں سے کسی بھی پہلو میں) مگر صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی۔

یہ آیت اس سلسلے میں نص کی حیثیت رکھتی ہے کہ "حکم" اللہ وحدہ کی ایسی خصوصیت ہے جس میں اس کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے اور مخلوق میں سے جو بھی اپنے لئے اس حق کا دعویٰ کرے گا گویا اس نے الوہیت (الٰہ ہونے) کا دعویٰ کرلیا اور اپنے آپ کو اللہ عزوجل کا شریک قرار دیا ایسے ہی جو بھی اس کے لئے اس حق کو ثابت کرے گا گویا اس نے اللہ عزوجل کے سوا اس کے لئے عبودیت (بندگی) کو ثابت کردیا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسے عبادت میں اس کا شریک قرار دیا۔امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ "نہیں ہے حکم مگر اللہ ہی کے لئے"یعنی نہیں ہے فیصلہ دینا اور حکم کرنا اور منع کرنا مگر اللہ ہی کے لئے ہے"۔(تفسیر بغوی:427/2)

سید قطب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"حکم نہیں ہوسکتا مگر اللہ ہی کے لئے یعنی حکم اللہ کی ذات تک محدود ہے کیونکہ وہ الٰہ واحد ہے کیونکہ حکم الوہیت کی خاصیتوں میں سے ہے جو اس سے اپنے حق کا دعویٰ کرے گویا اس نے اللہ سبحانہ سے اس کی الوہیت کی سب سے اہم خاصیت میں جھگڑا کیا خواہ اس حق کا دعویٰ کوئی فرد کرے یا طبقہ کرے یا کوئی پارٹی کرے یا کوئی ادارہ یا کوئی امت یا تمام انسان متحد ہوکر عالمی پیمانے پر کریں اور جو اللہ سے اس کی خصوصیات میں سے سب سے اہم خصوصیت کے متعلق جھگڑا کرے اور اس کا دعوے دار ہو اس نے اللہ کے ساتھ کفر بواح (واضح کفر جس کے کفر ہونے میں شک نہ ہو) کیا اس طرح کرکے اس کا کافر ہونا دین سے بالضرورۃ معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ صرف اسی ایک نص کے حکم سے ہے۔اور یہ ضروری نہیں کہ اس حق کا اپنے لئے دعویٰ کرنے والا صرف ایک ہی صورت میں دین پائیدار سے خارج ہوگا اور وہی ایک صورت اسے اللہ کی سب سے اہم خصوصیت میں اس سے جھگڑا کرنے والا بنائے گی کہ وہ اس طرح کہے کہ میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی اور معبود نہیں جانتا یا فرعون کی طرح اعلان کرے کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں بلکہ وہ فقط اللہ کے قانون کی حاکمیت ٹھکرا کر ہی اور کسی اور ذریعے سے قوانین لے کر اور محض یہ فیصلہ دے کر کہ قوانین کا ماخذ اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی اور ہے خواہ وہ ساری قوم یا ساری انسانیت ہی ہو وہ ایسا بن جائے گا یعنی الوہیت کا دعویٰ کرنے والا۔نیز اللہ تعالیٰ کے فرمان:﴿اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ "اس نے حکم دیا ہے کہ تم عبادت نہ کرو مگر اسی کی" کے متعلق فرماتے ہیں:"جب ہم نے عبادت کا معنی اس طور پر جان لیا (یعنی ایک اللہ کے لئے دین بنانا، اس کے لئے جھکنا اور صرف اس کے حکم پر چلنا) تو اب ہمیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ اللہ کے

حکم کے ساتھ خاص ہونا ہی کیوں بیان کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لئے کہ عبادت یعنی دین بنانا درست نہیں ہو سکتا جبکہ حکم کسی اور کا ہو۔ ہم ایک بار پھر خود کو اسی مقام پر پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے حکم میں جھگڑا کرنا جھگڑنے والے کو اللہ کے دین سے نکال دیتا ہے (اور شریعت کا یہ حکم بالضرورۃ معلوم ہے) کیونکہ ایسا کرنا اسے اللہ وحدہ کی عبادت سے نکال دیتا ہے اور یہی تو وہ شرک ہے جو شرک کرنے والے کو اللہ کے دین سے قطعی طور پر خارج کر دیتا ہے ایسے ہی ان لوگوں کو بھی جو جھگڑنے والے کے اس دعوے کا اقرار کرتے ہوں اور اطاعت کرکے اس کے لئے نئے نئے دین بناتے ہوں اور ان کے دل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سلطنت وحاکمیت اور اس کی خصوصیات کے اس غصب کو ناپسند نہ کرتے ہوں یہ سب کے سب اللہ کے میزان میں برابر سرابر ہیں (کیونکہ کسی کام پر راضی ہونے والا اسے کرنے والے کی طرح ہوتا ہے اور شرعی قاعدے کے مطابق کفر پر راضی ہونا کفر ہے) ﴿ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ "یہی مضبوط دین ہے" یہ تعبیر قصر کا فائدہ دیتی ہے چنانچہ سوائے اس دین کے جس میں اللہ تعالیٰ کو حکم کے ساتھ خاص کیا گیا ہو کیونکہ وہ عبادت کے ساتھ خاص ہے اور کوئی بھی دین پائیدار مضبوط نہیں ہے"۔(فی ظلال القرآن: 1991-1990/4)

③ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی دلیل ہے فرمایا: ﴿وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (کہف:26)﴾ "اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں بناتا ہے۔" امام طبری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ اپنے سوا اپنی مخلوق کے بارے میں فیصلہ دینے اور حکم بنانے میں کسی کو شریک نہیں بناتا بلکہ وہ ان کے متعلق فیصلہ دینے اور حکم بنانے میں اور اپنی مشیئت وشریعت میں ان کی تدبیر وتصریف (ایک حال سے دوسرے حال کی طرف پھیرنا) میں یکتا ہے"۔(تفسیر طبری: 8/212)

نیز امام شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اس کا معنی ہے کہ اللہ بزرگ وبرتر اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں بناتا بلکہ حکم کرنا اسی اکیلے بزرگ وبرتر کے لئے ہے اس کے علاوہ کے لئے قطعاً نہیں ہے چنانچہ حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اس نے حرام کیا اور دین وہ ہے جس کے ضابطے اس نے مقرر کئے اور فیصلہ وہ ہے جو اس نے دیا اور اللہ بزرگ وبرتر کے اس فرمان ﴿وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (کہف:26)﴾ "اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں بناتا" میں مذکور حکم اللہ بزرگ وبرتر کے ہر فیصلے کو شامل ہے اور سب سے پہلے اس میں شریعت سازی داخل ہوتی ہے۔ اور یہ آیت جس معنی پر مشتمل ہے کہ حکم صرف اللہ کے لئے ہے اس میں کوئی اس کا شریک نہیں یہ معنی دیگر آیات میں بھی واضح طور پر آیا ہے مثلاً فرمایا ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ "نہیں ہے حکم مگر اللہ ہی کے لئے اس نے حکم دیا ہے کہ تم عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی" نیز فرمایا: ﴿وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ (شوریٰ:10)﴾ "اور تم جس شئے میں بھی اختلاف کرو تو اس کا حکم اللہ کی

طرف لوٹادو"۔ نیز فرمایا:﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ(قصص:88)﴾"ہر شئے ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے اسی کے لئے حکم کرنااور اسی کی طرف تم لوٹ جاؤ گے۔"نیز فرمایا:﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ(مائدہ:50)﴾"کیا پس وہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور حکم کے اعتبار سے اللہ سے بڑھ کر اچھا یقین رکھنے والوں کے لئے کون ہو سکتا ہے"۔ نیز فرمایا:﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا(انعام:114)﴾"کیا پس اللہ کے علاوہ میں حاکم تلاش کروں حالانکہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف کتاب کو تفصیل کے ساتھ نازل کیا ہے"۔اس کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں"۔(اضواء البیان:4/82)

اللہ تعالیٰ حکم اور شریعت سازی میں یکتا ہے اور حکم اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے ہے جس میں وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی شریک نہیں کرتا اس بات کو مان لینے کا لازمی تقاضا ہے کہ بندوں میں سے جو بھی اللہ تعالیٰ کے سوا یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے لئے حکم کی صلاحیت کا دعویٰ کرے گویا اس نے الوہیت اور ربوبیت کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا اور خود کو بندوں کے لئے معبود کے طور پر پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرعون کے متعلق یہ فرمان اس مسئلے کو مزید اجاگر کرتا ہے۔ فرمایا:﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ(قصص:88)﴾"اے سرداروں کی جماعت میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی اور معبود نہیں جانتا"۔نیز ﴿فَحَشَرَ فَنَادٰى، فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى(نازعات:24)﴾"پس اس نے جمع کیا اور اعلان کیا پس اس نے کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں"۔ان آیات کے مطابق فرعون خود کو معبود اور رب کہتا تھا لیکن وہ اپنے اس دعوے سے یہ مراد نہیں لیتا تھا کہ وہ ایسا معبود ہے کہ جو پیدا کرتا ہے اور اس کائنات کا اختیار رکھتا ہے وہ تو ایک مچھر بلکہ اس سے بھی کمتر شئے تک کو پیدا کرنے سے عاجز تھا چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اسے اپنی لاٹھی کو دوڑتے ہوئے سانپ میں تبدیل کرکے دکھایا تو اس کے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ بچا کہ وہ جادوگروں اور شعبدہ بازوں کو طلب کرکے اپنی اور اپنی سلطنت کا دفاع کرے لیکن اللہ تعالیٰ کی زبردست آیات کے سامنے ان کی کیا چلتی۔

ثابت ہوا کہ وہ اپنے دعویٰ الوہیت وربوبیت سے یہ مراد لیتا تھا کہ اس کے سوا اور کوئی بھی حاکم یا قانون ساز یا قابل اطاعت نہیں ہے جس کی طرف لوگ اپنی زندگی کے پہلوؤں میں رجوع کریں اور اس کے سوا کسی اور سے رائے لیں۔اس کی یہ

مراد قرآن میں بیان کردہ اس قول سے واضح ہوتی ہے جب اس نے اپنی قوم اور اپنے لشکروں میں اعلان کیا تو ﴿قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَ مَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ(مومن:29)﴾ ''میں تو تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جو خود دیکھ رہا ہوں اور میں تمہیں بھلائی کی ہی راہ بتا رہا ہوں''۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنی رائے اور اپنا قانون چلاتا تھا اور اپنے سوا کسی اور کی رائے اور قانون کو نہیں مانتا تھا یہی اس کا دعویٰ الوہیت و ربوبیت تھا پھر جو اس پر اس سے راضی ہو گیا اور اس کی اتباع کرنے لگا وہ عبادت کے وسیع ترین معنی اور پہلو کے اعتبار سے اس کی عبادت اور اسے الٰہ ماننے میں شامل ہو گیا۔

لہٰذا جو مخلوق بھی (خواہ وہ کیسی ہی ہو وہ فرد ہو یا جماعت ہو، مجلس ہو یا پارٹی، گروہ ہو یا کچھ اور) جس زمانے میں بھی جس زمانے میں اپنے لئے حکم اور قانون سازی کی صلاحیت کا دعویٰ کرے گی اور یہ کہے کہ وہ قانون کا سرچشمہ ہے اور بندوں پر اس سلسلے میں اس کی اطاعت واتباع کرنا ضروری ہے تو اس نے اسی طرح کی الوہیت و ربوبیت کا دعویٰ کیا جو فرعون نے اپنے لئے کیا تھا اور اگر وہ فرعون کی طرح نہ کہے کہ ﴿مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِىْ. اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ ''میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا. میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں''۔

قرآن کی دیگر آیات میں بھی ہمیں یہی مفہوم ملتا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ م بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ(آل عمران:64)﴾ ''اے نبی (ﷺ) آپ کہہ دیں کہ اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان متفقہ ہے کہ ہم عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور ہم اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ ہی ہم ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب بنائیں پھر اگر وہ نہ مانیں تو تم کہہ دو کہ اس بات کے گواہ رہنا کہ ہم مسلمان (ماننے والے) ہیں''۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا''۔ نبی ﷺ نے ان کی مزعومہ (خود ساختہ) ربوبیت کی تفسیر یہ کی ہے کہ انہوں نے ان کے لئے شریعت سازی کی کہ انہوں نے اللہ کی جانب سے دلیل کے بغیر لوگوں کے لئے حلال اور حرام کرنا شروع کر دیا ایسے ہی لوگوں کی جانب سے ان کی اطاعت واتباع کو ہی آپ نے لوگوں کی جانب سے ان کی عبادت قرار دیا۔

④ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (نساء:60)﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف نازل کردہ اور آپ سے پہلے نازل کردہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ طاغوت کی طرف فیصلہ لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان انہیں بہت دور گمراہ کرنا چاہتا ہے''۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس میں نبی علیہ السلام سے ان لوگوں کی حالت پر تعجب کا اظہار کیا جارہا ہے جو اپنے لئے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ یعنی قرآن اور ان سے پہلے دیگر انبیاء پر نازل کردہ پر ایمان رکھتے ہیں پھر خود ہی اپنے اس دعوے کو مکمل طور پر باطل بھی کر دیتے ہیں اور ایسا ظاہر کرتے ہیں جیسے ان کا اس دعوے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے اس طرح کہ وہ طاغوت کی طرف فیصلہ لے جانا چاہتے ہیں (اللہ کی شریعت قانون کے سوا ہر قانون و شریعت طاغوت ہے جیسا کہ طاغوت کے متعلق تفصیلی گفتگو میں آئے گا ان شاء اللہ) حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان سے پہلوں پر نازل کردہ میں انہیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کفر کریں''۔(فتح القدیر:1/487)

نیز محمد ابراہیم آل شیخ فرماتے ہیں: ''کہ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ ''یزعمون'' وہ گمان کرتے ہیں'' ان کے دعویٰ ایمان کو جھوٹ ثابت کر رہا ہے کیونکہ کسی بندے کے دل میں ایمان اور نبی کے لائے ہوئے دین کے علاوہ کی طرف فیصلے کے لئے جانا قطعاً جمع نہیں ہو سکتا بلکہ ایمان دوسرے کی نفی کر دیتا ہے''۔(رسالہ تحکیم القوانین)

نیز ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مقدسہ کی تاکیدی قسم کھا کر مخلوق کے ایمان کی نفی کر دی ہے جب تک کہ وہ اپنے تمام تر اختلافات میں اس کے رسول کو حاکم نہ مان لیں خواہ وہ اختلافات اصولی ہوں یا فروعی ہوں ،احکام شریعت سے متعلق ہوں یا احکام آخرت و دیگر صفات سے متعلق اور پھر صرف اس تحکیم (یعنی رسول کو حاکم مان لینا) کے سبب ان کے لئے ایمان کو ثابت نہیں کیا حتی کہ ان سے حرج یعنی تنگدلی بھی ختم نہ ہو جائے اور ان کے دل آپ کے فیصلے کے لئے مکمل طور پر نہ کھل جائیں اور وسیع نہ ہو جائیں اور اسے مکمل طور پر قبول نہ کر لیں اور پھر اس پر بھی ان کے لئے ایمان کو ثابت نہیں کیا حتی کہ ان کے لئے اس حکم سے مکمل طور پر راضی ہو جانا اور اسے مکمل طور پر تسلیم کر لینا اور اس سے اختلاف نہ کرنا یا اس پر

اعتراض نہ کرنا بھی ثابت نہ ہو جائے"۔(التبیان فی اقسام القرآن:270)

اس کلام سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مراد ہے:﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء:65)﴾"آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہیں حتی کہ آپ کو اپنے آپس کے اختلافات میں حاکم مان لیں ثم آپ کے فیصلے سے دل میں تنگی نہ پائیں اور مکمل طور پر تسلیم کر لیں"۔

میں کہتا ہوں: جب کسی مومن کے لئے ایمان اس وقت تک ثابت ہی نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اللہ عزوجل کی شریعت کی طرف تحاکم (فیصلے کے لئے جانا) نہ کرے تو اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

1. اللہ تعالیٰ کی شریعت کی طرف فیصلے کے لئے جانا اس کی عبادت ہے کیونکہ یہ ایمان کے لئے شرط ہے اور کوئی بھی شئے اس وقت تک ایمان کی شرط نہیں بن سکتی جب تک کہ اس میں عبادت کا کوئی پہلو نہ ہو۔

2. اللہ تعالیٰ کی شریعت کی طرف فیصلے کے لئے نہ جانا ایمان کی نفی کر دیتا ہے اور یہ بات گزر چکی ہے کہ کسی مومن سے ایمان کی نفی کسی ایسے شرک کی وجہ سے ہی کی جاتی ہے جو مخلوق کی عبادت پر مشتمل ہو اگرچہ عبادت کی صورت ایک ہی ہو۔

لہٰذا یہ معلوم ہوا کہ تحاکم (یعنی فیصلے کے لئے جانا، فیصلہ کروانا، فیصلہ چاہنا) فیصلہ چاہنے اور فیصلہ کروانے والے کی جانب سے فیصلے دینے اور فیصلہ کرنے والے کی عبادت ہے لہٰذا جو اپنی زندگی کے عام یا خاص حالات میں صرف اللہ کی طرف فیصلے کے لئے جاتا ہے اور اسی سے فیصلہ چاہتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور جو اس کے علاوہ کی طرف خواہ وہ کوئی بھی ہو اور خواہ زندگی کے کسی معمولی سے پہلو میں وہ فیصلے کے لئے جاتا ہے یا اس سے فیصلہ چاہتا ہے تو وہ اسی کا بندہ ہوا۔

امام شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا۔ (کہف: 26)﴾ "اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں بناتا"۔ اور اس جیسے دیگر فرامین سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ کے بنائے ہوئے قانون کے علاوہ قانون سازی کرنے والوں کے احکامات کی اتباع کرنے والے اللہ کے ساتھ شریک بنانے والے ہیں اور یہ معنی دیگر آیات میں بھی واضح طور پر آیا ہے . اور اس کے واضح ترین دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ بزرگ وبرتر سورۃ النساء میں بیان کرتا ہے کہ جو اللہ کی

شریعت کے علاوہ کی طرف فیصلے کے لئے جانا چاہتے ہیں ان کے دعویٰ ایمان پر تعجب ہے اور اس تعجب کی وجہ یہ ہے کہ دعویٰ ایمان کے باوجود طاغوت کا فیصلہ چاہنا جھوٹ کی انتہاء ہے جس پر تعجب بھی کیا جاسکتا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا (نساء:60)﴾ "کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو گمان کرتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف نازل کردہ اور آپ سے پہلے نازل کردہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ طاغوت کی طرف فیصلے کے لئے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان انہیں بہت دور گمراہ کرنا چاہتا ہے"۔ان آفاقی نصوص (قرآنی دلائل) سے جو ہم نے ذکر کئے ہیں پوری طرح واضح ہو گیا کہ جو لوگ اللہ عزوجل کے اپنے رسولوں کی زبانی بنائے ہوئے قوانین کے برخلاف شیطان ملعون کے اپنے دوستوں کی زبانی بنائے ہوئے وضعی قوانین پر چلتے ہیں ان کے کفر وشرک میں صرف وہی شخص شک کرسکتا ہے جسے اللہ نے بصیرت سے اندھا اور نور وحی سے کورا کردیا ہو"۔(اضواء البیان:74-73/4)

ہمارے دور میں ایسے بہت سے لوگ ہیں ہم نے بعض ایسے علماء بھی دیکھے ہیں جو ان سرکشوں کو کافر قرار دینے میں توقف اختیار کرتے ہیں حالانکہ ان میں نواقض ایمان جمع ہوتے ہیں۔اس مسئلے کو جان لینے کے بعد آج کے اس دور میں اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کی حالت پر غور کرنے والا جان لے گا کہ اس دور میں اصل دین اسی طرح اجنبی ہو چکا ہے جس طرح اپنی ابتداء میں تھا ۔بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ حاکم اور قانون ساز طاغوت ہے اور جس شریعت (قانون) پر چلا رہا ہے وہ طاغوتی شریعت ہے اور لوگ برضا ورغبت اس کی طرف فیصلوں کے لئے جاتے ہیں اور اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہیں کرتے اس طرح وہ ان لوگوں میں شامل ہیں جو جانے انجانے میں طاغوتوں کی عبادت کرتے ہیں اس سب کے باجود وہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں روزے بھی رکھتے ہیں اور خود کو مسلمان سمجھتے ہیں.!!

﴿3﴾ محبت (پسندیدگی ،چاہت)اور کراہت (نفرت،ناپسندیدگی)یعنی (دوستی اور دشمنی):عبادت کے مفہوم میں محبت اور نفرت یعنی دوستی اور دشمنی بھی داخل ہے لہٰذا جس کی محبت ، نفرت دوستی اور دشمنی اللہ ہی کی خاطر ہو یعنی جس سے اللہ محبت کرتا ہے اس سے محبت کرتا ہے اور جس سے وہ نفرت کرتا ہے اس سے نفرت کرتا ہو اور جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست بناتا ہو اسے یہ بھی دوست بناتا ہو اور جو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہو یہ اس کا دشمن ہو اور جس سے اللہ بغض رکھتا ہو یہ بھی اس سے بغض

رکھتا ہو تو اس صورت میں وہ اللہ وحدہ کا بندہ ہے اس کا ایمان سلامت ہے اور جس کی محبت و نفرت، دوستی اور دشمنی کی بنیاد غیر اللہ ہو تو وہ اسی کا بندہ ہے (خواہ صورتیں مختلف ہوں) اور اس کی عبادت و تقدیس میں داخل ہے خواہ زبان سے مانے یا انکار کرے۔

صحیح حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: (من احب للہ وابغض للہ واعطیٰ للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان) "جو اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے نفرت کرے اور اللہ کی خاطر دے اور اللہ ہی کی خاطر منع کرے اس نے ایمان مکمل کر لیا"۔ (ابو داؤد)

نیز فرمایا: (اوثق عری الایمان الموالاۃ فی اللہ والمعاداۃ فی اللہ والحب فی اللہ والبغض فی اللہ عزوجل) "ایمان کی سب سے مضبوط کڑی اللہ کے لئے دوستی کرنا اور اللہ کے دشمنی کرنا اور اللہ کی خاطر محبت کرنا اور اللہ ہی کی خاطر نفرت کرنا ہے" (مسند احمد۔ صحیح) اور اس کا ایمان کی سب سے مضبوط کڑی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں عبودیت (بندگی) کے کامل اور اعلیٰ ترین درجے کو ثابت کیا جارہا ہے لہٰذا جو یہ سب کچھ غیر اللہ کے لئے کرے تو گویا اس نے عبودیت کے ان کامل ترین مراتب کو غیر اللہ کے ثابت کیا۔ اللہ کے سوا اور کسی کی ذات سے محبت نہیں کی جاسکتی اور اللہ کے سوا سے اللہ تعالیٰ ہی کی وجہ سے محبت کی جاسکتی ہے لیکن اسے اللہ کی ذات کی محبت میں شریک نہیں کیا جاسکتا اور ہر وہ مخلوق (وہ کیسی ہی ہو وہ کوئی انسان ہو یا کوئی مادی شئے ہو جیسے مٹی اور وطن یا معنوی شئے ہو جیسے وضعی قوانین، اور دستور اور نظام اور پارٹی وغیرہ بعض صورتوں میں) جس سے اس کی ذات کی وجہ سے محبت کی جاتی ہو یا اللہ کے ساتھ ساتھ اس سے بھی بالذات محبت کی جاتی ہو اس طرح کہ اسی کی خاطر دوستی اور دشمنی کی جائے خواہ یہ دوستی یا دشمنی درست ہو یا غلط، حق ہو یا باطل تو گویا اسے اللہ کا شریک بنالیا گیا یا اللہ کے سوا اس کی عبادت کی جانے لگی ہے۔

﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ:165) ﴾ "بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا شریک بنا رکھے ہیں جن سے وہ اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں وہ اللہ سے سب سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں"۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اللہ سبحانہ کے سوا تمام موجودات میں سے کسی کی بھی ذات سے محبت کرنا اور اس کی حمد بیان کرنا جائز نہیں ہے اس کائنات میں موجود ہر محبوب سے اس کے غیر کی وجہ سے محبت کرنا جائز ہے نہ کہ اس کی ذات کی وجہ سے اور اب اللہ تعالیٰ ہی وہ واحد ہستی ہے جس کی ذات سے محبت کرنا واجب ہے اور یہ اس کی الوہیت کے معانی میں سے ہے ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ

اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا(الانبیاء:22)﴾"اور اگر ان دونوں (زمین وآسمان) میں اللہ کے سوا بہت سے معبود ہوتے تو یہ دونوں تباہ ہو جاتے"۔ چنانچہ کسی بھی شئ کی ذات سے محبت کرنا شرک ہے کیونکہ اللہ کے سوا کسی کی بھی ذات سے محبت نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ اس کی الوہیتوں کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت ہے اللہ وحدہ کے سوا اور کوئی بھی اس کا مستحق نہیں ہے چنانچہ ہر محبوب جس سے اللہ کی خاطر محبت نہ کی جاتی ہو تو اس کی محبت فاسد ہے۔

لہٰذا جو رسول کے علاوہ کو اس کے ہر حکم اور ہر نہی (اگرچہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو) میں واجب الاطاعت قرار دے گا اس نے اسے شریک بنالیا اور وہی کام کیا جو عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا یہی تو وہ شرک ہے جو اپنے مرتکب کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مصداق بناتا ہے:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ(البقرۃ:165)﴾"بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا ایسے شرکاء بناتے ہیں جن سے وہ اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں حالانکہ ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں"۔(فتاویٰ ابن تیمیہ:607-267/10)

نیز ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"اللہ تعالیٰ نے ساری خلقت کو اپنی ایسی عبادت کے لئے پیدا کیا جو اس کی کمال محبت اور اس کے لئے جھک جانے اور اس کے حکم کو مان لینے سے لبریز ہو۔ لہٰذا عبادت کی بنیاد اللہ کی محبت ہے بلکہ اس اکیلے سے ہی محبت اور محبت ساری کی ساری اللہ ہی سے ہونی چاہیئے اس کے ساتھ کسی اور سے بھی محبت کرنی جائز نہیں ہے اور در حقیقت اس کے علاوہ سے بھی صرف اسی کی خاطر محبت کی جاسکتی ہے جیسے اس کے انبیاء ورسل اور اس کے فرشتوں اور دوستوں سے محبت کی جاتی ہے تو ہماری ان سے محبت اللہ ہی کی محبت کا تتمہ وتکملہ ہے نہ کہ انہیں اس کی محبت میں شریک کرنا ہے جیسے وہ شخص کرتا ہے جس نے اللہ کے سوا شرکاء مقرر کر رکھے ہوں جن سے وہ اللہ کی محبت جیسی محبت کرتا ہو"۔(مدارج السالکین:99/1)

﴿5﴾ محبت اور اطاعت واتباع کے شرک ہونے کی ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا جہنم میں موجود جہنمیوں کے متعلق یہ قول بھی ہے فرمایا:﴿قَالُوْا وَ هُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ، تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ، اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ(الشعراء:98-96)﴾"وہ جہنم میں آپس میں جھگڑتے ہوئے کہیں گے اللہ کی قسم بے شک ہم واضح گمراہی میں تھے جب ہم تمہیں رب العالمین کے برابر کرتے تھے"۔ ان پیروکاروں کا اپنے مرشدوں اور بڑوں کو رب العالمین کے برابر قرار دینا محبت واطاعت وفرمانبرداری میں تھا نہ کہ پیدا کرنے اور کائنات کے تصرف میں کیونکہ وہ تو ایک مکھی پیدا نہیں کرسکتے تھے چہ جائیکہ اس سے بڑھ کر کچھ پیدا کرتے۔ لیکن جب انہوں نے انہیں ان کی ذات کی محبت اور اطاعت کے ساتھ خاص کیا جو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے جائز نہیں تو یہ بری برابری

حاصل ہوئی اور اس سب سے بڑے شرک نے انہیں سب سے بڑے عذاب اور ضلالت وندامت میں مبتلا کر دیا، لیکن اب تو ندامت کا موقع نکل گیا۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یہ بات طے شدہ ہے کہ انہوں نے انہیں پیدا کرنے، رزق دینے، موت دینے، زندہ کرنے، بادشاہت وقدرت میں اللہ کے برابر نہیں قرار دیا تھا بلکہ ان سے محبت کرنے، ان کے لئے خود کو ذلیل کر لینے میں انہیں اللہ کے برابر کر دیا تھا جبکہ یہ ظلم اور جہالت کی انتہاء ہے کیونکہ مٹی کو رب الارباب اور غلام کو غلاموں کے مالک کے برابر کیوں قرار دیا جاسکتا ہے۔ نیز فرماتے ہیں: ان کا یہ برابر قرار دینا افعال وصفات میں نہیں تھا کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ وہ اللہ کے افعال وصفات میں اس کے شریک اور برابر ہیں بلکہ وہ انہیں محبت، عبودیت اور تعلیم میں اللہ کے برابر قرار دیتے تھے اور نہ ہی وہ انہیں اللہ کے اس سلسلے میں برابر قرار دیتے تھے کہ انہوں نے آسمانوں یا زمین یا خود انہیں اور ان کے باپ دادا کو پیدا کیا ہو بلکہ درحقیقت وہ انہیں محبت میں رب العالمین کے برابر قرار دیتے تھے ان سے اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے تھے اور عبادت کی حقیقت محبت اور ذلت (خود کو محبوب کے سامنے ذلیل کر دینا) ہے"۔ (بدائع التفاسیر لابن القیم: 329-328/3)

عصر حاضر میں اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کی حالت پر غور کرنے والا بخوبی جان لے گا کہ اس دور میں بہت سی چیزوں سے ان کی ذات کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے یعنی انہی کی بناء پر دوستی یا دشمنی کی جاتی ہے اور لوگ اس طرح جانے انجانے میں بڑی تیزی سے ان کی عبادت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

محبت کی علامات: ہر دعوے کی چند نشانیاں ہوتی ہیں جو اس دعوے کو سچا یا جھوٹا ثابت کرتی ہیں ایسے ہی دعویٔ محبت کی بھی چند علامات ہیں وہ نہ ہوں تو محبت ثابت نہیں ہوتی اور اگر وہ ہوں تو محبت بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ چند بنیادی نشانیاں درج ذیل ہیں:

- **اتباع واطاعت:** جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی لائی شریعت کی اتباع کرتا ہو اس کی اپنے رب اللہ سے محبت کامل ہے کیونکہ جوں جوں اتباع بڑھے گی محبت بھی قوی ہو گی ایسے ہی اس کے برعکس جوں جوں محبت بڑھے گی اتباع بھی مضبوط ہو گی چنانچہ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی دلیل اور اس کے لئے لازم ہے۔ اور جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی ظاہری اتباع سے بالکل ہی کورا ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہو گی کہ وہ اللہ عزوجل کی باطنی محبت سے بالکل ہی کورا ہے اور ایسا کسی کافر، زندیق سے ہی ممکن ہے اور جو بظاہر اتباع کے بغیر محبت کا دعویٰ کرتا ہو تو وہ کذاب ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان اس کے اس زعم اور گمان کی صریح تردید کرتا ہے

۔فرمایا:﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ(آل عمران:31)﴾"اے نبی کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے واقعی محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرتے رہو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا"۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"جو اللہ سے محبت کا دعوے دار ہو اور طریق محمدی پر نہ ہو یہ آیت اس کے دعوے کی قلعی کھول دیتی ہے بے شک وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے حتی کہ اپنے تمام اقوال وافعال میں شریعت محمدی اور دین محمدی کی اتباع کرلے"۔(تفسیر ابن کثیر:1/366)

نیز امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"اللہ سے محبت کا دعویٰ کرکے رسول کی اتباع نہ کرنے والا ہر شخص جھوٹا ہے اس کی محبت اللہ وحدہ سے نہیں ہے بلکہ اس کی یہ محبت شرکیہ محبت ہوگی کیونکہ در حقیقت وہ اپنی خواہش کی اتباع کرتا ہے جس طرح یہود ونصاریٰ نے اللہ سے محبت کا دعویٰ کیا اگر وہ محبت کے دعوے میں مخلص ہوتے تو ہر اس بات سے محبت کرتے جس سے اللہ محبت کرتا ہے اور رسول کی تابعداری کرتے لیکن جب انہوں نے اس چیز سے محبت کی جس سے اللہ نفرت کرتا ہے اس کے باوجود وہ اللہ سے محبت کے دعویدار ہوئے تو ان کی یہ محبت مشرکین کی محبت کی ہی ایک قسم ہوئی"۔(فتاویٰ ابن تیمیہ:8/360)

لہٰذا ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"چونکہ اللہ کی محبت در حقیقت اس کی عبودیت (بندگی) ہے لہٰذا یہ اسی وقت ثابت ہوگی جب اس کے حکم کی اتباع کی جائے اور اس کی نہی سے باز رہا جائے چنانچہ حکم کی اتباع اور نہی سے اجتناب کے وقت عبودیت ومحبت کی حقیقت ثابت ہوجائے گی اس لئے اللہ نے اپنے رسول کی اتباع کو محبت کی نشانی اور محبت کا دعویٰ کرنے والے کے لئے گواہی قرار دیا ہے۔ارشاد فرمایا:﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ(آل عمران:31)﴾"اے نبی کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے واقعی محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرتے رہو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا"۔اس میں رسول کی اتباع کو ان کی اللہ کی محبت کے لئے مشروط اور اللہ کی ان سے محبت کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے اور مشروط اپنی شرط کے بغیر پایا نہیں جاسکتا جب مشروط پایا جائے تو شرط بھی پائی جاتی ہے معلوم ہوا کہ جب اتباع نہ ہو تو محبت بھی نہ ہوگی ان کی اللہ سے محبت کا نہ ہونا لازم ہے کہ اس کے رسول کی اتباع بھی نہ ہو اور اتباع کا نہ ہونا اللہ کی ان سے محبت کے نہ ہونے کو لازم ہے چانچہ اس صورت میں ان کی اللہ سے محبت کا ثابت ہونا بھی ناممکن ہے ایسے ہی ان سے اللہ کی محبت اس کے رسول کی اتباع کے بغیر ناممکن ہے۔

(میں کہتا ہوں: محبت ایمان اور توحید کی شروط میں سے ایک شرط ہے جو فقط کافر اور مشرک سے ہی ممکن نہیں ہے۔)

یہ آیت یہ بھی بتاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور ان کے حکم کی اطاعت ہی اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے اور جب تک اللہ اور اس کا رسول بندے کو ان دو کے سوا ہر ایک سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائے عبودیت (بندگی) ثابت نہ ہوگی اس کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول سے بڑھ کر کوئی بھی شیئ محبوب نہیں ہونی چاہیئے اور جو نہی کوئی بھی شیئ اسے ان دونوں سے بڑھ کر محبوب ہو جائے گی تو یہ وہی شرک ہے جس کے مرتکب کو اللہ کبھی نہیں بخشے گا نہ اسے ہدایت دے گا فرمایا: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ(توبۃ:24)﴾ "اے نبی کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے رشتہ دار، مال جو تم نے کمائے، تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں پھر تم انتظار کرو حتی کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔ جو بھی ان میں کسی بھی اطاعت یا قول یا رضامندی یا خوف یا امید یا معاملے یا ان پر توکل کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت یا قول یا رضامندی یا خوف یا امید یا معاملے یا ان پر توکل پر مقدم کرے تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جنہیں اللہ اور اس کا رسول ان کے سوا ہر ایک سے بڑھ کر محبوب ہوتا ہے اور اگر اپنی زبان سے ایسا کچھ کہے تو وہ جھوٹا ہے اور حقیقت کے خلاف بک رہا ہے ایسے ہی جو کسی کے بھی حکم کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر مقدم کرے جس کا حکم اس نے مقدم کیا تو گویا وہ اسے اللہ اور اس کے رسول سے بڑھ کر محبوب ہوا"۔ (مدارج السالکین:100-99/1)

میں کہتا ہوں: اسی ذریعے سے ہی امت اور ان کی تقدیر پر مسلط حکام اور لوگوں کے سامنے ان کے حالات کو خوشنما بنا کر پیش کرنے والے درباری علماء کا پول بھی کھل جاتا ہے جو محض اپنی پارٹی کو خوش رکھنے کے لئے اور نفاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور پھر اس کا خلاف کرتے ہوئے امت کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں مشرقی یا مغربی سیاست کو نافذ کرتے ہیں اور اپنی قوم پر ان کے وضع کردہ کفریہ قوانین نافذ کے مطابق حکومت کرتے ہیں اور ان قوانین کو اللہ کے حکم پر مقدم کرتے ہیں۔

صحیح حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:(لا یؤمن عبد حتی اکون احب الیه من اهله وماله والناس اجمعین وفی روایة لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من ولده ووالده والناس اجمعین)"کوئی بندہ مومن نہیں حتی کہ میں اسے اس کے گھر والوں اوراس کے مال اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں ایک روایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں حتی کہ میں اسے اس کی اولاد اور اس کے والد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں"۔(صحیح مسلم)

اور یہ بات پہلے بھی بتائی جاچکی ہے کہ ایمان کی نفی اسی صورت میں کی جاتی ہے جب کوئی ایسا شرک پایا جائے جو غیر اللہ کی عبادت کی کسی نوع کو متضمن ہو۔

ابو سلیمان الخطابی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:"یعنی جب تک میری اطاعت میں خود کو کھپا نہ دے اور میری پسند کو اپنی خواہش پر ترجیح نہ دے اگرچہ ایسا کرنے میں تیری ہلاکت ہو اس وقت تک تیری مجھ سے محبت کی تصدیق نہیں کی جاسکتی"۔(صحیح مسلم:2/15)

اس معنی پر عصر حاضر میں اسلام کا دعویٰ کرنے والوں پر غور کریں نتیجہ یہی نکلے گا کہ اس دینی حقیقت اور زمینی حقیقت کے درمیان کتنا فرق ہے چنانچہ ہر نفس اپنے دین کا بچاؤ کرلے کیونکہ یہ بہت بڑی مصیبت ہے اور جو شخص مخصوص عبادات میں اللہ کی توحید پر کاربند ہو لیکن اپنی بقیہ زندگی میں اسے پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ طاغوت کا پجاری ہے تو وہ اس خوش فہمی میں نہ رہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے بچ جائے گا یا اس کا دین صحیح سالم ہے اور وہ سچا مسلمان ہے یا سفارش کرنے والوں کی سفارش کا مستحق بن جائے گا ہر گز نہیں ہزار بار ہر گز نہیں۔وہ مشرک ہے۔

② دین:

کوئی بھی شخص کس دین اور کس ملت کا ماننے والا اور پیروکار ہے یہ جاننے کے لئے لفظ دین کا معنی و مفہوم جاننا ضروری ہے اس کے بعد وہ صحیح معنوں میں جان سکے گا کہ وہ کس دین کا پیرو ہے اللہ کے دین و شریعت کا؟ یا اللہ کے علاوہ کے دین و شریعت کا؟

''لسان العرب''میں لفظ دین کا معنی الدّیان(قانون ساز، شریعت ساز، حاکم، قاضی، جج) کیا گیا ہے جو کہ اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ہے اور اس کا معنی ہے حاکم، قاضی، بعض سلف سے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ اس امت کے نبی کے بعد اس امت کے دیان تھے یعنی قاضی اور حاکم (یعنی اللہ کے حکم کے مطابق حکومت کرنے والے) ایسے ہی دیّان کا معنی قہار (زبردست، غالب) بھی ہے ایسے ہی قاضی اور حاکم بھی کیا گیا ہے یعنی وہ ذات جو لوگوں کو جھکا دے یعنی انہیں اپنی اطاعت پر مجبور کر دے کہا جاتا ہے دنتھم فدانوا یعنی میں نے انہیں جھکنے پر مجبور کر دیا سو وہ مان گئے۔

نیز علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا:(أرید من قریش کلمة تدین لهم بها العرب)''میں قریش سے صرف یہی ایک بات چاہتا ہوں جس کے ذریعے وہ سارے عرب کو اپنے سامنے جھکا سکتے ہیں''۔یعنی اپنا فرمانبردار بنا سکتے ہیں۔

نیز ''دِین''بدلے اور مکافات عمل کو بھی کہتے ہیں کہا جاتا ہے ''و دنته بفعله دینا''یعنی میں نے اس کے فعل کا بدلہ دیا اور ''یوم الدین''بدلے کے دن کو کہتے ہیں مثال مشہور ہے ''کماتدین تدان''یعنی جیسا کرے گا ویسا بھرے گا یعنی تجھے تیرے فعل کے مطابق بدلہ ملے گا۔اللہ تعالیٰ کے فرمان:﴿مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ(الفاتحۃ:4)﴾''مالک ہے بدلے کے دن کا''۔یعنی بدلے اور حساب کے دن کا ایسے ہی ''دین''اطاعت کو بھی کہتے ہیں کہا جاتا ہے ''دِنته و دنت له''یعنی میں اس کا مطیع ہو گیا۔ایسے ہی ''دین''عادات اور حالات کو بھی کہتے ہیں۔عرب کہتے ہیں ''ما زال دلك دینی و دیدَنی''یعنی میری ہمیشہ سے یہی عادت رہی ہے اور حدیث میں ہے :(الکیس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والاحمق من تتبع نفسه هواها وتمنی علی الله)''سمجھدار وہ ہے جو خود کو قابو میں رکھے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہش پر چلتا رہا اور اللہ سے امیدیں وابستہ کر لے''۔ابو عبید کہتے ہیں:''کہ ''دان نفسه''کا معنی ہے اسے جھکا دے اور غلام بنا لے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا محاسبہ کرے ایسے ہی اللہ کے لئے دین کا معنی ہے اس کی اطاعت کرنا اور اس کی بندگی کرنا یعنی اس کے لئے خود کو جھکا دینا قرآن میں ہے:﴿مَا كَانَ لِيَاۡخُذَ اَخَاهُ فِىۡ دِيۡنِ الۡمَلِكِ(یوسف:76)﴾''وہ بادشاہ کے دین میں اپنے بھائی کو ہرگز نہ لے سکتا تھا''۔قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:یعنی باشادہ کے قانون میں کہا جاتا ہے ''دِنته ادینه دینا''یعنی میں نے اس کی سیاست (تدبیر) کی ''دنته''یعنی میں اس کا مالک بنا ''ودیّنته''یعنی میں نے اسے مالکن بنایا''ودیننه القوم''یعنی میں ان کی سیاست) تدبیر کا سرپرست بنا''دنت الرجل''یعنی میں نے اسے ناپسندیدہ کام پر مجبور کر دیا۔

نیز "دین" کسی بھی شخص کے دین (مذہب، عقیدہ، نظریہ) کو بھی کہتے ہیں ایسے ہی "دین" سلطان (بادشاہ یا دلیل) کو بھی کہتے ہیں ایسے ہی "دین" ورع یعنی خوف اور بچاؤ کو بھی کہتے ہیں ایسے ہی "دین" قہر یعنی غلبے کو اور نافرمانی اور اطاعت کو بھی کہتے ہیں۔
خوارج کی حدیث میں ہے: (یمرقون من الدین کما مروق السھم من الرمیة) "وہ دین سے نکل جائیں گے جس طرح تیر اپنے اہداف سے پار ہو جاتا ہے"۔ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "دین سے اطاعت مراد ہے یعنی وہ امام کی اطاعت جو کہ فرض ہے سے نکل جائیں گے"۔ واللہ اعلم

نیز حج کی حدیث میں ہے: (کانت قریش ومن دان بدینھم) "تھے قریش اور وہ جو ان کے دین کو اپنا دین مانتے تھے یعنی ان کے دین میں ان کی موافقت واطاعت کرتے تھے"۔ (لسان العرب: 166 / 13)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "دین مصدر ہے اور مصدر فاعل یا مفعول کی طرف مضاف کیا جاتا ہے کہا جاتا ہے "دان فلان فلانا" یعنی اس نے اس کی اطاعت کی جیسا کہ کہا جاتا ہے "دانه" یعنی وہ اس کے لئے جھک گیا چنانچہ بندہ اللہ کا دین مانتا ہے کا معنی ہو گا اس کی عبادت اور اطاعت کرتا ہے جب لفظ دین کو لفظ عبد (بندہ) کی طرف اس لئے مضاف کیا جاتا ہے عبادت کرنے والا اور اطاعت کرنے والا وہی ہوتا ہے اور اللہ کی طرف اسے اس لئے مضاف کیا جاتا ہے کہ وہی ہے جس کی عبادت اور اطاعت کی جاتی ہے"۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: 158 / 15)

گذشتہ بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ دین کے خاص معنی میں حکم، قضاء اور قانون سازی ایسے ہی اطاعت واتباع وفرمانبرداری اور بلند وغالب کے آگے جھک جانا بھی ہیں چنانچہ جو اللہ کی اطاعت اس کے حکم اور قانون کی فرمانبرداری کرتا ہے اور اس کے نبی پر نازل کردہ شریعت پر چلتا ہو وہ اللہ کے دین اسلام میں داخل ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہے اور جو اللہ کی اطاعت نہیں کرتا نہ ہی اس کے حکم اور قانون پر چلتا ہے اور اس کے علاوہ کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے علاوہ کے ہی حکم و قانون پر چلتا ہے اگرچہ ایسا زندگی کے کسی ایک پہلو میں ہی کرتا ہو تو وہ گویا اسی کے دین میں داخل ہے اور اللہ کے سوا اسی کا عبادت گزار ہے اگرچہ بزعم خود اپنی زبان سے ہزار بار کہے کہ اس کا دین اسلام ہے اور وہ مسلمان ہے۔

اس کے چند دلائل پیش خدمت ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (انفال:39)﴾"اور تم ان سے قتال کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (شرک) نہ رہے اور دین (اطاعت و عبادت) سارا کا سارا صرف اللہ کے لئے ہو جائے"۔ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :"دین سے مراد اطاعت ہے سو جب کچھ اطاعت اللہ کی ہو اور کچھ غیر اللہ کی تو قتال واجب ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اطاعت اللہ ہی کی ہونے لگے"۔(فتاویٰ ابن تیمیہ:28/544)

غور کیجئے کہ شیخ الاسلام نے دین سے اطاعت مراد لی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ جو بھی شخص اپنی زندگی کے مختلف پہلو میں سے کسی بھی ایک پہلو میں غیر اللہ کی اطاعت کرے تو وہ اسی غیر اللہ کے دین پر ہوگا اور اس سے اس وقت تک قتال متعین ہو جائے گا جب تک کہ اطاعت مکمل طور پر اللہ کی نہ کی جانے لگے"۔ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:"اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ اطاعت اور عبادت مکمل طور پر محض اللہ ہی کے لئے کی جانی لگے نہ کہ اس کے علاوہ کے لئے نیز انہوں نے فتنہ سے شرک مراد لیا ہے"۔(تفسیر ابن جریر:6/245)

② اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ(النور:2)﴾"بدکار عورت اور بدکار مرد ان دونوں میں سے ہر ایک کو 100(سو)کوڑے مارو اوراللہ کے دین (قانون۔نظام) میں تمہیں ان دونوں پر ترس نہ آئے"۔

③ نیز فرمایا:﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ(التوبۃ:36)﴾"بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں اس دن سے بارہ ہے جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ان میں سے چار حرمت والے ہیں یہی پائیدار دین (ضابطہ) ہے"۔

④ نیز فرمایا:﴿كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ (یوسف:76)﴾"ایسے ہی ہم نے یوسف کو تدبیر سمجھائی وہ بادشاہ کے دین﴿قانون﴾میں اپنے بھائی کو نہیں لے سکتا تھا"۔

⑤ نیز فرمایا:﴿وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ(الانعام:137)﴾"بہت سے مشرکین کے لئے ان کے شرکاء نے اپنی اولاد کو قتل کر دینا خوشنما بنا دیا تاکہ انہیں وہ دھتکار دیں اور ان پر ان کا دین(ضابطہ حیات)خلط ملط کر دیں"۔

⑥ نیز فرمایا:﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ(شوری:21)﴾"کیا ان کے ایسے شرکاء ہیں جو ان کے لئے قانون سازی کرتے ہیں جس کی اللہ نے اجازت نہ دی ہو"۔

⑦ نیز فرمایا:﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ(الکافرون:6)﴾"تمہارے لئے تمہارا دین(طرز زندگی)اور میرے لئے میرا دین"۔

اس کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں۔ان تمام آیات میں دین سے قانون اور ضابطے اور شریعت اور وہ فکری اور عملی نظام مراد ہے جس کا انسان پابند ہوتا ہے چنانچہ اگر انسان کسی ایسے قانون یا نظام کا پابند ہے جو کہ اللہ کا ہے تو انسان بلاشبہ اللہ عزوجل کے دین میں ہے اور اگر وہ ضابطہ یا قانون کسی بادشاہ کا ہو تو انسان بادشاہ کے دین میں ہے اور اگر وہ قانون یا ضابطہ کسی عالم یا زاہد کا ہو تو وہ انہی کے دین میں ہے،ایسے ہی اگر وہ ضابطہ یا قانون کسی خاندان یا اکثر اقوام وغیرہ کا ہو تو وہ انہی کے دین میں داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَ لْيَدْعُ رَبَّهٗ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ(المومن:26)﴾"اور فرعون نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے رب کو پکار لے مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہارا دین نہ بدل دے یا زمین پر فساد برپا نہ کر دے"۔

قرآن میں وارد شدہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات کی تمام تفصیلات ملاحظہ کی جائیں تو کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ لفظ دین اس آیت میں صرف مذہبی طریقے یا کسی اسم کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اس سے ایک مکمل ریاست اور ریاستی نظام بھی مراد ہے فرعون کو اسی بات کا ندیشہ تھا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اپنی دعوت میں کامیاب ہو گئے تو ریاست تباہ ہو جائے گی اور فرعونوں کی حکومتوں اور قوانین پر مبنی سارا کا سارا نظام ڈھیر ہو جائے گا۔یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان ممالک میں رائج اور نافذ اور حکومت کرنے والے وضعی قوانین اور نظام دین ہیں اگرچہ انہیں دین کا نام نہ دیا جائے اور جو بھی ان سے خوش و مطمئن ہو اور ان کی

اور انہیں اپنانے اور ان کے مطابق فیصلہ کرنے اور انہیں نافذ کرنے والوں کی اتباع کرتا ہو وہ اللہ کے دین کے سوا طاغوت کے دین میں ہے اگرچہ اسلام کا دعویدار ہو اور اس کا نام بھی مسلمانوں والا ہو۔

نیز ہر وہ دین یا نظام یا دستور یا قانون اسلام کی بنیاد پر اور اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اتباع پر قائم نہ ہو تو وہ باطل دین ہے اور طاغوت ہے جس سے براءت کرنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکافرون میں فرمایا:﴿قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ، وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ، وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ، وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُد، لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ(کافرون:6-1)﴾"اے نبی کہہ دیجئے اے کافرو جس کی تم عبادت کرتے ہو میں اس کی عبادت نہیں کروں گا اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہو اور نہ ہی میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی تم عبادت کرتے ہو نہ ہی تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کررہاہوں تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین ہے"۔ نیز فرمایا:﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ(آل عمران:85)﴾"اور جو اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارے والوں میں سے ہوگا"۔

ایسے ہی یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کائنات میں موجود ہر شخص کا کوئی نہ کوئی دین اور معبود ضرور ہوتا ہے حتی کہ اس ملحد کا بھی جو اللہ کے وجود اور آسمانی ادیان کا منکر ہوتا ہے اس کا بھی ایک دین ہوتا ہے جسے وہ اپنی زندگی کے نظام کے طور پر اختیار کرتا ہے اور اس کے بھی کچھ ایسے معبود ہوتے ہیں جو اس کے لئے قوانین اور ضابطے مقرر کرتے ہیں جن پر وہ چلتا ہے اور ان کے بنانے والوں کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتا ہے اس طرح وہ شرعی و دینی پابندیوں کی قید سے آزادی کے زعم میں رہنے کے باوجود دین حق سے بھاگ کر باطل کو اختیار کرلیتا ہے اور فطرت انسانی کے مطابق حقیقی بندگی سے بھاگ کر غیر فطری اور غیر حقیقی اور باطل کی بندگی اختیار کرلیتا ہے۔ مثلاً وہ سیکولر جو تمام مذاہب کا منکر ہوتا ہے تو اس کا دین سیکولرازم ہوا جس کی بنیادیں اور نظریات اور فلسفہ وہ اس کائنات اور زندگی اور انسانی مزاج سے اخذ کرتا ہے ایسے ہی محبت واطاعت اور فرمانبرداری و جھک جانے کے اعتبار میں مختلف گروہوں مثلاً مارکس یا لینن یا اسٹالن وغیرہ سرکشوں کے اعتبار سے اس کے بہت سے معبود بھی ہوئے جن کی وہ عبادت کرتا ہے یہی حال اس شخص کا بھی ہوگا جو اللہ کے دین کے مدمقابل لادینیت یا اپنے ایجاد کردہ کسی نظریے کا مدعی ہو۔

۳ الٰہ (معبود):

حقیقی الٰہ صرف اللہ عزوجل ہے اور اس کے سوا جسے بھی معبود ٹھہرایا جائے وہ اسی کا الٰہ ہو گا جس نے اسے معبود ٹھہرایا الٰہ کی جمع آلھۃ آتی ہے۔ اور أألوھۃ عبادت کو کہتے ہیں۔ لفظ اللہ کی اصل بھی الاہ بروزن فِعال بمعنی مفعول ہے کیونکہ وہ مألوہ یعنی معبود ہے ایسے اللہ عزوجل کے اسم اللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ أَلِہَ یألَہ یعنی حیرانی کردینا سے ماخوذ ہے کیونکہ عقلیں اس کی عظمت پر انگشت بدنداں ہیں اور اَلِہ یالَہ أَلَھاً بھی اصل میں وَلِہ یَوْلَہ وَلَھاً تھا کہا جاتا ہے وقد الِھت علی فلان یعنی فلاں پر میری گھبراہٹ بہت بڑھ گئی ولھت کا بھی یہی معنی ہے ایسے ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ الۃ یالَہ الی کذا سے مشتق ہے یعنی اس کی طرف لجاجت کرنا کیونکہ ساری خلقت اللہ سبحانہ کی طرف ہر معاملہ میں لجاجت کرتی ہے یعنی پناہ پکڑتی ہے۔ اور التألُّہ عبادت یا عبادت کے طریقے کو کہتے ہیں اور التألیہ عبادت کرنے کو کہتے ہیں۔ (لسان العرب: 13/467)

ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”الٰہ اسے کہتے ہیں جس کی اطاعت کی جاتی ہو پس اس کے ڈر سے اور اس کی بزرگی ومحبت اور اس کے خوف اور امید کے پیش نظر اور اس پر توکل کرتے ہوئے اور اس سے مانگتے اور اسے پکارتے ہوئے اس کی نافرمانی نہ کی جاتی ہو اور یہ تمام معانی اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کو زیب نہیں دیتے تو جو الھیت کی ان خصوصیات میں سے کسی ایک مذکورہ خصوصیت میں مخلوق کو شریک کرے گا تو یہ اس کے قول لا الٰہ الا اللہ میں عیب شمار ہو گا اور ایسا کرنا مخلوق کی اسی قدر بندگی ہو گی جس قدر وہ شریک کرے“۔ (قرۃ العیون الموحدین: 25)

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کی عبادت کی جاتی ہو اگرچہ زندگی کے کسی ایک پہلو میں ہی ہو وہ عبادت کرنے والے کا الٰہ اور مالوہ ہو گا اور جو بھی الاھیت کی خصوصیات میں سے کسی ایک میں بھی غیر اللہ عزوجل کی عبادت میں داخل ہو گیا تو گویا اس نے اس غیر کے لئے الھیت کا اقرار کر لیا اور اسے اللہ کے ساتھ یا اللہ کے سوا الٰہ (معبود) بنالیا۔ آلھہ (معبودان باطلہ جنہیں لوگوں نے معبود سمجھا ہوا ہے) جنہوں نے بندوں کو ان کے دین میں فتنوں مبتلا کر رکھا ہے اور خود کو تمام ملکوں اور بندوں پر اس طرح مسلط کر رکھا ہے گویا وہ ایسے معبود ہیں جن کی عبادت اور اطاعت واجب ہے ان کے انکشاف سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی الھیت (معبودیت) کی ان خصوصیات سے واقف ہو جائیں جن میں مخلوق کو شریک کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے اس کے بعد ہم واقعی سمجھ سکیں گے کہ ہمارے اس دور میں کتنے ہی ایسے باطل معبود ہیں جو اپنے لئے ان خصوصیات کے دعویدار ہیں اور لوگوں کے ساتھ وہ اس انداز سے پیش آتے ہیں کہ وہ ان کے لئے اللہ کے سوا ان خصوصیات کے مستحق ہونے کا اعتراف کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی چند خصوصیات

① حکم صرف اور صرف اللہ ہی کے لئے ہے کیونکہ پیدا کرنا صرف اسی کے لئے ہے چنانچہ امر کرنا یعنی حکم کرنا صرف اسی کی خاصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ(الاعراف:54)﴾ ”خبردار اسی کے لئے ہے پیدا کرنا اور حکم کرنا بھی اسی کی خاصیت ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ (الانعام:57)﴾ ”نہیں ہے حکم کرنا مگر صرف اللہ کے لئے وہ حق بیان کرتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے والوں سب سے بہتر ہے“۔

نیز فرمایا:﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ ”نہیں ہے حکم کرنا مگر صرف اللہ کے لئے اس نے حکم دیا ہے کہ تم عبادت نہ کرو مگر خاص اسی کی“۔

نیز فرمایا:﴿اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ(الانعام:62)﴾ ”خبردار حکم کرنا اسی کے لئے خاص ہے اور وہ سب سے تیز حساب لینے والا ہے“۔

نیز فرمایا:﴿وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا۔ (کہف:26)﴾ ”اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں بناتا“۔

ان کے علاوہ اور بہت سی آیات اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں۔ لہٰذا مخلوق میں سے جو اس خاصیت کا اپنے لئے دعویدار ہو یعنی حکم کرنے کی خاصیت جو فقط اللہ کے لئے موقوف ہے گویا وہ اپنے لئے الوہیت کا دعویدار ہے اور ایسے ہمارے زمانے میں بہت سے ہیں اور جو اس کے لئے اس خاصیت کو ثابت کرے یا اقرار کرے گویا اس نے اس کے لئے الوہیت کو ثابت کر دیا یا اس کا اقرار کر لیا اور اسے اللہ کے سوا معبود بنالیا۔

② شریعت سازی (قانون سازی) حلال کرنا، حرام کرنا، اچھا قرار دینا، برابر قرار دینا یہ بھی اللہ کی الوہیت کی خاصیات میں سے ایک خاصیت ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایسی سب سے خاص خاصیت ہے جس میں اللہ عزوجل یکتا و تنہا ہے چنانچہ مخلوق میں سے جو

اپنے لئے اس خاصیت یعنی قانون سازی یا حلال کرنے یا حرام کرنے کی خاصیت کا دعویدار ہو گویا اس نے الوہیت کا دعویٰ کر دیا اور خود کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے دیا (اور ایسے لوگ ہمارے اس دور میں بہت سے ہیں جن کا تذکرہ ہم ان طاغوتوں کے متعلق گفتگو میں کریں گے جن کی ہمارے اس زمانے میں اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے) اور جو بھی اس کے لئے اس خاصیت کا اقرار کرے یا اس پر اس کی تابعداری کرے گویا اس نے اس کے لئے الوہیت کا اقرار کیا اور اس کو برضا و رغبت (دل سے) اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا الٰہ مان لیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (توبۃ:31)﴾ ”انہوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے علماء اور اپنے بزرگوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا اور عیسیٰ بن مریم کو حالانکہ انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا گیا کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ان سے پاک ہے جنہیں وہ اس کا شریک بناتے ہیں“۔ اس آیت کی تفسیر بیان کی جاچکی ہے اور ائمہ اور مفسرین کے اقوال پیش کرکے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ان کے علماء اور درویشوں نے اپنے لئے کس قسم کی ربوبیت اور الوہیت کا دعویٰ کیا تھا یعنی وہ اللہ کی جانب سے کسی دلیل کے بغیر ہی تحلیل، تحریم یعنی حلال کرنے اور حرام کرنے کی خاصیت کے دعویدار تھے اور ان کے لئے اس خصوصیت کا ان کے قابل اتباع حق کے طور پر اقرار کرنے والوں کا محض یہ اقرار ہی ان کی جانب سے ان کی عبادت قرار پائی۔

نیز فرمایا: ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللهُ (شوری:21)﴾ ”کیا ان کے ایسے شرکاء ہیں جو شریعت سازی کرتے ہیں ان کے لئے اس بات کو دین قرار دیتے ہیں جس کی اللہ نے اجازت نہ دی ہو“۔

نیز فرمایا: ﴿قُلْ اَرَاَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا قُلْ آٰللهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللهِ تَفْتَرُوْنَ (یونس:59)﴾ ”اے نبی کہہ دیجئے ذرا بتاؤ اس نے تمہارے لئے جو رزق اتارا پھر تم نے اس میں سے حرام حلال ٹھہرا لیا اے نبی آپ کہہ دیجئے کیا اللہ نے تمہیں اس بات کا حکم دیا یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو“۔

نیز فرمایا:﴿ وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ(النحل:116)﴾ ''اور کسی شئے کے لئے جھوٹ موٹ اس طرح نہ کیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ پر جھوٹ باندھ دو یقیناجو لوگ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے''۔

نیز حدیث میں آتا ہے کہ ایک دیہاتی نے نبی ﷺ سے کہا کہ:''میری حمد اچھی ہے اور میری مذمت بری چیز ہے تو آپ نے اس سے فرمایا:''ذاك الله'' یہ تو اللہ ہے۔''(مسند احمد۔ طبرانی۔ ترمذی۔ و قال حسن غریب)

یعنی یہ تیری خصوصیات ہیں نہ ہی تمام انسانیت کی اگرچہ وہ ایک مقام پر یکجا ہو جائیں درحقیقت یہ اکیلے اللہ تعالیٰ کی خصوصیات ہیں کیونکہ جسے تو اچھا اور بہتر کہتا ہو وہ بسا اوقات اللہ کے نزدیک برا اور بدتر ہوتا ہے اور جسے تو برا کہتا ہو وہ بسا اوقات اللہ کے نزدیک اچھا ہوتا ہے چنانچہ تمام اشیاء پر حکم کرنا اور حکم لگانا صرف اللہ کے لئے خاص ہے اور اس کی مخلوق میں سے کسی کے لئے جائز نہیں۔

③ اللہ کی الوہیت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اور کوئی بھی اس کے حکم کا تعاقب نہیں کر سکتا نہ ہی اپنے قول یا فہم کو اس پر مقدم کرنے کی جراءت کر سکتا ہے پس حکم کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے اور رسولوں کی ذمہ داری اسے آگے پہنچا دینا اور ہماری ذمہ داری اس سے راضی ہو کر اسے قبول کر لینا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ(المائدۃ:1)﴾ ''بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے''۔

نیز فرمایا:﴿ وَ اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ وَ هُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ(الرعد:41)﴾ ''اور اللہ حکم کرتا ہے اور کوئی اس کے حکم کا تعاقب نہیں کر سکتا اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے''۔

نیز فرمایا:﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لاَ مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ(احزاب:36)﴾"اور کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لئے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کے رسول نے فیصلہ دے دیا یہ کہ انہیں اختیار مل جائے"۔

نیز فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ(الحجرات:1)﴾"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو"۔ اللہ کے نبی سے آگے بڑھنا ہی اللہ سے آگے بڑھنا ہے کیونکہ نبی اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہے اور حق کے بغیر نہیں بولتا:﴿وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (النجم:3)﴾"اور وہ خواہش سے نہیں بولتا سوائے اس کے نہیں وہ وحی ہوتی جو کی جاتی ہے"۔ اور نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد ان سے آگے بڑھنے کی صورت یہ ہوگی کہ ان کی ثابت شدہ صحیح سنت کو امتیوں کے اقوال وافہام اور مختلف اقوام کے قدیم رسم ورواج یا ان کی عادات وقوانین کے ذریعے مسترد کر دیا جائے۔

نیز فرمایا:﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(النور:51)﴾"درحقیقت جب مومنوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس لئے بلایا جائے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے تو وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہیں"۔

ان آیات کے علاوہ بھی بہت سی آیات ہیں جن میں یہی مضمون ہے چنانچہ جو اپنے لئے اس خاصیت کا دعویدار ہو اور کہے کہ "میں جو چاہوں حکم کر سکتا ہوں اور کوئی بھی میرا تعاقب نہیں کر سکتا اور میری بات سے اوپر کسی کی بات یا اس کے فہم کو نہیں کیا جا سکتا تو گویا اس نے الوہیت کا دعویٰ کر دیا اور خود کو اللہ کا شریک قرار دے دیا اور وہ فرعون کی طرح ہو گیا جس نے کہا تھا:﴿مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَ مَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ(مومن:29)﴾"میں تو تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جو خود دیکھ رہا ہوں اور میں تمہیں بھلائی کی راہ بتا رہا ہوں"۔ اور ایسے ہی جو اس کے لئے اس خاصیت کا اقرار کرے گا تو بلاشبہ اس نے اس کے لئے الوہیت کا اقرار کر لیا اور اسے اللہ کے سوا اپنا معبود قرار دے دیا۔ ایسے ہی جو شخص اپنے لئے اس بات کا دعویٰ کرے کہ اسے اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر تعاقب اور اعتراض کا حق حاصل ہے جیسا کہ آج کل کفری جمہوری پارلیمنٹ میں ایسا ہی کیا جاتا ہے تو ایسا شخص اللہ عظیم کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔

④ الوہیت کی ایک اور خصوصیت جو صرف اللہ وحدہ ہی کو زیبا ہے یہ بھی ہے کہ اس سے اس کے فعل کے متعلق پوچھا نہیں جاسکتا جبکہ اس کے سوا ہر ایک سے پوچھا جاسکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَ هُمْ يُسْئَلُوْنَ(الانبیاء:23)﴾"جو وہ کرے اس سے اس کے متعلق پوچھا نہیں جاسکتا اور ان سے پوچھا جائے گا"۔ چنانچہ جو شخص اپنی ذات کے لئے اس خصوصیت کا دعویدار ہو اور کہتا ہو کہ اس سے اس کے کسی بھی فعل کے متعلق کچھ بھی پوچھا نہیں جاسکتا اور وہ مسئولیت سے بالاتر ہے تو اس نے اپنی ذات کے لئے الوہیت کا دعویٰ کر دیا اور خود کو اللہ کا شریک اور اس کا ہم مثل قرار دے دیا ۔جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (شوریٰ:11)﴾"اس کی مثل کچھ بھی نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے"۔ایسے ہی جو شخص بھی اس کے لئے اس خاصیت کا اقرار کرے گویا وہ اس کے معبود ہونے پر راضی ہے اور اس بات پر کہ وہ اللہ کے سوا اس کا رب ہے۔

⑤ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ محبوب لذاتہ ہے یعنی اس سے اس کی ذات کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے اور اس کے سوا ہر ایک سے صرف اللہ سبحانہ کی خاطر محبت کی جاتی ہے اس خاصیت کے دلائل بیان کئے جاچکے ہیں چنانچہ جو بھی مخلوق اپنی ذات کے لئے اس خاصیت کا دعویٰ کرے اور کہے کہ اس سے اس کی ذات کی بناء پر محبت کرنا اس کا حق ہے اس طرح کہ اس کی خاطر دوستی کی جائے اور اسی کی خاطر دشمنی کی جائے گی، گویا اس نے اپنی ذات کے لئے الوہیت کا دعویٰ کر دیا اور خود کو اللہ تعالیٰ کا ہم پلہ اور شریک قرار دے دیا نیز مخلوق میں سے جو بھی اس کے لئے اس خاصیت کا اقرار کرے تو اس نے اسے معبود بنالیا اور اس بات سے راضی ہو گیا کہ وہ اللہ کے سوا اس کا معبود ہو۔

⑥ اس کی الوہیت کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ مطاع لذاتہ ہے یعنی وہ اپنی ذات کی بناء پر اطاعت کا مستحق ہے جبکہ اس کے علاوہ اور کسی کی بھی اطاعت اس کی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاطر کی جاتی ہے کیونکہ خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے اس کے دلائل بھی گزر چکے ہیں چنانچہ جو دعویٰ کرے کہ اس کی اطاعت اس کی ذات کی بناء پر کی جائے تو گویا اس نے اللہ کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت کا اپنی ذات کے لئے دعویٰ کیا اور جو شخص اس کے لئے اس کا اعتراف کرے گویا اس نے اس کے لئے الوہیت کا اقرار کیا اور اسے اللہ کا شریک قرار دے دیا۔

⑦ اس کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ ہی ہے جو نفع دینے اور نقصان پہنچانے والا ہے (نافع۔ ضار) نفع دینا یا نقصان پہنچانا صرف اور صرف اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف پناہ نہیں دی جا سکتی ہے یعنی اس مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَ لَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ فَاِنۡ فَعَلۡتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيۡنَ، وَ اِنۡ يَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَ اِنۡ يُّرِدۡكَ بِخَيۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ يُصِيۡبُ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ (یونس: 107-106)﴾ "اور اللہ کے سوا مت پکار انہیں جو تجھے نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ تجھے نقصان پہنچاسکتے ہیں پھر بھی اگر تو نے ایسا کیا تو اس صورت میں تو یقینا ظالموں سے ہوگا اور اگر اللہ تجھے کوئی نقصان پہنچادے تو اسے اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تیرے لئے خیر چاہے تو کوئی بھی اس کا فضل ٹالنے والا نہیں ہے وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

نیز فرمایا:﴿قُلۡ اَنَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنۡفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا (الانعام: 71)﴾ "اے نبی کہہ دیجئے کیا ہم اللہ کے سوا ایسوں کو پکاریں جو ہمیں نہ فائدہ دے سکتے ہیں اور نہ ہی ہمیں نقصان پہنچاسکتے ہیں"۔

نیز فرمایا:﴿وَ يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمۡ وَ لَا يَنۡفَعُهُمۡ وَ يَقُوۡلُوۡنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰهِ قُلۡ اَتُنَبِّـُٔوۡنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعۡلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِى الۡاَرۡضِ سُبۡحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ (یونس: 18)﴾ "اور وہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچاسکتے ہیں اور نہ انہیں فائدہ دے سکتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں آپ کہہ دیجئے یا تم اللہ کو آسمانوں اور زمین کی وہ بات بتاتے ہو جو وہ جانتا نہیں (یعنی کیا تم اللہ کے علم میں عیب لگاتے ہو جبکہ وہ علیم بذات الصدور ہے) وہ ان سے بہت پاک اور بلند ہے جنہیں وہ ان کا شریک ٹھہراتے ہیں"۔

نیز فرمایا:﴿قُلۡ اَفَاتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ لَا يَمۡلِكُوۡنَ لِاَنۡفُسِهِمۡ نَفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا (الرعد: 16)﴾ "اے نبی کہہ دیجئے کیا تم نے اس کے سوا اولیاء کو اختیار کر لیا جو اپنی ذات کے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتے"۔

نیز فرمایا:﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ(الاعراف:188)﴾"اے نبی کہہ دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا ہوں مگر جو اللہ نے چاہا"۔ان کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں۔

حدیث میں ہے عبد اللہ بن عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پیچھے تھا کہ آپ نے فرمایا:﴿یا فتی الا اھب لك ، الا اعلمك كلمات ينفعك الله بهن احفظ الله يحفظك ، احفظ الله تجده امامك واذا سالت فسال الله واعلم بأن الخلائق لو ارادوك بشئ ، لم يردك الله به هم يقدروا عليه واعلم ان النصر مع الصبر ، وان الفرج مع الكرب وأن مع العسر يسرا﴾"اے نوجوان کیا میں تجھے کچھ دوں ،کیا میں تجھے ایسی باتیں سکھاؤں جس کے ذریعے اللہ تجھے فائدہ دے سکتا ہے تو اللہ کی حفاظت کر وہ تیری حفاظت کرے گا،تو اللہ کی حفاظت کر تو اسے اپنے سامنے پائے گا اور جب تو کچھ مانگے تو اللہ سے مانگ اور یقین رکھ کہ اگر ساری خلائق تجھ سے وہ چاہیں جو اللہ نے تجھ سے نہ چاہا ہو وہ اس کا اختیار نہیں رکھتے اور جان لے کہ مدد صبر کے ساتھ ہے اور کشادگی تکلیف کے ساتھ ہے اور تنگی کے ساتھ آسانی ہے"۔(اسے ابن ابی حاتم نے السنہ میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:"جو شخص فرشتوں اور انبیاء کو واسطے بنا کر انہیں پکارنے لگے اور ان پر بھروسہ کرنا اور ان سے فائدوں کے حصول اور نقصانات کو دور کرنے کا سوال کرنے لگے مثلاً ان سے گناہوں کی بخشش یا دلوں کی ہدایت،اور مشکلات کو ختم کرنے اور فاقوں کو بند کرنے کا سوال کرے تو تمام مسلمانوں کے اتفاق کے مطابق وہ کافر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ(آل عمران:80)﴾"اور وہ تمہیں اس بات کا حکم نہیں دیتا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو بھلا کیا وہ تمہیں تمہارے مسلمان ہو جانے کے بعد کفر کا حکم دے گا؟"۔اس آیت میں اللہ نے واضح کر دیا کہ فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانا کفر ہے"۔(فتاویٰ ابن تیمیہ:124/1)

خلاصہ بحث:

ہم کہتے ہیں کہ اللہ کی کچھ ایسی خصوصیات اور صفات ہیں جن میں اس کی مخلوق میں سے کسی کو اس کا شریک بنانا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (شوریٰ:11)﴾"اس کی مثل کچھ بھی نہیں ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے"۔

میں کہتا ہوں: کہ جو شخص اللہ کی خصوصیات میں سے کسی کا دعویدار ہو یا اس سے مشابہت اختیار کرتا ہو تو اس آیت سے ہی اس کے دعوے یا تشبیہ کو باطل قرار دیا جائے گا لیکن افسوس کہ اس آیت کا فقط مجسمہ پر رد کرنے کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقی الٰہ اور معبود ہے اور عبادت کی تمام اقسام اور پہلوؤں کو اس کے لئے خاص کرنا واجب ہے: ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ(الانعام:162)﴾ "اے نبی کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لئے خاص ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے"۔ نیز مخلوق میں سے جو بھی خواہ وہ کیسا ہی ہو ایسی خصوصیات یا صفات کا دعویٰ کرے جو اللہ وحدہ کے ساتھ خاص ہو تو گویا اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور خود کو اللہ کا اس کی خصوصیات میں شریک قرار دے دیا۔ ایسے ہی جو شخص بھی الوہیت کے اس دعویٰ کرنے والے کے حق میں اس خصوصیت اور اس کے دعوے کا اقرار کر کے اس پر عمل پیرا ہو جائے تو گویا اس نے برضا و خوشی اسے اللہ کے سوا اپنا الٰہ اور معبود مان لیا۔ ان تمام باتوں کو جان لینے کے بعد آپ کے لئے طاغوت کا معنی اور اس کی اقسام و صورتیں اور اس سلسلے میں آپ پر کیا واجب ہے یہ سب جاننا آپ کے لئے آسان ہو جائے گا اور یہی ہمارا اصل موضوع ہے چنانچہ:

طاغوت کے ساتھ کفر کرنا توحید اور ایمان کے صحیح ہونے کی شرط ہے

جان لیجئے کہ اسلام کا سب سے بڑا رکن جو تمام انبیاء لے کر آئے وہ صرف اور صرف اللہ وحدہ پر ایمان لانا اور طاغوت کے ساتھ کفر کرنا ہے اور یہی رسولوں اور رسالتوں کا مقصد بھی ہے اور بندے پر نماز، روزہ، اذکار، حج وغیرہ اطاعت کے کاموں سے پہلے ہی اس رکن کو قائم کرنا واجب ہو جاتا ہے چنانچہ طاغوت کے ساتھ کفر کئے بغیر ایمان صحیح (ثابت) نہیں ہوتا نہ ہی کوئی بھی عمل طاغوت کے ساتھ کفر کئے بغیر قبول کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کسی کی جان کو طاغوت کے ساتھ کفر کئے بغیر محفوظ قرار دیا جا سکتا ہے ۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ(النحل:36)﴾ "البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو پھر ان میں سے کچھ کو اللہ نے ہدایت دی اور ان میں کچھ پر گمراہی صادق آگئی"۔ چانچہ بلاشبہ تمام رسولوں کے نزدیک یہی کام سب سے زیادہ اہم تھا اور اس میں کسی بھی قسم کا استثناء نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ(بقرہ:256)﴾ "پس جس نے طاغوت کے ساتھ کفر کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو اس

نے یقیناً ایسے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو ٹوٹ نہیں سکتا اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے"۔اس آیت میں طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کو اللہ پر ایمان سے پہلے ذکر کیا گیا ہے اور اس طرز سے بہت باتیں ثابت ہوتی ہیں:

① طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کا مسئلہ معمولی نوعیت کا نہیں ہے بلکہ ایسا بنیادی اصول ہے جو کہ دیگر تمام اصولوں اور فروعات کی اصل اور بنیاد ہے۔

② ایمان سے پہلے طاغوت کے ساتھ کفر کرنا اور اگر ایمان کو طاغوت کے ساتھ کفر کرنے سے پہلے کر دیا جائے تو ایسا ایمان اس وقت تک بے فائدہ رہے گا جب تک کہ طاغوت کے کفر اور شرک سے علیحدگی نہ کی جائے۔

③ یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص کے دل میں اللہ پر ایمان اور طاغوت پر ایمان یہ دونوں یکجا ہو جائیں کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک پر ایمان دوسرے پر ایمان کی لازمی نفی کر دیتا ہے کیونکہ ایک دل میں ایمان اور کفر اکبر جمع نہیں ہو سکتے بلکہ یا تو اللہ پر ایسا ایمان ہو گا جس سے پہلے طاغوت کے ساتھ کفر بھی ہو یا پھر طاغوت پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہو گا اور ان دونوں کو کسی دل میں یکجا فرض کر لینا ایسے ہی ہے جیسے دو متضاد اشیاء کو ایک ہی وقت میں یکجا مان لینا۔اور العروۃ الوثقیٰ (مضبوط کڑا) کا معنی بعض علماء بیان کرتے ہیں کہ عروۃ وثقیٰ سے مراد ایمان ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اسلام مراد ہے اور بعض علماء لاالٰہ الا اللہ مراد لیتے ہیں یہ تمام معانی صحیح ہیں ایک دوسرے سے قریب ہیں اور ایک دوسرے کے منافی بھی نہیں ہیں۔(تفسیر ابن کثیر)

اس آیت کا تقاضا ہے کہ جو اللہ پر ایمان لے آئے لیکن طاغوت کے ساتھ کفر نہ کرے یا طاغوت کے ساتھ کفر تو کرے لیکن اللہ پر ایمان نہ لائے تو اس نے عروۃ وثقیٰ تھاما ہی نہیں نہ ہی لاالٰہ الا اللہ کی سچی گواہی دی صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(من قال لاالٰه الا الله وكفر بما يعبد من دونه حرم ماله و دمه وحسابه على الله)"جو لاالٰہ الا اللہ کہے اور اللہ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہو ان کے ساتھ کفر کرے اس کا مال اور اس کی جان محفوظ کر دی گئی اور اس کا حساب (دلی کیفیت) اللہ کے ذمے ہے۔(صحیح مسلم)

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ جو لا الہ الا اللہ کہتا ہو لیکن طاغوت کے ساتھ کفر نہ کرتا ہو اس کی مثال ایسی ہے جو ایک بات کہتا ہو اور اسی لمحے اس کی ضد کو بھی ثابت کرتا ہو یا کچھ کہتا بھی ہو اور نہ بھی کیونکہ لا الہ الا اللہ جانب نفی میں طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کو متضمن ہے تو جو طاغوت کے ساتھ کفر نہیں کرتا اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوئی جو کہتا ہو کہ لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) پھر اسی لمحے بزبان حال یا مقال یہ کہتا ہو کہ ''ھناک مع اللہ ''یعنی اللہ کے ساتھ ایک معبود اور بھی ہے اور ایسا شخص اپنے اس دعوے میں جھوٹا اور کذاب اور منافق اور زندیق اور اللہ کے دین کا مذاق اڑانے والا ہے۔ کذاب اس لئے کہ وہ ایک بات کرتا ہے پھر اس کی ضد کا بھی اقرار کرتا ہے تو ایک اعتبار سے وہ اللہ کے سوا تمام معبودوں کے ساتھ کفر کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے پھر وہ طاغوت پر بھی ایمان لا رہا ہے اور اللہ کے سوا اس کی عبادت بھی کر رہا ہے۔

اور منافق اس لئے کہ وہ ایک شئے اور اس شئے کی ضد دونوں کو جمع کر رہا ہے یعنی ایک اعتبار سے وہ اپنی زبان کے ذریعے توحید کا زعم رکھتا ہے پھر اس کے مد مقابل وہ کفر اور طاغوت کی عبادت کو بھی چھپائے ہوئے ہے۔

اور زندیق اس لئے ہے کہ وہ اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ وہ طاغوت کا عبادت گذار ہے اور جب اس کفر پر دلیل قائم کر دی جاتی ہے تو وہ فوراً ہی انکار کر بیٹھتا ہے اور رخ بدل کر کہتا ہے کہ وہ مسلمان ہے اور لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے۔

اور اللہ کے دین کا مذاق اڑانے والا اس طرح ہوا کہ وہ سینکڑوں مرتبہ توحید کا اعلان کرتا ہے اور ہر دفعہ اسے پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ وقت کے ساتھ ساتھ ایسے کام کرتا ہے جو توحید کا اعتبار ختم کر دیتے ہیں اور ایسا کرنے میں وہ بالکل بھی حرج محسوس نہیں کرتا تو اس سے بڑھ کر اللہ کے دین کو اور کس طرح کھیل بنایا جاسکتا ہے اور اس سے بڑھ کر اللہ کے دین کی کیا توہین ہو سکتی ہے۔

یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہیئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین ''توحید'' تھا اور توحید لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی معرفت اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کا نام ہے لیکن صد افسوس اکثر لوگ اس کلمہ کا حقیقی معنی نہیں جانتے اور اس کے تقاضوں کے خلاف عمل کرتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس کلمہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی خالق یا رازق وغیرہ نہیں ہے یعنی وہ فقط توحید ربوبیت کو اس کلمہ کی تفسیر سمجھ لیتے ہیں جبکہ توحید کی اس قسم کو اختیار کرنے والا اس وقت تک نجات نہیں پا سکتا نہ ہی دائرہ اسلام و ایمان میں داخل ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ حقیقی اسلام کو اختیار کر کے توحید الوہیت یعنی توحید عبادت کے ذریعے اپنے اسلام

کو محفوظ نہ بنالے۔ایسے ہی بعض اسی کلمہ کا ترجمہ اور معنی تک نہیں جانتے تو یہ بھی کافر ہیں کیونکہ وہ اس کے مطابق عقیدہ بنا ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اس کے ترجمے اور معنی سے آگاہ نہ ہو اور اس کے مطابق عقیدہ بنانے کی لازمی شرط یہ ہے کہ وہ اس کا علم رکھتا ہو اور اس کے معنی کو جانتا ہو کیونکہ جو شخص کسی شیئے سے جاہل ہوتا ہے یعنی اس کا علم نہیں رکھتا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس کے پاس وہ شیئے ہو ہی نہ۔

ایسے ہی بعض لوگ اس کا معنی تو جانتے ہیں لیکن اس کے تقاضوں کے مطابق عمل نہیں کرتے وہ لوگ بھی کافر ہیں کیونکہ توحید کے مطابق عمل کرنا صحت ایمان کے لئے شرط ہے اور توحید کی گواہی کے تقاضوں میں سے سب سے اہم عملی تقاضا شرک سے اور غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب کرتا ہے اور یہ لوگ ایسا نہیں کررہے اس لئے یہ کافر ہیں۔اور جو طاغوت کے ساتھ کفر نہیں کرتا تو نہ تو لا الٰہ الا اللہ اسے کچھ فائدہ دے گا نہ ہی دیگر تمام اعمال صالحہ جیسے نماز، روزہ، زکاۃ، حج وغیرہ کیونکہ وہ توحید کا اقرار کرتا ہے اور آن واحد میں توحید کو جھٹلا بھی دیتا ہے۔اور طاغوت اور اس کی تمام شکلوں اور رنگوں کے ساتھ کفر کرنے اور جس توحید کے لئے اللہ نے ہمیں پیدا کیا اس توحید کو ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم طاغوت کو جان لیں اور اپنے زمانے کے طاغوت کو پہچان لیں۔

④ الطاغوت

① فرمایا:﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ(بقرہ:256)﴾"اور جس نے طاغوت کے ساتھ کفر کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو اس نے ایسا مضبوط کڑا پکڑ لیا جو ٹوٹ نہیں سکتا اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے"۔(البقرہ:256)

② ﴿وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ (البقرۃ:257)﴾"اور ان لوگوں کے دوست جنہوں نے کفر کیا طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیروں میں لے جاتے ہیں"۔(البقرہ:257)

③ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا(النساء:51)﴾"کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا وہ جبت(جادو) اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر کیا کہتے ہیں یہ ایمان لانے والوں کی بنسبت زیادہ راہ یافتہ ہیں"۔

4﴿ ﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِهٖ ؕ وَيُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا(نساء:60)﴾ "کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو زعم رکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف نازل کردہ اور آپ سے پہلے نازل کردہ پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ طاغوت کے ہاں فیصلے کے لئے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں مبتلا کر دے"۔

5﴿ ﴿وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ الطَّاغُوۡتِ فَقَاتِلُوۡۤا اَوۡلِيَآءَ الشَّيۡطٰنِ(النساء:76)﴾ "اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں پس تم شیطان کے دوستوں سے لڑتے رہو"۔

6﴿ ﴿قُلۡ هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِكَ مَثُوۡبَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ مَنۡ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيۡهِ وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِيۡرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوۡتَ(المائدۃ:60)﴾ "اے نبی کہہ دیجئے کیا میں تمہیں حصے کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک اس سے بھی بدتر کے متعلق نہ بتاؤں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضبناک ہوا اور ان میں سے اس نے بندروں اور خنزیروں اور طاغوت کے عبادت گزار بنائے"۔

7﴿ ﴿وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ(النحل:36)﴾ "اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو"۔

8﴿ ﴿وَالَّذِيۡنَ اجۡتَنَبُوا الطَّاغُوۡتَ اَنۡ يَّعۡبُدُوۡهَا وَاَنَابُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الۡبُشۡرٰى ۚ فَبَشِّرۡ عِبَادِ(الزمر:17)﴾ "جو لوگ طاغوت سے یعنی ان کی عبادت کرنے سے بچے رہے اور اللہ کی طرف رجوع کرتے رہے ان کے لئے خوشخبری ہے پس آپ انہیں خوشخبری سنا دیں"۔

طاغوت کا لغوی معنی

یہ طغی یطغی طغیا و یطغو طغیاناً (سرکشی) سے ہے حد سے بڑھ جانا اور کفر میں غلو اور سرکشی اختیار کرنا اور نافرمانی میں حد سے بڑھ جانے والا طاغی یعنی سرکش ہوتا ہے کہتے ہیں: طغی الماء والبحر پانی اور سمندر کی سرکشی کی یعنی اس کی موجیں بپھر گئیں اور ہر

شئے جو اپنی حد سے بڑھ جائے اس نے سرکشی کی جیسا کہ پانی نے قوم نوح پر سرکشی کی اور جہنم نے قوم ثمود پر سرکشی کی اور طاغوت کا اطلاق واحد، جمع، مذکر اور مؤنث سب پر ہوتا ہے اس کا وزن فَعَلُوت ہے یہ دراصل طَغَيُوت تھا ي کو غ سے پہلے لا کر اسے فتح دیا گیا پھر ما قبل کے فتح کی مناسبت سے ي کو الف سے بدل دیا گیا طاغوت ہوا۔

طاغوت کی جمع طواغیت آتی ہے حدیث میں آتا ہے: (لا تحلفوا بآباء کم ولا بالطواغی) "تم اپنے باپ دادا کی قسمیں نہ کھاؤ نہ ہی طاغوتوں کی "۔ ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے: (ولا بالطواغیت) "اور نہ ہی طاغوتوں کی "۔ طواغی طاغیہ کی جمع ہے اور ان سے وہ بت وغیرہ مراد ہیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے کہا جاتا ہے "هي طاغية دوس وخثعم "یعنی وہ ان کا بت اور معبود ہے یہ بھی جائز ہے کہ طواغی سے انہیں مراد لیا جائے جنہوں نے کفر میں سرکشی کی اور وہ حد سے بڑھ گئے اور یہ ان کے بڑے لیڈر اور سردار تھے۔ (لسان العرب:15/ 7)

ابو اسحاق کہتے ہیں: "اللہ کے سوا ہر معبود جبت اور طاغوت ہے۔ یہ بات انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ﴾ "وہ جبت (جادو) اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں" کی بناء پر کہی ہے "۔

ازہری کہتے ہیں: "جبت اور طاغوت سے حيي بن اخطب اور کعب بن اشرف مراد ہیں۔ کہتے ہیں کہ: یہ بات اہل لغت کی تحقیق سے خارج نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ اگر ان دونوں کے حکم کی اتباع کی جاتی تھی تو وہ (لوگ) اللہ کے سوا ان کی اطاعت کرنے والے ہوئے "۔

شعبی، عطاء اور مجاہد کہتے ہیں: "جبت جادو ہے اور طاغوت شیطان اور کاہن اور گمراہی کا ہر سردار۔

کبھی یہ واحد آتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا﴾ "جو لوگ طاغوت یعنی اس کی عبادت سے بچے رہے "۔ اور کبھی جمع آتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ﴾ "اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست طاغوت ہیں "۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے طاغوت کو بطور جمع لا کر یہ بھی بتادیا کہ یہ اسم جنس ہے جیسا کہ اس فرمان میں لفظ

"الطفل" کو بطور جنس کے لایا گیا ہے فرمایا:﴿اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (النور:31)﴾"یا وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے آگاہ نہ ہوئے ہوں"۔

امام اخفش اللہ تعالیٰ کے فرمان:﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا﴾"اور جو لوگ طاغوت یعنی اس کی عبادت سے بچے رہے"۔ کی بنیاد پر کہتے ہیں: طاغوت بت بھی ہوتے ہیں اور جن اور انسان میں سے بھی"۔ (لسان العرب از ابن منظور)

واحدی نے کہا: "تمام اہل لغت کہتے ہیں کہ طاغوت سے ہر وہ شئے مراد ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہو"۔

امام نووی نے کہا: "لیث، ابوعبیدہ اور کسائی نے کہا طاغوت ہر وہ شئے ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہو"۔

جوہری نے کہا: "طاغوت شیطان اور گمراہی کے ہر بڑے کو کہتے ہیں"۔

طاغوت کی تعریف میں ائمہ سلف کے اقوال

① الشیطان: یہ قول صحیح بخاری میں عمر بن خطاب اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اس روایت کو حافظ ابن کثیر اللہ تعالیٰ کے فرمان:﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ......الآية﴾"پس جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے."۔ نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: "یہ قول بہت ہی قوی ہے اور اہل جاہلیت جن بتوں (جو کہ طاغوت عبادت تھے) کی عبادت کرتے یا جن کی طرف فیصلے کے لئے جاتے (جو کہ قانون سازی اور فیصلے کے طاغوت تھے) یا جن سے مدد مانگتے (جو کہ ولایت کے طاغوت تھے) ان سب کو شامل ہے۔ مجاہد کہتے ہیں اس سے وہ شیطان مراد ہے جو انسانی صورت میں ہو پس لوگ اس کی طرف فیصلے کے لئے جاتے اور وہ ان کے فیصلے کرتا"۔ (قوسین کے درمیان مؤلف کا کلام ہے نہ ابن کثیر کا)

② اللہ کے سوا ہر معبود: یہ امام مالک اور جمہور اہل لغت کا قول ہے۔

③ کہّان: (جمع کاہن غیب کی خبر دینے کا دعویٰ کرنے والا) یہ عبد اللہ بن عمر اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔ ابن جریج کہتے ہیں: اس سے وہ کاہن مراد ہیں جن پر شیطان اترتے اور ان کے دلوں اور زبانوں پر وسوسے کرتے۔

نیز فرماتے ہیں: مجھے ابو الزبیر نے نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بتایا کہ میں نے انہیں سنا ان سے ان طاغوتوں کے متعلق پوچھا گیا جن کی طرف لوگ فیصلے کے لئے جاتے تھے تو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ایک جہینہ میں تھا اور ایک اسلم میں تھا اور ہر قبیلے میں ایک تھا اس سے مراد کاہن ہیں جن پر شیاطین اترتے تھے۔

④ جادوگر: یہ ابو العالیہ اور سعید بن جبیر کا قول ہے۔

⑤ بت: یہ عکرمہ، ضحاک اور سدی کا قول ہے۔

⑥ بتوں کے ترجمان (پروہت، گدی نشین وغیرہ): عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جبت سے مراد بت ہیں اور طاغوت سے مراد وہ لوگ ہیں جو بتوں کے آگے ہوا کرتے تھے اور ان کی جانب سے جھوٹی تعبیر کیا کرتے تھے تاکہ لوگوں کو گمراہ کریں۔

⑦ علماءِ یہود: سلف صالحین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ طاغوت سے یہودیوں کے وہ علماء مراد ہیں جن کی طرف اپنے مقدمات اور اختلافات میں فیصلوں کے لئے جاتے تھے اور وہ ان کے فیصلے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اور طاغوت اس سے یہود کا ایک شخص مراد ہے جسے کعب بن اشرف کہا جاتا تھا اور جب انہیں اللہ کے نازل کردہ اور اللہ کے رسول کے پاس بلایا جاتا تاکہ وہ ان کے فیصلے کریں تو وہ کہتے: اس کے بجائے ہم کعب بن اشرف کے پاس فیصلے کے لئے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ﴾ نیز ضحاک، ربیع بن انس اور مجاہد سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ (ماخوذ از تفسیر در منثور للسیوطی، تفسیر جامع البیان للطبری، تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر)

طاغوت کی تعریف میں جامع ترین قول ان کا ہے جو اس سے شیطان مراد لیتے ہیں (اور یہ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور جمہور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے) ایسے ہی جو اس سے اللہ کے سوا ہر معبود مراد لیتے ہیں (اور یہ امام مالک اور جمہور علماء لغت کا قول ہے) ان دو اقوال کے سوا تمام اقوال انہیں دو قولوں کی فروعات ہیں۔ اور یہ ان دو اقوال کی بنیاد ایک ہی ہے اور اس کا بھی ایک ظاہر اور ایک حقیقت ہے جو ظاہر کا اعتبار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ: طاغوت اللہ کے سوا ہر معبود کو کہتے ہیں یہ اجمال ہے۔ اور جو حقیقت کا اعتبار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ: طاغوت شیطان کو کہتے ہیں کیونکہ شیطان ہی ہے جو غیر اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہے جیسا کہ وہی ہر طرح کے کفر کی طرف بھی بلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا(مریم:83)﴾ "کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ ہم شیطانوں کو کافروں کے پاس بھیجتے ہیں جو انہیں خوب اکساتے (بہکاتے) ہیں"۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر کافر اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والا ہر شخص ایسا شیطان کی تزئین (کفر و شرک کو خوبصورت کر کے پیش کرنا) کی بناء پر کرتا ہے اور بظاہر غیر اللہ کی عبادت کرنے والا در حقیقت شیطان کی ہی عبادت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ(یٰس:60)﴾ "اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو گے کیونکہ وہ تمہارا واضح دشمن ہے"۔ نیز ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا جیسا کہ قرآن میں ہے: ﴿يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا(مریم:44)﴾ "اے اباجان شیطان کی عبادت مت کیجئے کیونکہ شیطان رحمان کی نافرمانی کرنے والا ہے"۔ حالانکہ ان کے والد بتوں کی عبادت کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً(الانعام:74)﴾ "اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد آذر سے کہا کیا آپ بتوں کو معبود بناتے ہو"۔ معلوم ہوا شیطان ہی سب سے بڑا طاغوت ہے چنانچہ پتھر یا درخت یا انسان یا بت کی عبادت کرنے والا ہر شخص در حقیقت شیطان کا پجاری ہے ایسے ہی کسی قانون یا دستور یا اللہ کے سوا کسی حاکم کی طرف فیصلے کے لئے جانے والا در حقیقت شیطان کی طرف فیصلے کے لئے جانے والا ہے اور طاغوت کی طرف فیصلے کے لئے جانے (جیسا کہ قرآن میں ہے) کا بھی یہی معنی ہے۔ ایسے ہی قومیت یا وثنیت (بت پرستی) یا وطنیت یا سیاست کی راہ میں لڑنے والا ہر شخص در حقیقت شیطان کی راہ میں لڑنے والا ہے اور طاغوت کی راہ میں قتال (جو کہ قرآن میں ہے) کا یہی معنی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو حقیقت کا اعتبار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ طاغوت شیطان کو کہتے ہیں اور جو ظاہر کا اعتبار کرتا ہے تو وہ اجمالاً یہ کہتا ہے کہ طاغوت اللہ کے سوا ہر معبود کو کہتے ہیں اور جو تفصیل میں جاتا ہے خواہ سبب نزول کا اعتبار کر کے یا سیاق کلام کا اعتبار کر کے تو وہ کہتا ہے کہ طاغوت کاہن یا بت یا بتوں کے ترجمان (پروہت) یا جادوگر یا علماء یہود . . . . . کو کہتے ہیں۔

طاغوت کے متعلق اہل علم کے اقوال

ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: طاغوت کے متعلق میرے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ اس سے ہر وہ سرکش مراد ہے جو اللہ پر سرکشی کرے اور اس کے سوا کی عبادت کرے خواہ جس کی عبادت کرتا ہے اس کے جبر سے مجبور ہو کر ایسا کرے یا دل سے ایسا کرے خواہ جس کی وہ عبادت کرتا انسان ہو یا بت یا مورتی یا کوئی بھی کچھ بھی اور میرے نزدیک طاغوت دراصل طغوعت کیا جاتا ہے فطغا فلان یطغو جبکہ وہ اپنی قدر اور اپنی حد سے تجاوز کر جائے۔(تفسیر طبری:3/21)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: طاغوت شیطان، کاہن اور گمراہی کے ہر بڑے کو کہتے ہیں۔(تفسیر قرطبی:3/282)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: طاغوت سے بچنے کا معنی ہے اللہ کے سوا ہر معبود کو چھوڑ دو مثلاً شیطان یا کاہن یا بت یا گمراہی کا داعی۔(تفسیر قرطبی:9/10)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لیث، ابوعبیدہ، کسائی اور جمہور علماء لغت کا کہنا ہے کہ طاغوت اللہ کے سوا ہر معبود کو کہتے ہیں ۔(شرح صحیح مسلم:3/18)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: طاغوت بروزن فعلوت طغیان (سرکشی) سے ہے اور طغیان کہتے ہیں حد سے بڑھ جانا جو کہ ظلم اور بغاوت ہے چنانچہ جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی اور وہ اسے ناپسند نہ کرتا ہو تو وہ طاغوت ہے اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث کے مطابق بتوں کو بھی طواغیت قرار دیا ہے فرمایا:(ويتبع من يعبد الطواغيت الطواغيت)"طاغوتوں کی عبادت کرنے والے طاغوتوں کی ہی اتباع کرتے ہیں"۔ایسے ہی جس کی اللہ کی نافرمانی میں اطاعت کی جاتی ہو یا ہدایت اور دین حق کے علاوہ میں جس کی اطاعت کی جاتی ہو وہ طاغوت ہے اسی لئے کتاب کے بغیر فیصلہ کرنے والا کوئی بھی حاکم جس کی طرف فیصلے کے لئے جایا جاتا ہو اسے طاغوت کہا جاتا ہے اور فرعون اور عاد کو بھی طاغیہ (سرکش) کہا گیا ہے۔(فتاویٰ ابن تیمیہ:28/200)

واضح رہے کہ اس کلام میں جو استثناء کیا گیا ہے اور قید لگائی گئی ہے کہ "وہ اسے ناپسند نہ کرتا ہو" اس سے انبیاء و صالحین طاغوت کے معنی اور نام سے نکل جاتے ہیں کیونکہ اگرچہ ان کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے لیکن وہ اس سے بری ہیں اور اسے

ناپسند کرتے ہیں اس لئے انہیں طاغوت نہیں کہا جاسکتا البتہ ان کی عبادت کرنے والوں کو ان کی عبادت اور جن کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں اس کی بناء پر کافر کہا جائے گا۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: طاغوت ہر اس معبود یا مطاع یا متبوع (جن کی اطاعت یا اتباع کی جاتی ہو) کو کہتے ہیں جن کی وجہ سے بندہ اپنی حد سے تجاوز کر جائے اور ہر قوم کا طاغوت وہ ہے کہ وہ اللہ، اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ، وہ اس کی طرف فیصلے کے لئے جاتے ہیں یا اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہیں یا اللہ کی جانب سے کسی بصیرت (دلیل) کے بغیر وہ اس کی اتباع کرتے ہیں یا جن کی وہ ان امور میں اطاعت کرتے ہیں جس کے متعلق انہیں معلوم نہیں کہ وہ اطاعت تو اللہ کی ہونی چاہیئے جب آپ ان طاغوتوں اور ان کے ساتھ لوگوں کے معاملات پر غور و فکر کروگے تو آپ دیکھو گے کہ ان کی اکثریت اللہ کی عبادت سے اعراض کر کے طاغوت کی عبادت میں لگی ہوئی ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف فیصلے کے لئے جانے کے بجائے طاغوت کی طرف فیصلے کے لئے جاتی ہے اور اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اتباع سے ہٹ کر طاغوت کی اطاعت اور اس کی اتباع میں مشغول ہے۔(اعلام الموقعین:1/50)

میں کہتا ہوں: سات سو(700) سال سے زیادہ پہلے ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں لوگوں کی حالت یہ تھی تو اگر ابن القیم ہمارے اس دور کے لوگوں کو دیکھ لیتے تو آپ کے خیال میں وہ کیا فرماتے؟

شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ اللہ کے سوا جس کی بھی عبادت کی جائے وہ طاغوت ہے اور اس میں سب سے بڑا حصہ شیطان کا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ﴾ "اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کروگے"۔(اضواء البیان:1/228)

عبد الرحمن ابو بطین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: لفظ طاغوت اللہ کے سوا ہر معبود اور گمراہی کے سردار جو باطل کی طرف بلاتا ہو اور اسے خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہو کو شامل ہے نیز ہر اس شخص کو بھی شامل ہے جسے لوگوں نے اپنے درمیان ایسے فیصلوں کے لئے مقرر کر رکھا ہو جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے خلاف ہوں نیز کاہن، جادوگر اور استھانوں کے ان مجاروں کو بھی شامل ہے جو لوگوں کو قبروں میں مدفون بزرگوں وغیرہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور جاہل لوگوں کے سامنے گمراہ کن اور جھوٹی حکایات

بیان کرتے ہیں اور ان تمام اقسام کی اصل اور ان سب سے بڑا طاغوت شیطان ہے۔واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (الدرر السنیۃ:2/103)

محمد حامد الفقی کہتے ہیں: سلف رضی اللہ عنہم کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ طاغوت سے ہر وہ شئے مراد ہے جو بندے کو اللہ کی عبادت اور خالص دین اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے پھیر دے اور روک دے اور اس میں شیطان، جن، انسان، درخت، پتھر وغیرہ سب برابر ہیں اور بلاشبہ اسلام اور اسلامی احکامات و قوانین سے الگ اور اجنبی ایسے قوانین سے فیصلہ کرنا بھی اس میں داخل ہے جنہیں انسانوں نے بنایا ہو تاکہ ان کے ذریعے جان، مال اور عزت کے فیصلے کئے جائیں اور شرعی قوانین مثلاً حدود کا قیام اور سود، زنا اور شراب کی حرمت وغیرہ اسلامی قوانین کو معطل قرار دیا جائے اور ان قوانین کے ذریعے انہیں حلال قرار دیا جائے اور انہیں نافذ کر کے ان کی اور انہیں نافذ کرنے والوں کو حمایت اور انہیں تحفظ فراہم کیا جائے تو یہ قوانین بھی طاغوت ہیں اور انہیں نافذ کرنے اور انہیں نافذ اور رائج کرنے والے بھی طاغوت ہیں اور اسی طرح کی ہر وہ کتاب جو انسانی عقل نے تیار کی ہو تاکہ وہ حق جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اس سے ہٹادیا جائے خواہ اس کتاب کے وضع کا یہی مقصد ہو یا یہ مقصد نہ ہو تو وہ بھی طاغوت ہے ۔(حاشیہ فتح المجید ص282 طبعہ دار الکتب العلمیۃ)

سلیمان بن سحمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: طاغوت تین قسم کا ہے حکم کا طاغوت اور عبادت کا طاغوت اور اطاعت ومتابعت کا طاغوت۔(الدرر السنیۃ جزء حکم المرتد:8/272)

گذشتہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ: طاغوت اللہ کے سوا ہر معبود کو کہتے ہیں جبکہ وہ اپنی عبادت پر راضی ہو اگرچہ اس کی عبادت کسی ایک جزء یا عبادت کے پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو میں کی جائے چنانچہ محبت، دوستی اور دشمنی کی جہت سے جس کی عبادت کی جائے وہ طاغوت ہے اور جس کی عبادت اطاعت واتباع اور فیصلہ جات کی نسبت سے کی جائے وہ بھی طاغوت ہے اور جس کی عبادت پکارنے یا خوف یا نذر و نیاز یا قربانی کی نسبت سے کی جائے وہ بھی طاغوت ہے اور جس کی عبادت اس نسبت سے کی جائے کہ الوہیت کی خصوصیات میں سے بعض یا تمام کا اس کے لئے اقرار کیا جائے تو وہ بھی طاغوت ہے ایسے ہی طاغوت کے معنی میں وہ قوانین ، شرائع، دساتیر اور مناہج اور نظام وغیرہ بھی شامل ہیں جو اللہ کی شریعت کے مقابلے میں ہوں یا اس سے ملتے جلتے ہوں ایسے ہی کفر وفساد اور گمراہی پھیلانے کا ہر بڑا کردار بھی طاغوت ہے۔

وہ طواغیت جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے

طاغوت کا معنی اور طاغوت کی صفات جان لینے کے بعد ہم کچھ تفصیل کے ذریعے ان طاغوتوں کو بہت اچھی طرح جان سکتے ہیں جن کی عبادت اس زمانے میں اللہ کے سوا کی جارہی ہے اور یہ جاننا ہمارے لئے بہتر ہے تاکہ ہم ان سے بچ کر اس سلسلے میں اپنی شرعی ذمہ داری ادا کر سکیں اس بحث کی ابتداء ہم طاغوتوں کے سردار اور سب سے بڑے لیڈر سے کرتے ہیں:

① شیطان:

اس سے وہ ابلیس ملعون مراد ہے جس نے اس بات کی قسم اٹھا رکھی ہے کہ وہ بندوں کو فتنوں میں ڈال کر انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ہٹا کر غیر اللہ کی عبادت میں لگا دے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَ قْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ، ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ(الاعراف:17-16)﴾ ''اس نے کہا پس اس لئے کہ تونے مجھے گمراہ کر دیا میں تیری سیدھی راہ پر ان کے لئے بیٹھا رہوں گا پھر میں ان کے آگے سے ان کے پاس آؤں گا اور ان کے پیچھے سے اور ان کی اور اپنی چاہتوں سے اور ان کی بائیں جانبوں سے اور تو ان میں سے اکثر کو قدر دان نہ پائے گا''۔

نیز فرمایا:﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ، اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ(الحجر:40-39)﴾ ''اے میرے رب اس لئے کہ تونے مجھے گمراہ کر دیا میں زمین پر ان کے ضرور زینتیں بکھیر دوں گا اور میں ان سب کو ضرور گمراہ کر دوں گا سوائے ان میں سے تیرے مخلص بندوں کے''۔(اللھم اجعلنا منھم۔ آمین)

بہت سے انسانی شیاطین بھی ان شیطانی صفات کے حامل ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اس بات پر انتہائی پختہ اور مضبوط کر رکھا ہے کہ وہ شرک وکفر وگمراہی کی مدد کرتے رہیں گے۔(اللھم لاتجعلنا منھم۔ آمین)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا(البقرہ:217)﴾ ''اور وہ تم سے اس وقت تک لڑتے ہی رہیں گے جب تک کہ تمہیں تمہارے دین سے نہ ہٹا دیں اگر وہ ایسا کر سکیں''۔

اگر کہا جائے کہ جب یہ بات طے پاچکی ہے طاغوت کہتے ہیں جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان شیطان کی عبادت کرے اور اس عبادت کا کیا پہلو ممکن ہے ؟ تو ہم کہیں گے کہ: اس کی عبادت کفر و شرک پر اس کی اطاعت واتباع کے پہلو سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ(یٰسٓ:60)﴾ "اے بنی آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"۔ نیز فرمایا:﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا(النساء:117)﴾ "وہ اس کے سوا نہیں پکارتے مگر عورتوں کو اور وہ نہیں پکارتے مگر دھتکارے ہوئے شیطان کو"۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا تھا جیسا کہ قرآن میں ہے:﴿يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا(مریم:44)﴾ "اے ابا جان شیطان کی عبادت مت کیجئے کیونکہ شیطان رحمان کی نافرمانی کرنے والا ہے"۔

۲ الھویٰ (خواہش):

یہ میلان (جھکاؤ) محبت (چاہت) اور عشق (دیوانہ وار چاہنا) کے معنی میں آتا ہے اور کبھی کسی کام کے ارادے اور تمنا کے معنی میں بھی آتا ہے اور نفسانی خواہش سے اس کا ارادہ مراد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى(النازعات:40)﴾ "اور اس نے نفس کو خواہش سے باز رکھا"۔ اور خواہش کے متعلق جب مطلق گفتگو کی جائے گی تو اس سے بری اور مذموم خواہش مراد ہوتی ہے الّا یہ کہ اس کی ایسی صفت بھی لائی جائے جو اسے اس معنی سے خارج کر دے مثلاً اچھی خواہش یا درست خواہش۔ (ملاحظہ ہو لسان العرب)

قرآن کریم میں لفظ ھویٰ (خواہش) صرف مذموم معانی کے لئے آیا ہے۔ ھویٰ (خواہش، جی چاہنا، دل چاہنا) کے معبود اور طاغوت ہونے کی بعض صورتیں اور حالتیں ہیں مثلاً اللہ کی نافرمانی میں خواہش کی اطاعت و اتباع (تکمیل) کرنا اور اسے تمام کاموں کے فیصلوں کا سرچشمہ مان لینا یعنی جسے خواہش حق کہہ دے اسے حق مان لینا اور جسے خواہش باطل قرار دے اسے باطل مان لینا اگرچہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی شریعت کے خلاف ہو۔ ایسی ہی خواہش کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی کرنا یعنی خواہش کی تکمیل میں دوستی کی جائے نہ کہ واجب کی تعمیل میں ایسے ہی خواہش کی تکمیل میں دشمنی کی جائے اگرچہ شرعی تقاضے کے مطابق اس سے دوستی کرنا واجب ہو۔ تو ان صورتوں میں ھویٰ (خواہش، نفس، دل) اللہ کے سوا معبود ہے اور خواہش پر چلنے والے نے اسے اپنا الٰہ بنالیا اور اسے اللہ کا شریک قرار دے دیا جیسا کہ اللہ نے فرمایا:﴿وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ

فُرُطًا(الکہف:28)﴾''اور جس کے دل کو ہم نے غافل کر دیا اور اس کا معاملہ افراط تفریط والا ہے آپ اس کی اطاعت مت کریں''۔ نیز فرمایا:﴿اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا(الفرقان:43)﴾''کیا آپ نے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا تو کیا آپ اس کے طرفدار بن جائیں گے''۔ نیز فرمایا:﴿ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ(الجاثیۃ:23) ﴾''توکیا آپ نے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنارکھا ہے اور علم کے باوجود اللہ نے اسے گمراہ کردیاہے''۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:جو شخص اپنی خواہش کی تکمیل میں عبادت کرتا ہو گویا اس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا پس اس کی خواہش ہی اس کا معبود ہے چنانچہ جو الٰہ (معبود)ہونے کا مستحق ہو وہ اسے الٰہ نہیں بناتا بلکہ اسے الٰہ بناتا ہے جسے اس کی خواہش چاہے اور اپنی اس خواہش کو اپنا معبود بنانے والا اپنی خواہش سے اسی طرح محبت کرتا ہے جس طرح مشرکین اپنے معبودوں سے محبت کرتے ہیں اور جس طرح بچھڑے کے پجاری اس سے محبت کرتے تھے اور یہ مشرکین کی سی محبت ہے اور بسا اوقات بہت سے نفوس اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں جبکہ حقیقت میں وہ شرکیہ محبت ہوتی ہے کیونکہ وہ اس سے محبت کرتے ہیں جس سے ان کی خواہش چاہتی ہے اور اسے وہ اللہ کی محبت میں شریک کرلیتے ہیں۔(فتاویٰ ابن تیمیہ:8/359)

③ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حاکم (فیصلہ ، حکومت کرنے والا):

اللہ کے نازل کردہ کے بغیر فیصلہ و حکومت کرنے والا سرکش اور گناہ کا سردار ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تجاوز اور اعراض کرتاہے اور اس کے بجائے دیگر جاہلی قوانین کے ذریعے حکومت وفیصلہ کرتاہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ(المائدۃ:44)﴾''اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم (فیصلہ۔حکومت) نہیں کرتے تو یہی لوگ کافرہیں''۔

نیز فرمایا:﴿وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(المائدۃ:45)﴾''اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم (فیصلہ ، حکومت)نہیں کرتے تو یہی لوگ ظالم ہیں''۔

نیز فرمایا:﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (مائدہ:50)﴾ "کیا پس وہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں حالانکہ یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ سے بڑھ کر اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟"۔ اور اللہ کے نازل کردہ حکم کے بغیر ہر حکم اور فیصلہ جاہلیت کا حکم ہے اور یہ آیت اسے شامل ہے اور جو بھی اللہ کے حکم کے علاوہ حکم یا فیصلے کا متلاشی ہو وہ ان لوگوں میں داخل ہے جو جاہلیت کا حکم چاہتے ہوں۔ اور اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق حکم نہ کرنے کی وجہ سے جو لوگ طاغوت کہلانے کے مستحق ہیں ان میں دستوری، عدالتوں کے جج ایسے مختلف خاندانوں اور قبیلوں کے سردار (سرپنچ) جو قدیم روایات اور مروجہ نظام اور خواہشات اور اپنی باطل رسموں کے مطابق فیصلے کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی شریعت پر مقدم رکھتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب یہ بات طے پاچکی کہ طاغوت کہتے ہیں جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے تو اس میں اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے والے کی عبادت کا کون سا پہلو ہے کہ اسے طاغوت کا نام دیا جاسکے؟ تو ہم کہیں گے کہ اس میں بہت سے پہلو ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت و فیصلہ کرنے والے کو طاغوت قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ﴾ "وہ طاغوت کے پاس فیصلے / حکومت کے لئے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کفر کریں"۔ اور اس آیت میں ذکر کردہ طاغوت جو اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے والے کو بھی شامل ہے اس کے متعلق بعض سلف سے منقول ہے کہ اس آیت میں ذکر کردہ طاغوت سے کعب بن اشرف یہودی مراد ہے کیونکہ وہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم / فیصلہ کرتا تھا۔

② اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم / فیصلہ کرنے والے کی اس کی طرف فیصلے / حکم کے لئے جانے والے کی جانب سے تحاکم (فیصلے کے لئے جانا / فیصلہ چاہنا) اور اطاعت کی جہت سے عبادات کی جاتی ہے اور یہ بات پہلے بیان کی جاچکی ہے کہ تحاکم عبادت ہے جو اللہ کے علاوہ کے لئے جائز نہیں ہے چنانچہ جو اس کے علاوہ کسی اور کی طرف تحاکم کرے یعنی اس سے فیصلہ / حکم چاہے تو گویا اس نے اسے الٰہ بنالیا اور اس کی عبادت کرنے والا بن گیا۔

③ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر فیصلے / حکومت کرنے والا اپنے دوستوں اور پیروکاروں کو جو اس سے خوش رہتے ہیں نور وحی اور اسلام کے عدل جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ کرنا ہے سے شرک و کفر کے اندھیروں اور جاہلیت جو کہ نازل کردہ کے بغیر حکم / فیصلہ کرنا ہے کی طرف نکالتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مصداق بنتا ہے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ

يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(البقرۃ:257)﴾"اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست طاغوت ہیں پس جو انہیں نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے"۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم / فیصلہ کرنے والے کو اسم، صفت اور معنی کے اعتبار سے طاغوت ہی کہا جائے گا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

(سورۃ المائدہ کی آیات نمبر 44،45اور 47 کی تفسیر)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ(المائدۃ:44)﴾"اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی کافر ہیں"۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(المائدۃ:45)﴾"اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی ظالم ہیں"۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الفَاسِقُوْنَ(المائدۃ:47)﴾"اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی فاسق ہیں"۔

ان آیات کو سمجھا جاسکے اور ان کے مقصد کو جانا جاسکے اور انہیں دور حاضر کے حالات حاضرہ پر منطبق کیا جاسکے نیز ان آیات سے متعلقہ شبہات کو زائل کیا جاسکے ان تمام باتوں کے لئے میں فضیلۃ الشیخ سیف الدین الموحد کی تفسیر (تفسیر الداعیۃ) سے ان آیات کی تفسیر نقل کر رہا ہو چنانچہ شیخ سیف الدین الموحد فرماتے ہیں: ان آیات کے سبب نزول میں بہت سے اقوال ہیں جن میں اہم ترین اور صحیح ترین دو قول ہیں:

① یہ ان دو یہودیوں کے متعلق نازل ہوئیں جنہوں نے زنا کیا تھا جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:"یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے بتانے لگے کہ ان کے ایک آدمی اور ان کی ایک عورت نے زنا کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان سے فرمایا تم زنا کے متعلق تورات میں کیا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم انہیں رسوا کرتے ہیں اور انہیں کوڑے لگائے جاتے ہیں عبد اللہ بن سلام کہنے لگے تم جھوٹ بولتے ہو اس میں رجم (سنگسار) ہے پھر وہ تورات لائے اور اسے کھول دیا اور ان میں سے کسی ایک نے اپنا ہاتھ آیت رجم پر رکھ دیا اور اس سے پہلے اور اس کے بعد والی آیت پڑھنے لگا اس سے عبد اللہ بن سلام نے کہا اپنا ہاتھ اٹھا اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو وہاں آیت رجم موجود تھی وہ کہنے لگے اے محمد یہ سچ کہتا ہے اس میں آیت رجم ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں سنگسار کرنے کا حکم دیا پھر انہیں سنگسار کر دیا گیا پھر میں نے آدمی کو دیکھا کہ وہ عورت پر جھک کر اسے پتھروں سے بچا رہا تھا"۔ (صحیح بخاری کتاب الجنائز حدیث نمبر 1329۔ کتاب المناقب حدیث نمبر 3635 کتاب التفسیر سورۃ آل عمران حدیث نمبر 4556 صحیح مسلم)

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: "نبی ﷺ ایک یہودی کے پاس سے گزرے جس کے چہرے پر کالک ملی گئی تھی اور اسے کوڑے مارے جا رہے تھے تو نبی ﷺ نے انہیں بلایا اور فرمایا: کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی یہی حد (سزا) پاتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں پھر آپ نے ان کے علماء میں سے ایک کو بلایا اور فرمایا: میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی یہی حد پاتے ہو اس نے کہا نہیں اور اگر آپ مجھے قسم نہ دیتے تو میں آپ کو نہ بتاتا ہم رجم ہی پاتے ہیں یہ زنا ہمارے معزز لوگوں میں زیادہ ہونے لگا پھر جب ہم کسی معزز کو پکڑتے تو ہم اسے چھوڑ دیتے اور جب ہم کسی کمزور کو پکڑتے تو ہم اس پر حد جاری کر دیتے ہم نے کہا آؤ ہم کسی ایسی سزا پر متفق ہو جائیں جو ہم شریف اور کمزور دونوں پر جاری کر سکیں چنانچہ ہم نے رجم کے بجائے کالک ملنا اور کوڑے مارنا اختیار کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یا اللہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا جب کہ انہوں نے اسے مار دیا تھا پھر آپ نے حکم دیا چنانچہ اسے رجم کیا گیا پھر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ.........اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ (المائدۃ: 41) ﴾ "اے رسول آپ کو وہ لوگ غمزدہ نہ کریں جو کفر میں تیزی دکھاتے ہیں. اگر تمہیں یہ فیصلہ دیا جائے تو اسے لے لو"۔ یعنی محمد ﷺ کے پاس جاؤ پھر اگر وہ تمہیں چہرے پر کالک ملنے اور کوڑے مارنے کا حکم دیں تو لے لو اور اگر وہ تمہیں رجم کرنے کا کہیں تو دور رہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمام کفار کے متعلق یہ آیات نازل کر دیں۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ......الظّٰلِمُوْنَ.....الفَاسِقُوْنَ "اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی لوگ کافر.....ظالم.....فاسق ہیں....."۔

اس حدیث کی اور بھی بہت سی روایات اور مختلف الفاظ ہیں جن میں سے امام طبری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اپنی تفسیر میں ذکر کر دی ہیں اور صحیح مسلم وغیرہ میں براء بن عازب کی روایت ان آیات کے سبب نزول میں نص کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۲) یہ آیات دیت کے سلسلے میں یہودیوں کے دو گروہوں کے متعلق نازل ہوئیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر اپنا تسلط جمار کھا تھا اور اپنے مقتول کی دیت ان سے ڈبل وصول کرتا تھا یا ان میں سے ایک سے قصاص لیا جاتا تھا اور دوسرے سے فقط دیت لی جاتی تھی۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں:" قریظہ اور نضیر دو قبیلے تھے ان میں نضیر قبیلہ قریظہ قبیلے سے برتر تھا چنانچہ جب قریظہ کا کوئی فرد نضیر کے کسی فرد کو قتل کر دیتا تو قاتل کو اس کے بدلے قتل کیا جاتا اور اگر نضیر کا کوئی فرد قریظہ کے کسی فرد کو قتل کر دیتا تو قاتل دیت میں سو (100) وسق (تقریباً دوٹن) کھجوریں دیتا پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو نضیر کے ایک شخص نے قریظہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا تو بنو قریظہ کہنے لگے قاتل کو ہمارے حوالے کرو ہم اسے قتل کریں گے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا اور تمہارا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے پھر وہ آپ کے پاس آئے تو یہ آیت نازل ہوئی :﴿ وَ اِنۡ حَکَمۡتَ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَہُمۡ بِالۡقِسۡطِ (المائدۃ:42)﴾ "اور اگر آپ ان کے مابین فیصلہ کریں تو انصاف کے مطابق فیصلہ کریں "(اور انصاف کا فیصلہ تھا کہ النفس بالنفس یعنی جان کے بدلے جان) پھر یہ آیت نازل ہوئی :اَفَحُکۡمَ الۡجَاہِلِیَّۃِ یَبۡغُوۡنَ "کیا پس وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں "۔(ابوداؤد کتاب الدیات باب النفس بالنفس حدیث نمبر 4494۔نسائی کتاب القسامۃ۔اس کی سند صحیح ہے)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ہے ہم اسے بھی بیان کر دیتے ہیں کیونکہ اس میں کچھ اضافی تفصیلات اور دیتوں کا فرق بھی ہے چنانچہ فرماتے ہیں :"اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل کیں :وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ......الظّٰلِمُوۡنَ......الفَاسِقُوۡنَ "اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ نہ کریں تو یہی کافر......ظالم......فاسق ہیں" راوی کہتا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیات اللہ نے یہودیوں کے دو گروہوں کے متعلق نازل کیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر دورِ جاہلیت سے اپنا تسلط جمار کھا تھا اور انہوں نے اس بات پر باہم صلح کر رکھی تھی کہ غالب قبیلے کا کوئی مغلوب قبیلے کے کسی فرد کو قتل کرے گا تو اس کی دیت پچاس وسق ہو گی اور اگر مغلوب قبیلے کا کوئی غالب قبیلے کے کسی فرد کو قتل کرے گا تو اس کی

دیت سو(100)وسق ہو گی وہ اس پر تھے کہ نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ کے آنے سے دونوں گروہ پست ہو گئے اور آپ نے ان دونوں میں سے کسی پر اس دن نہ چڑھائی کی نہ ہی انہیں مطیع بنایا اور ایسا صلح میں ہی ہوتا ہے پھر ان میں سے مغلوب کے کسی فرد نے غالب کے کسی فرد کو قتل کر دیا چنانچہ غالب نے مغلوب کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمیں سو(100)وسق ادا کرو تو مغلوب نے کہا کہ یہ دو قبیلوں کا باہمی معاہدہ تھا جن کا دین ایک ہے اور جن کی نسبت ایک ہے اور جن کا شہر ایک ہے لیکن ان میں سے ایک کی دیت نصف دیت ہے اور در حقیقت ہم تمہیں تمہارے ہم پر ظلم اور تمہارے ڈر سے دیا کرتے تھے اور اب جبکہ محمد (ﷺ) آ چکے ہیں ہم یہ تمہیں نہیں دیں گے گویا ان کے درمیان جنگ بھڑک چکی تھی کہ وہ دونوں اس بات پر رضامند ہو گئے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے درمیان لے آئیں پھر غالب قبیلے نے کہا کہ اللہ کی قسم محمد ﷺ تمہیں ان سے اس کا دوگنا دلوانے والے نہیں جو وہ انہیں تم سے دلوائیں گے اور وہ (یعنی مغلوب قبیلے والے) بھی سچ کہتے ہیں کہ وہ ہمیں یہ ہمارے ان پر ظلم اور تسلط کی وجہ سے دیا کرتے تھے چنانچہ محمد (ﷺ) کے ساتھ کوئی تدبیر کرو کہ وہ تمہیں اپنی رائے سے آگاہ کر دیں اگر وہ تمہیں وہ دلوائیں جو تم چاہتے ہو تو انہیں حاکم مان لو اور اگر وہ تمہیں وہ نہ دلوائیں تو ان سے دور رہو پھر انہیں حاکم نہ بناؤ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے پاس انہوں نے کچھ منافقین کو بطریق حیلہ بھیجا تاکہ وہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے رائے سے آگاہ کر سکیں اور جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو اللہ نے اپنے رسول کو ان کے سارے معاملے سے آگاہ کر دیا اور یہ آیات نازل کیں: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ.....وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ "اے رسول آپ کو وہ لوگ غمزدہ نہ کریں جو کفر میں تیزی دکھاتے ہیں. اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو یہی فاسق ہیں" (المائدۃ:47-41)۔ ابن عباس t کہتے ہیں: اللہ کی قسم انہی کے متعلق یہ آیات اتری ہیں اور اللہ عزوجل نے یہی دو قبیلے مراد لئے ہیں"۔(مسند احمد:246/1، ترقیم احمد شاکر 2216 نیز احمد شاکر نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ نسائی:19/8 حدیث نمبر 4411۔ ابن جریر)

ان آیات کے یہ دونوں سبب نزول ثابت ہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں سبب ایک ہی وقت میں جمع ہو گئے تھے چنانچہ اس سارے سلسلے میں یہ آیات نازل ہوئیں جیسا کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے۔ واللہ اعلم۔ ان آیات کے سبب نزول میں کچھ اور اقوال بھی ہیں لیکن یا تو وہ ضعیف ہیں مثلاً ابو لبابہ اور بنی قریظہ کا واقعہ یا سابقہ اقوال میں ہی داخل ہیں مثلاً عبد اللہ بن صوریا یہودی کے اسلام لا کر مرتد ہو جانے کا واقعہ یا یہ قول کہ یہ منافقین کے متعلق نازل ہوئیں۔

سابقہ اسباب نزول کی روشنی میں درج ذیل امور ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں:

① اسباب نزول اور درج ذیل آیات میں مناسبت پائی جاتی ہے نیز یہ آیات یہودیوں کے ہی متعلق ہیں فرمایا:﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْم بَعْدِ مَوَاضِعِهِ(المائدۃ:41)﴾"وہ کلام کو ان کے مقامات سے بدل ڈالتے ہیں"جیسا کہ انہوں نے رجم اور قصاص میں کیا:﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ(المائدۃ:42)﴾"پھر اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ چاہیں تو ان کے مابین فیصلہ فرمادیں یا ان سے اعراض کریں"جیسا کہ انہوں نے آپ سے فیصلہ کروانا چاہا :﴿ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ(المائدۃ:43)﴾"اور وہ کیونکر آپ کو حکم بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے"۔جسے وہ چھپاتے تھے اور اسے انہوں نے بدل ڈالا تھا۔لہٰذا ہر وہ سبب نزول جو یہود کے متعلق نہ ہو اس کا سبب نزول ہونا بعید ہے۔یہ آیات جن میں یہودیوں اور ان کے منافق دوستوں کو رسوا کیا گیا ہے اور اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم / فیصلہ کرنے والے کو کافر،ظالم اور فاسق قرار دیا گیا ہے اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللہ کے نازل کردہ کے متعلق حکم / فیصلہ کرنے اور اللہ کے نازل کردہ سے اعراض کرکے فتنے میں مبتلا ہونے سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ان کے علاوہ دیگر امور بیان کئے گئے ہیں یہ تمام آیات بس ایک ہی وجہ سے نازل کی گئیں کہ یہودیوں نے اتفاق کرلیا تھا کہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کریں خواہ زنا کے مقدمے میں ہو یا قصاص کے مقدمے میں اور یہ وجہ ہر دور اور ہر جگہ کے یہودیوں میں پائی جاتی ہے۔

② دو فریقوں کا کسی ایک ایسی بات پر باہم راضی ہوجانا یا صلح کرلینا جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے خلاف ہو اسے جائز نہیں قرار دیا جاسکتا اور اس مسئلے میں بہت سے لوگ غلطی کا شکار ہیں۔

③ یہ آیات اگرچہ یہودیوں کے متعلق نازل کی گئیں لیکن یہ آیات ہر اس شخص کے لئے عام ہیں جو ان جیسا اعمال کرے اور جو اسے یہودیوں کے متعلق خاص کرتا ہے اور مسلمانوں میں سے جو یہودیانہ روش اختیار کرے ان آیات کو اس کے متعلق قرار نہیں دیتا تو وہ کتاب و سنت اور اجماع کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اگرچہ ان آیات کے سبب نزول میں اختلافات رکھتے تھے لیکن اس سلسلے میں وہ متفق تھے کہ ان آیات کا حکم عام ہے اور مسلمانوں کو بھی شامل ہے حتیٰ کہ جو انہیں یہودیوں کے ساتھ خاص قرار دیتا اور انہیں مسلمانوں کے متعلق استعمال نہ کرتا تو وہ اس کی شدید تردید کیا کرتے تھے کیونکہ یہ شرعی اصول ہے "کہ اعتبار الفاظ کے عموم سے کیا جاتا ہے نہ کہ اسباب نزول کا"

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے کہ ان کے سامنے ان آیات کو بیان کیا گیا ﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ......الظّٰلِمُوۡنَ......الفَاسِقُوۡنَ﴾ "اور جو اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق حکم / فیصلہ نہ کریں تو یہی کافر ہیں...... ظالم...... فاسق ہیں" پھر ایک شخص کہنے لگا کہ یہ بنی اسرائیل کے متعلق ہیں تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بنو اسرائیل تمہارے اچھے بھائی ہوں اگر ہر میٹھی بات تمہارے لئے ہو اور ان کے لئے ہر کڑوی بات ہو ہر گز نہیں اللہ کی قسم تم ان کے راستے پر ضرور بالضرور چلوگے تسمے کے برابر"۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ (مستدرک حاکم اسے امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی تائید کی ہے نیز تفسیر فتح البیان 30/3 اور تفسیر قرطبی اور تفسیر طبری: 253/6 بھی ملاحظہ ہو)

نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حسن بصری، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں: "یہ تینوں آیات یہود اور اس امت کے متعلق عام ہیں چنانچہ جو بھی رشوت لے اور اللہ کے حکم کے بغیر فیصلہ کرے اس نے کفر و ظلم و فسق کا ارتکاب کیا اور یہی بات درست ہے کیونکہ اعتبار الفاظ کے عموم کا کیا جاتا ہے نہ کہ اسباب نزول کے خصوص کا"۔ (تفسیر فتح البیان: 29/3)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "حسن بصری کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی اور ہم پر بھی حجت ہے اور عبدالرزاق، سفیان ثوری سے وہ منصور سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: یہ آیت بنی اسرائیل کے متعلق نازل ہوئیں اور اس امت کے لئے بھی اللہ نے انہی آیات کو پسند کیا ہے"۔ (تفسیر ابن کثیر: 61/2)

نیز قاضی اسماعیل "احکام القرآن" میں فرماتے ہیں: "ان آیات کا ظاہر دلیل ہے کہ جو بھی ان کی (یعنی یہودیوں) کی طرح کرے اور اللہ کے حکم کے خلاف حکم ایجاد کرے اور اسے معمول بہ دین قرار دے تو لازماً وعید کا مستحق ہے خواہ حاکم ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور"۔ (تفسیر محاسن التاویل: 20/6 عیسیٰ الحلبی)

نیز ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت ﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں: یہ آیات بنی اسرائیل کے متعلق نازل ہوئیں اور اللہ نے اس امت کے لئے انہی کو پسند کیا ہے۔ (تفسیر عبدالرزاق، تفسیر طبری، تفسیر در منثور)

ایسے ہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے وہ بھی ان آیات کے عموم پر دلالت کرتا ہے علقمہ اور مسروق سے مروی ہے ان دونوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے رشوت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا سحت (حرام) سے ہے۔راوی کہتا ہے انہوں نے پوچھا کیا حکم (فیصلہ جات) میں بھی تو کہنے لگے یہ کفر ہے اس کے بعد انہوں نے یہ آیت تلاوت کی ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ "اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ دیں تو یہی کافر ہیں"۔(تفسیر طبری:6/240)

ایسے ہی سدی کہتے ہیں:﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میں نے نازل کیا جو بھی اس کے مطابق حکم / فیصلہ نہ کرے اور اسے جان بوجھ کر یا ظلم کرتے ہوئے چھوڑ دے اور اسے معلوم بھی ہو تو وہ کافروں میں سے ہے"۔(تفسیر طبری)

ان کے علاوہ سورۃ المائدۃ کی ان آیات کا سیاق وسباق بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آیات اپنے حکم کے اعتبار سے عام ہیں اور اہل کتاب کے ساتھ خاص نہیں جیسا کہ درج ذیل ہے:

1. آیت کی ابتداء لفظ 'من' سے کی گئی ہے اور لفظ 'من' شرطیہ عموم کا سب سے زیادہ بلیغ صیغہ ہے

2. ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ (المائدۃ:42)﴾ "آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں یا ان سے اعراض کریں" نیز فرمایا:﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ (المائدۃ:48)﴾" اور آپ ان کے مابین اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات پر مت چلیں "۔اور اصول متعین ہے کہ رسول سے خطاب اس کی امت سے خطاب تصور ہوتا ہے معلوم ہوا کہ یہ آیات مسلمانوں کے لئے بھی عام ہیں۔

اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنا کس صورت میں کفر اکبر ہوگا؟

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ آیات عام ہیں تو کیا اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم / فیصلہ کرنا کفر اکبر ہے یا کفر اصغر (کفر دون کفر) ہے چنانچہ کسی بھی دور یا کسی بھی جگہ جس شخص کی بھی حالت ان یہودیوں جیسی ہو جن کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں تو وہ کفر اکبر جو کہ دین سے نکال دیتا ہے کا مرتکب کافر ہے اور اس حکم کے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم اور علماء میں بالکل اختلاف نہیں ہے لیکن

جب خارجیوں نے اس آیت سے گناہ کبیرہ کے مرتکب کے کفر کی دلیل لینی شروع کر دی تو علماء سلف نے ان کا رڈ کیا اور اس بات کی وضاحت کی کہ ان آیات کا اصل معنی یہ ہے کہ یہود جیسا طرز عمل اختیار کرے اور اللہ کے حکم کو چھوڑ کر نئے قانون کے مطابق حکم کرے تو یہ وہ شخص ہے جس نے کفر اکبر کا ارتکاب کیا لیکن جو ظاہر و باطن میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کا پابند ہو لیکن نافرمانی کرے یا خواہش پر چلے تو یہ نافرمانوں کی طرح ہے اور اس کا کفر کفر اکبر نہیں بلکہ کفر اصغر ہے (کفر دون کفر) ہے جو دین سے خارج نہیں کرتا۔ یہ مسئلہ اس طرح نہیں ہے جس طرح دور حاضر کے علماء سوء اور طاغوتی ملاؤں اور بزرگوں نے سمجھا ہوا ہے کہ ان آیات کو سنتے ہی وہ فوراً کہتے ہیں کہ ان سے کفر دون کفر (کفر اکبر سے کمتر کفر) اور ظلم دون ظلم (شرک اکبر سے چھوٹا شرک) اور فسق دون فسق (کفریہ فسق سے کمتر فسق) مراد ہے اور پھر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا سہارا لیتے ہیں تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول حق ہے لیکن اس سے باطل کو حق ثابت کیا جاتا ہے اور حق کو باطل قرار دیا جاتا ہے اور اسے اس کے اصل مقام سے ہٹا دیا جاتا ہے اور اس مقام پر رکھا جاتا ہے جس مقام کے لئے وہ نہیں اور عنقریب ہم اس مسئلے کی صورتیں بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

وہ صورتیں جن میں اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنا کفر اکبر ہوتا ہے

① حاکم جو اللہ کے حکم کا منکر ہو

یہ حاکم (حکم دینے والا / فیصلہ کرنے والا) کافر ہے کیونکہ اللہ کے حکم کا منکر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کا بھی یہی معنی ہے اور ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے اختیار کیا ہے کہ یہ اللہ کے نازل کردہ حکم شرعی کا انکار ہے اور اس میں اہل علم کے مابین اختلاف نہیں ہے کیونکہ اہل علم کے درمیان یہ اصول متفقہ ہے کہ جو بھی دین کی بنیادوں میں سے کسی ایک بھی بنیاد کا انکار کر دے یا کسی ایسی فرع کا جس پر اجماع ہو یا کسی ایسے حرف کا جو رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے قطعی طور پر ثابت ہو تو وہ کافر ہے اور اس کا کفر اسے دین سے نکال دیتا ہے۔

امام ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو کسی ایسی شئے کی حلت کا اعتقاد رکھے جس کی حرمت پر اتفاق ہو اور مسلمانوں میں اس کا حکم مشہور ہو اور اس میں موجود شئے کو اس کے متعلق وارد شدہ نصوص میں زائل کر دیا گیا ہو مثلاً خنزیر کا گوشت اور زنا ایسے ہی دیگر احکام جن میں اختلاف نہیں ہے تو اس نے کفر کیا جیسا کہ ہم نماز کے تارک کے متعلق ذکر کر آئے ہیں۔ (المغنی 12/5276: تحقیق طباعت دار الہجرۃ)

امام قرافی فرماتے ہیں: کفر کی اصل بنیاد در حقیقت ربوبیت کی حرمت کو ایک خاص انداز میں پامال کرنا ہے یا تو صانع کے وجود سے ناواقف رہ کر. یا دین کے ضروری احکام کا انکار کر کے جیسے نماز روزے کا انکار کرنا اور یہ صرف واجبات اور نوافل تک خاص نہیں بلکہ اگر چند ایسے مباح امور کا بھی انکار کر دے جو معلوم بالضرورۃ ہوں تب بھی اس نے کفر کیا مثلاً کہے کہ اللہ تعالیٰ نے انجیر یا انگور کو مباح نہیں کیا اور یہ اعتقاد نہ رکھا جائے کہ جو کسی متفقہ شئے کا منکر ہو اسے علی الاطلاق کافر قرار دیا جائے گا بلکہ اس متفق علیہ شئے کا دین میں مشہور ہونا ضروری ہے حتی کہ وہ امر ضروری میں شامل ہو جائے۔(الفروق للقرافی 117-115/4 طبع الاولیٰ 1340ھ داراحیاء الکتب العربیہ القاہرۃ)

نیز صاحب النہایۃ المحتاج اسباب ارتداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یا رسول کو جھٹلا دے. (یا کسی متفق علیہ حرام کو حلال قرار دے) جس کا حرام ہونا (بعینہ) دین میں معلوم بالضرورۃ ہو اور اس کا اس سے پوشیدہ رہنا ممکن نہ ہو جیسے زنا اور لواطت یا شراب نوشی یا چنگی ٹیکس کیونکہ اس کا ایسی شئے کا منکر ہونا جو محمد ﷺ کے دین میں قطعی طور پر ثابت ہو یہ محمد ﷺ کی تکذیب کرنا ہی ہے اور اس کے (برعکس) یعنی کسی متفق علیہ حلال کو حرام قرار دے جس کے واجب ہونے کے قطعی طور پر نفی کی گئی ہو جیسے چھٹی نماز یا کسی ایسے جائز کام کی نفی کر دے جس کی مشروعیت قطعی طور پر ثابت ہو اگرچہ نفل ہو مثلاً رواتب سنتیں یا عید جیسا کہ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت کی ہے۔(نہایۃ المحتاج شرح المنہاج 411/7 طبع الحلبی)

نیز امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو شخص پانچ نمازوں، اور فرضی زکاۃ اور ماہ رمضان کے روزوں اور بیت اللہ کے حج کی فرضیت کا عقیدہ نہ رکھے اور جن بے حیائیوں اور ظلم اور شرک اور بہتان تراشی کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے انہیں حرام قرار نہ دے تو وہ کافر ہے مرتد ہے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اگر توبہ کر لے تو ٹھیک و گرنہ اسے قتل کر دیا جائے گا اور اس بات پر مسلمانوں کے تمام اماموں کا اتفاق ہے اور اس کی شہادتین کے اقرار کو معتبر نہیں مانا جائے گا۔(مجموع الفتاویٰ 313/1:)

② اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم / فیصلہ کرنے والا اللہ اور اس کے رسول کے حکم / فیصلے کی حقانیت کا انکار کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا(النساء:59)﴾"اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور حکام کی پھر اگر کسی بات میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بہترین ہے"۔ یہ آیت بڑی وضاحت کے ساتھ اس حقیقت کو اجاگر کر رہی ہے کہ ایک ہی مرجع اور سرچشمہ ہے جس کی طرف ہر چھوٹے بڑے مسئلے میں رجوع کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے اس بنیاد پر جو بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق فیصلے کی حقانیت کا عقیدہ نہ رکھے تو وہ کافر ہے اور اس کا کفر کفر اکبر ہے خواہ وہ کتنا ہی اسلام کا دعویٰ کرے۔

③ وہ حکم / فیصلہ کرنے والا جو اللہ کے حکم / فیصلے کو ٹھکراتا نہیں نہ ہی اس کا انکار کرتا ہے لیکن اس کی خلاف ورزی میں حکم / فیصلہ کرنے کو جائز قرار دیتا ہو

یہ بھی پہلے کی طرح کفر اکبر کے ساتھ کافر ہو گیا کیونکہ ایسی شئے کے جواز کا عقیدہ رکھتا ہے جس کا حرام ہونا صحیح، صریح اور قطعی نصوص سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ، وَ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰى فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ مَاۤ اُولٰٓىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ، وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ، وَ اِنْ یَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْۤا اِلَیْهِ مُذْعِنِیْنَ، اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ، اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ، وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَخْشَ اللّٰهَ وَ یَتَّقْهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ(النور:52-46)﴾"البتہ تحقیق ہم نے آپ کی طرف واضح نشانیاں اتاری ہیں اور اللہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف راہ دکھاتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم نے اطاعت کی ہے پھر اس کے بعد ان کا ایک گروہ پلٹ جاتا ہے اور یہ لوگ مومن نہیں ہیں اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے مابین حکم / فیصلہ کرے تو ان کا ایک گروہ پلٹ جاتا ہے اور اگر ان کے حق کی بات ہو تو اس کی طرف فرمانبردار ہوئے جاتے ہیں کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا وہ شک کر رہے ہیں یا ڈر رہے ہیں کہ اللہ

اور اس کا رسول ان کے ساتھ زیادتی کرے گا نہیں بلکہ یہ لوگ ہی ظالم ہیں در حقیقت مومنوں کو جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ / حکم کر دے تو وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اور اللہ سے ڈرے گا اور بچے گا تو یہی لوگ کامیاب ہیں"۔

④ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم / فیصلہ کرنے والا یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم / فیصلے سے اچھا ہے لیکن یہ عقیدہ رکھے کہ اس کی طرح کا ہے:

یہ بھی پہلے دو کی طرح ہے یعنی ایسے کفر کا مرتکب ہے جو دین سے نکال دیتا ہے کیونکہ اس کے عقیدے کا تقاضا ہے کہ خالق اور مخلوق برابر ہیں نیز وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوریٰ:11)﴾ "اس کی مثل کچھ نہیں ہے"۔ اور اس جیسی دیگر آیات۔ کی مخالفت اور ان کی ضد کا ارتکاب کر رہا ہے جبکہ یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کمال صرف رب تعالیٰ کو حاصل ہے اور وہ اپنی ذات وصفات، افعال، اور لوگوں کے باہمی اختلافات کے فیصلے کرنے میں یکتا و تنہا ہے مخلوق کی طرح نہیں ہے بلکہ اس میں مماثلت سے پاک ہے۔

⑤ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم / فیصلے کرنے والا اللہ اور اس کے رسول کے حکم / فیصلے جات کی حقانیت کا منکر نہ ہو لیکن یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کا حکم ان کے حکم سے اچھا اور کامل اور لوگوں کے اختلافات کے فیصلوں سے متعلق ان کی ضروریات کو زیادہ بہتر انداز میں پورا کرنے والا ہو سکتا ہے اور یا تو وہ مطلق طور پر یہ عقیدہ رکھے یا دور حاضر کی ترقی اور بدلتے ہوئے حالات کے نتیجے میں رونما ہونے والے نت نئے واقعات وحادثات کے متعلق اس طرح کا عقیدہ رکھے

تو یہ شخص بھی بلاشبہ کفر اکبر کا مرتکب کافر ہے کیونکہ حلیم وحمید کے حکم / فیصلے پر مخلوق کے احکام / فیصلہ جات کو فضیلت دے رہا ہے جبکہ ان کی حیثیت پراگندہ خیالات اور بودے افکار سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

⑥ جو یہ عقیدہ رکھے کہ اسلامی نظام دور حاضر کے لئے قابل عمل نہیں ہے

یہ بھی بلاشبہ کفر اکبر کا مرتکب کافر ہے کیونکہ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم / فیصلہ ہر زمان ومکان کے لئے موزوں ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا جبکہ اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والی انسانیت سے فرمایا:﴿وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ۔ (شوریٰ:10)﴾ ”اور تم جس بھی بات میں اختلاف کرو تو اس کا حکم / فیصلہ اللہ کی طرف (لوٹادو)“۔ نیز فرمایا:﴿وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ(حشر:7)﴾ ”اور رسول تمہیں جو کچھ بھی دے اسے لے لو اور جس سے وہ تمہیں منع کرے اس سے باز آجاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ اللہ سخت ترین سزا دینے والا ہے“۔ نیز فرمایا:﴿وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا(الکھف:26)﴾ ”اور وہ اپنے حکم میں کسی کو بھی شریک نہیں کرتا ہے“۔

⑦ یہ عقیدہ رکھے کہ اسلام ہی مسلمانوں کے پیچھے رہ جانے کا سبب ہے

(یہ شخص بھی کفر اکبر کا مرتکب ہے کیونکہ اللہ کے حکم پر کسی اور کے حکم کو مقرر کر رہا ہے اور اللہ کے حکم کو ہیچ قرار دے رہا ہے۔ مترجم) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ، اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ(الجاثیۃ:19-18)﴾ ”پھر ہم نے آپ کو دین کی واضح راہ پر متعین کر دیا ہے سو آپ اس پر چلتے رہئیے اور ان لوگوں کی خواہشات پر مت چلئے جو جانتے ہی نہیں ہیں کیونکہ وہ اللہ کے مقابلے میں آپ کے کچھ کام نہ آسکیں گے اور بے شک ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے“۔ نیز فرمایا:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ(الحجرات:1)﴾ ”اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سننے والا ہے“۔

⑧ یہ عقیدہ رکھے کہ اسلام صرف بندے کے رب سے تعلق کا نام ہے اور اسے زندگی کے دیگر پہلوؤں میں داخل نہ سمجھے

(یہ شخص بھی کفر اکبر کا مرتکب ہے کیونکہ اللہ کے حکم کا انکار کر رہا ہے اور اللہ کے علاوہ کے حکم کا اقرار کر رہا ہے۔ مترجم) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ عَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ(الیوسف:67)﴾ ”نہیں ہے حکم / فیصلہ مگر صرف اللہ کا اسی پر میں توکل کرتا ہوں اور اسی پر توکل کرنے والوں کو توکل کرنا چاہئیے“۔ نیز فرمایا﴿اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَ هُوَ اَسْرَعُ

الْحَاسِبِيْنَ(الانعام:62)﴾"خبر دار حکم / فیصلہ اسی کا ہے اور وہ سب سے تیز حساب لینے والا ہے"۔ نیز فرمایا:﴿قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ(آل عمران:154)﴾"معاملہ سارا کا سارا اللہ ہی کے اختیار میں ہے"۔ نیز فرمایا:﴿بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا(الرعد:31)﴾"بلکہ معاملہ سارا اللہ ہی کے اختیار میں ہے"۔ نیز فرمایا:﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ(النور:63)﴾"تم آپس میں رسول کو بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسا تمہارا ایک دوسرے کو بلانا ہوتا ہے اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو چپکے سے نظر بچا کر کھسک جاتے ہیں سو ان لوگوں کو ڈرتے رہنا چاہیئے جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں کہ انہیں فتنہ آگھیرے یا انہیں دردناک عذاب گھیر لے"۔ نیز فرمایا:﴿وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ، وَ هُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ(القصص:70-69)﴾"اور آپ کا رب جانتا ہے جو ان کے دل چھپائے ہوئے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پہلے اور آخر میں اسی کے لئے حمد ہے اور اسی کے لئے حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤگے"۔

⑨ یہ سمجھتا ہو کہ اللہ کا حکم یعنی چور کا ہاتھ کاٹنا اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا دور حاضر کے لئے مناسب نہیں ہے

(یہ بھی کفر اکبر کا مرتکب ہے کیونکہ جاہلیت کے حکم کو اللہ کے حکم سے اچھا قرار دے رہا ہے اور اللہ کے حکم کو قبول کرنے سے انکار کر رہا ہے۔مترجم)اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا(الاحزاب:36)﴾"کسی مومن یا مومنہ کے لئے جائز نہیں جب اللہ اور اس کے رسول نے فیصلہ دے دیا کہ انہیں اپنے معاملے میں اختیار مل جائے (کہ چاہیں تو قبول کرلیں چاہیں تو مسترد کردیں)اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ واضح گمراہی میں پڑگیا"۔ نیز فرمایا:﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا(النساء:65)﴾"پس آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتے حتی کہ آپ کو اپنے اختلاف میں حاکم / فیصل مان لیں، پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلے سے تنگی محسوس نہ کریں اور پوری طرح تسلیم کرلیں"۔ نیز فرمایا:﴿وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا

یُشۡرِكُوۡنَ(القصص:68)﴾ ''اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اختیار کرتا ہے ان کے لئے اختیار نہیں ہے اللہ پاک ہے اور جنہیں وہ شریک قرار دیتے ہیں ان سے بہت بلند ہے''۔

⑩ وہ حاکم جو اللہ کے سوا شریعت سازی (قانون / دستور سازی) کے حق کا دعویدار ہو

اللہ کے سوا شریعت سازی (یعنی عام قوانین اور اللہ کی شریعت / قانون کے مد مقابل قانون بنانے) کا دعویٰ دو باتوں پر مشتمل ہے (جس کے سبب وہ کفر اکبر کا مرتکب کافر قرار پاتا ہے۔ مترجم):

① اللہ کی شریعت کو مسترد کر دینا کیونکہ جب تک اسے مسترد نہیں کرے گا اس کے بدلے اس کے علاوہ کو نہیں لا سکتا۔

② اللہ کے حقوق میں سے ایک حق پر ڈاکہ ڈالنا یعنی حکم / فیصلہ اور شریعت سازی کا حق جس کا وہ دعویدار بن گیا۔

یہ جاننا مناسب ہے کہ اس باب میں ہر وہ شخص داخل ہے جو عام وضعی قوانین پر چلتا ہو اور انہیں ایسا نظام قرار دیتا ہو جس کی طرف وہ تحاکم یعنی فیصلے کے لئے جاتا ہو خواہ اس نے یہ نظام اپنی جانب سے بنایا ہو یا مشرق و مغرب یا کہیں اور سے بر آمد کیا ہو یہ جاہلیت کا نظام ہو گا اور ان سب کا ایک ہی حکم ہے۔

درج ذیل نکات کے ذریعے ہم حکم / فیصلے میں اللہ تعالیٰ کے یکتا و تنہا ہونے اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ چاہنے کا مقام و مرتبہ اور اہمیت اجاگر کر سکتے ہیں:

① توحید عبادت کی نسبت سے

اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ کرنا در حقیقت اللہ کو اطاعت میں تنہا قرار دینا ہے اور اطاعت عبادت کی اقسام میں سے ایک قسم ہے (بلکہ عبادت ہے ہی اطاعت کا نام جیسا سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ملاحظہ ہو تعظیم قدر الصلاۃ:436/1 نیز گذشتہ صفحات میں ہم نے تفصیلی دلائل پیش کر کے اطاعت کو عبادت ثابت کیا ہے) اور یہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کے سوا اور کسی کی جائز نہیں ہے۔ اور اس اطاعت کو اسی صورت میں ثابت کیا جا سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کو حکم / فیصلے میں یکتا تنہا مانا جائے، اور فقط اسی

کی شریعت / قانون کی اتباع کی جائے، یہی اسلام کی حقیقت ہے چنانچہ جو اللہ کے ساتھ اس کے حکم میں کسی اور کو شریک کرتا ہو وہ اس مشرک کی طرح ہے جو اس کی عبادت میں کسی اور کو شریک کرتا ہو ان دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (الیوسف:40)﴾ ”نہیں ہے حکم مگر اللہ ہی کے لئے اس نے حکم دیا ہے کہ تم عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی یہی مضبوط دین ہے“۔

نیز فرمایا:﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا(البقرۃ:256)﴾ ”پس جس نے طاغوت کے ساتھ کفر کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے ایسے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو ٹوٹتا نہیں“۔

نیز فرمایا:﴿وَ هُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ(قصص:70)﴾ ”اور وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پہلے اور آخر میں اسی کی حمد ہے اور اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے“۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کا تقاضا ہے کہ تحلیل (حلال قرار دینا) وتحریم (حرام قرار دینا) میں اللہ کو یکتا و تنہا مانا جائے (کیونکہ کسی کے لئے اس حق کو ثابت کرنا اس کی عبادت کرنا ہے اور عبادت اللہ کے لئے ہے۔ مترجم) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ(توبۃ:31)﴾ ”یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا اور عیسیٰ ابن مریم کو حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا مگر صرف یہ کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ان سے پاک ہے جنہیں وہ اس کا شریک بناتے ہیں (یعنی ان کے علماء اور درویش)

② توحید علمی خبری کی نسبت سے

اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ کرنا چاہنا توحید ربوبیت کی بھی قسم ہے کیونکہ اس میں اللہ کے اس حکم / فیصلے تنفیذ و تطبیق ہے جو کہ اس کی ربوبیت اور اس کی کمال سلطنت و کمال تصرف کا تقاضا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ نے انہیں کہ جن کی اللہ کے نازل کردہ کے علاوہ میں اتباع کی جاتی ان کی اتباع کرنے والوں کے ارباب (جمع رب) کہا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:﴿اِتَّخَذُوْٓا

اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ(توبۃ:31)﴾ ”انہوں نے اپنے علماء اور بزرگوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا(یعنی اللہ کے نازل کر دہ کے بغیر تحلیل و تحریم میں ان کی اتباع کرنے لگے۔ مترجم) اور مسیح ابن مریم کو (یعنی انہیں اللہ کا بیٹا اور جزء قرار دے کر) حالانکہ انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا مگر اس بات کا کہ وہ عبادت نہ کریں مگر ایک معبود کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ان (یعنی علماء بزرگان دین) سے پاک ہے جنہیں وہ اس کا شریک (یعنی تحلیل و تحریم کے حق میں) قرار دیتے ہیں“۔ایسے ہی اللہ کو رب مان کر راضی ہو جانے کی حقیقت کا بھی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم / فیصلہ میں یکتا و تنہا مانا جائے اور تخلیق (پیدا کرنا) اور امر (حکم کرنا) کو اس کے ساتھ مخصوص مانا جائے جیسا کہ فرمایا:

﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ(اعراف:54)﴾ ”خبر دار پیدا کرنا اور حکم کرنا اسی کے لئے ہے“۔

نیز فرمایا:﴿وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ(قصص:68)﴾ ”اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اختیار کرتا ہے ان کے اختیار نہیں ہے اللہ پاک ہے اور جنہیں وہ شریک ٹھہراتے ہیں ان سے پاک ہے“۔

نیز فرمایا:﴿قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ(آل عمران:154)﴾ ”کہہ دیجئے معاملہ سارا کا سارا اللہ ہی کے لئے ہے“۔

معلوم ہوا کہ امر (معاملہ / حکم) سارا کا سارا اللہ ہی کے لئے ہے یعنی صرف اسی کے اختیار اور بس میں ہے خواہ امر کونی قدری ہو (جس کا تعلق اس کی مشئیت و قدرت سے ہو) یا شرعی دینی (جس کا تعلق اس کے نازل کردہ احکام سے ہو)

③ اس نسبت سے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک حَکَمٌ بھی ہے

جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:”ان اللہ ھو الحکم والیہ الحکم“ بے شک اللہ حَکَم (فیصلہ / حکم کرنے / بنانے والا) ہے اور اسی کی طرف حکم (فیصلہ / حکم کرنا / بنانا) ہے“۔(ابوداؤد۔نسائی)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا (انعام:114)﴾"کیا میں اللہ کے سوا کوئی حَکَم (حکم / فیصلہ کرنے / بنانے والا) ڈھونڈلوں"۔

نیز فرمایا:﴿ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ(ممتحنۃ:10)﴾"یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے مابین کیا ہے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے"۔

نیز فرمایا:﴿يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ(اعراف:87)﴾"اللہ ہمارے مابین فیصلہ فرمادے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے"۔

نیز فرمایا:﴿وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ(یونس:109)﴾"اور صبر کر حتی کہ اللہ فیصلہ فرمادے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے"۔

نیز فرمایا:﴿حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ(یوسف:80)﴾"میں یہیں رہتا رہوں گا حتی کہ میرے والد مجھے اجازت دے دیں یا اللہ ہی میرے بارے میں فیصلہ کردے اور وہ بہترین حاکم ہے"۔

نیز فرمایا:﴿وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ(ھود:45)﴾"اور تیرا وعدہ یقینا سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے"۔

نیز فرمایا:﴿وَ اللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ وَ هُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ(رعد:41)﴾"اور اللہ ہی حکم کرتا ہے اور کوئی اس کے حکم سے پیچھے رہنے والا نہیں اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے"۔

نیز فرمایا:﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ(انعام:57)﴾"نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ کے لئے وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے"۔

نیز فرمایا:﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ(التين:8)﴾ ”کیا اللہ سارے حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے“۔

اور اللہ کے اس اسم مقدس پر ایمان لانے کا لازمی تقاضا ہے کہ صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے قانون سے فیصلہ لیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا(کہف:26)﴾ ”ان کے لئے اس کے سوا کوئی مدد کرنے والا نہیں ہو سکتا اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہی نہیں ہے“۔

نیز فرمایا:﴿وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ۔(شوریٰ:10)﴾ ”اور تم جس بھی چیز میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ / حکم اللہ کی جانب سے ہے“۔

④ وہ حاکم جو وضعی قوانین (خود ساختہ / بناوٹی / انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین) کے ذریعے حکومت / فیصلہ کرتا ہو

اس طرح کے قوانین کے ذریعے فیصلے اور حکومت کرنے سے کافر ہونے کی تین بنیادی وجوہات ہیں جن میں سے ہر ایک اسے کافر قرار دیتی ہے اور بسا اوقات وہ ایک ہی فرد میں یکجا بھی ہو جاتی ہیں اور کبھی کسی میں چند ایک پائی جاتی ہیں یہ وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:

① اللہ کے نازل کردہ حکم / فیصلے کو چھوڑ کر اس سے اعراض کرنا، کیونکہ وضعی قوانین کے ذریعے حکم / فیصلہ کرنے کے لئے لامحالہ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ کو ترک کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ(المائدۃ:44)﴾ ”اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی کافر ہیں“۔ اس آیت کے سبب نزول میں غور وفکر کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ شادی شدہ زانی پر حد نہ لگانا اور اسے ترک کر دینا ہی کفر ہے ایسے ہی اس سلسلے میں اللہ کی مقرر کردہ حد کے علاوہ کوئی اور سزا دینا یہ الگ کفر ہے اس طرح یہاں دو جرم ہوئے اور دونوں ہی کفریہ ہیں۔ اللہ کی متعین کردہ حد زنا کو ترک کر دینا (یعنی اس سے اعراض برتنا اور اس سے پھر جانا اور پابندی نہ کرنا یا اسے نافذ نہ کرنا اور ایسا کرنے کو جائز سمجھنا اور گناہ نہ سمجھنا) زنا کی کوئی اور سزا مقرر کرنا یا اس پر چلنا یا اس پر متفق، متحد ہو جانا۔ چنانچہ جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کرنے کو محض ترک کر دے اگرچہ اس کے علاوہ کے مطابق حکم نہ کرے تو وہ بھی کفر اکبر کا مرتکب ہوا (واضح رہے کہ ترک کر دینے سے یہ مراد نہیں کہ عمومی احکامات کے مطابق حکم نہ کرے تو وہ بھی کفر اکبر کا مرتکب ہوا) واضح رہے کہ ترک کر دینے سے یہ مراد نہیں

کہ عمومی احکامات شرعیہ اور حدود کو ترک کر دے بلکہ معنی یہ ہے کہ جو جنس حکم یا جنس حد کو ترک کر دے مثلاً حد زنا کے نفاذ کو مطلقاً ترک کر دے اگر چہ اس کے بجائے کوئی اور حکم نہ لائے تو وہ اس حد سے کفر اعراض اور کفر تولّی (پھر جانے کا کفر کی بناء پر کافر ہوا اور یہ کفر اکبر نہیں)

② اللہ کی شرع (قانون) کے خلاف شرع (قانون) بنانا جو کہ وضعی قوانین ہی ہیں چنانچہ جو شخص بھی ایسا قانون بنائے جو اللہ کے قانون کے خلاف ہو اس نے کفر اکبر کا ارتکاب کیا کیونکہ مخلوق کے لئے قانون سازی کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے اور اسی کا فعل ہے اور اس میں اللہ کو یکتا و تنہا مانے بغیر توحید کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (یوسف)﴾ ”نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ کے اختیار میں“۔ نیز فرمایا: ﴿وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا (الکھف)﴾ ”اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا“ اس بناء پر جو اللہ کے سوا لوگوں کے لئے قانون سازی کرے گویا اس نے خود کو اللہ کا اس کی ربوبیت والوہیت میں شریک قرار دے دیا اور خود کو لوگوں کا رب قرار دے دیا اور اس بناء پر وہ کافر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ (شوری:21)﴾ ”کیا ان کے ایسے شرکاء ہیں جو ان کے لئے ایسے قوانین کو دین قرار دیتے ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی“۔ اس نص سے ثابت ہوا کہ جو بھی لوگوں کے لئے ایسے قوانین بنائے جن کا اللہ نے حکم نہ دیا ہو تو گویا اس نے خود کو اللہ کا اس کی ربوبیت میں شریک قرار دے دیا اور جو بھی اس کی اس سلسلے میں اطاعت کرے اور اس کے بنائے ہوئے قوانین پر چلے اس نے اسے اللہ کے ساتھ شریک مان لیا۔ اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”یعنی وہ آپ کے لئے اللہ کے بنائے ہوئے دین پائیدار کے قانون پر نہیں چلتے بلکہ ان قوانین پر چلتے ہیں جو جناتی اور انسانی شیطانوں نے ان کے لئے بنائے ہیں کہ جن بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام (مختلف کیفیات کے حامل حلال جانور) کو انہوں نے حرام کر دیا انہیں حرام مان لیتے ہیں اور مردار ، خون اور جوا وغیرہ جنہیں انہوں نے حلال کر دیا ان کو حلال مان لیتے ہیں ایسے ہی دیگر گمراہیاں اور جاہلیت کی باطل رسمیں جو انہیں نے ایجاد کر لیں تھیں جن میں تحلیل (حلال کرنا) تحریم (حرام کرنا) باطل عبادات اور حرام اموال سب کچھ ہوتے تھے“۔ (تفسیر ابن کثیر: 4/111)

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی روشنی میں جو بھی کسی شئے کو اللہ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے ہوئے اپنے قول یا فعل کے ذریعے مستحب یا واجب قرار دے جبکہ اللہ نے اسے مشروع نہ قرار دیا ہو تو اس نے ایسی شریعت سازی (قانون

سازی) کی جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا اور جو اس سلسلے میں اس کی اتباع کرے اس نے اسے اللہ کا ایسا شریک قرار دے دیا جو دین میں ایسے قوانین بناتا ہو جس کا حکم اللہ نے نہ دیا ہو"۔(اقتضاء الصراط المستقیم ص:207 مطبوعۃ المدنی)

③ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ وَّ لَا یُشۡرِکُ فِیۡ حُکۡمِہٖۤ اَحَدًا(الکہف:26)﴾"اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں بناتا"اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگوں کے لئے ایسے قوانین بنائے جن کا حکم اللہ نے نہ دیا ہو تو گویا اس نے خود کو اللہ کے مخلوق کے لئے قانون سازی کے حق میں اس کا شریک بنالیا جبکہ اللہ اس سے بالاتر ہے بہت ہی بالاتر اور اس نے اپنا فیصلہ بیان کر دیا ہے کہ وہ اپنے حکم اور قانون سازی کے حق میں یکتا و تنہاء ہے اور کسی کو شریک نہیں کرتا۔

④ نیز فرمایا:﴿اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُحِلُّوۡنَہٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوۡنَہٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوۡا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فَیُحِلُّوۡا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ ؕ زُیِّنَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ اَعۡمَالِہِمۡ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡکٰفِرِیۡنَ(توبۃ:37)﴾"درحقیقت نسیٔ (حرمت والے مہینوں کو مقدم و مؤخر کرنا) کفر میں بڑھ جانا ہے اس کے ذریعے کافروں کو گمراہ کیا جاتا ہے وہ ایک سال اسے حلال قرار دیتے ہیں اور ایک سال اسے حرمت والا قرار دیتے ہیں تاکہ اللہ نے جو تعداد حرام کی ہے اس سے موافقت کرلیں چنانچہ جو اللہ نے حرام کیا اسے حلال کرلیتے ہیں ان کے لئے ان کے برے اعمال خوبصورت بنادیئے گئے ہیں اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا"۔ نسیٔ یعنی حرمت والے مہینوں میں تقدیم و تاخیر اللہ کے قانون کے خلاف قانون ہے اللہ نے حرمت والے مہینوں یعنی محرم، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور رجب میں قتال کو حرام کر دیا لیکن اہل جاہلیت جب ان میں سے کسی مہینے میں لڑنا چاہتے تو اسے حلال قرار دے دیتے اور اس کے بدلے کسی اور حلال مہینے کو حرام قرار دے دیتے تاکہ جس تعداد کو اللہ نے حرام کیا ہے اس سے مطابقت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے قانون کے خلاف اس قانون سازی کو کفر میں اضافہ قرار دیا اور کفر میں اضافہ بھی کفر ہی ہے اس طرح اللہ کے قانون کے خلاف قانون بنانے والا کافر ہوا۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:"قرآنی لغت کے مطابق کسی میں اضافہ اس کا ہی حصہ ہوتا ہے نہ کہ اس کے علاوہ کا چنانچہ نسیٔ بھی کفر ہے اور ایک عمل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال کیا جاتا ہے چنانچہ جو بھی اللہ کے کسی حرام کردہ کو حلال قرار دے اور اسے معلوم ہو کہ اللہ نے اسے حرام کیا ہے تو وہ اپنے اس فعل کی وجہ سے ہی کافر ہو جاتا ہے"۔(الفصل لابن حزم:245/3 طباعت المحققۃ)

ابن حزم کی جانب سے یہ تصریح ہے کہ جو اللہ کے حرام کردہ کو حلال یا حلال کردہ کو حرام قرار دے وہ کافر ہے اور بسا اوقات وہ فقط اس طرح کرنے سے ہی کافر ہو جاتا ہے اگرچہ اس کے مطابق عقیدہ نہ رکھے اس طرح کہ ایک عالم کی جانب سے کسی حکم شرعی کو بیان کر دیا گیا اس کے باوجود وہ مخالفت کرتے ہوئے اللہ کے حرام کردہ کو حلال یا اس کے حلال کردہ کو حرام قرار دے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں تفصیلی گفتگو کی ہے چنانچہ بدعتیوں کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پیش کرتے ہیں۔فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ(مائدۃ:87)﴾"اے ایمان والو جن پاکیزہ چیزوں کو اللہ نے حلال کیا تم انہیں حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو کیونکہ اللہ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا"۔اس کے بعد اس آیت کا سبب نزول اور بعض صحابہ کا نکاح نہ کرنا یا گوشت ترک کر دینا وغیرہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:فصل:یہاں چند مسائل ہیں:

① کسی حلال کو حرام کرنے یا اس جیسے کسی اور کام کی چند صورتیں ہیں:

① تحریم حقیقی(یعنی حقیقت میں حرام قرار دینا)ایسا کفار کرتے ہیں جیسے بحیرہ،سائبہ،وصیلہ اور حام(چند حلال جانور جنہیں مشرکین مکہ نے مخصوص کیفیات میں حرام کر دیا تھا)اور وہ تمام اشیاء جنہیں کفار نے محض اپنی رائے سے حرام کر دیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ(النحل:116)﴾"اور کسی چیز کو اپنی زبان سے جھوٹ موٹ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ پر جھوٹ بولو کیونکہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے"۔ایسے ہی اس سے ملتی جلتی تحریم(حرام کر دینا)جو کہ مسلمانوں میں واقع ہے اور محض رائے کی بناء پر حرام کر دیا جاتا ہے۔الخ"۔(الاعتصام:1/328)

اپنے اس کلام کے ذریعے امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی طرف تنبیہ کی ہے کہ انسان کا کسی شئے کو زھد کی بناء پر ترک کر دینے اور اللہ کے قانون کے بخلاف حلال یا حرام قرار دینے(جو کہ کفر ہے)کے مابین فرق ہے جبکہ اہل جاہلیت نے جن حلال جانوروں کو مخصوص کیفیات میں حرام قرار دیا تھا اس میں اور جن اشیاء کی مسلمان محض رائے کی بناء پر حرام قرار دے دیتے ہیں کچھ فرق نہیں ہے اور وضعی قوانین بنانے والے بھی بالکل یہی کام کرتے ہیں امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے مقام پر مزید صراحت

کی ہے فرماتے ہیں: "جب بدعات کی حقیقت پر غور کیا جائے تو ان کے مراتب مختلف ہوتے ہیں ان میں سے بعض کفر صریح ہوتی ہیں مثلاً جاہلیت کی وہ بدعت جس کی طرف قرآن نے اشارہ کیا: ﴿وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ(انعام :136)﴾ "اور اس نے جو کھیتی اور جانور پیدا کئے انہوں نے اس میں سے ایک حصہ مقرر کر لیا اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شرکاء کا ہے پھر جو ان کے شرکاء کا ہوتا ہے وہ اللہ کی طرف نہ ملتا اور جو اللہ کا ہوتا وہ ان کے شرکاء کی طرف مل جاتا وہ بہت ہی برا فیصلہ کرتے ہیں"۔ نیز فرمایا: ﴿وَ قَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا وَ اِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ(انعام:139)﴾ "اور وہ کہتے کہ جو ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے وہ ہمارے مردوں کے لئے مخصوص ہے اور ہماری بیویوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہو تو وہ اس میں شریک ہیں عنقریب اللہ انہیں ان کے اس بیان کی سزا دے گا بے شک وہ حکمت والا علم والا ہے"۔ نیز فرمایا: ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ وَّ لٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ(مائدہ:103)﴾ "اللہ نے نہ تو بحیرہ بنایا ہے نہ ہی سائبہ نہ وصیلہ نہ ہی حام لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کی اکثریت عقل نہیں رکھتی ہے"۔ ایسے ہی منافقین کی بدعت کہ انہوں نے دین کو جان ومال کی حفاظت کا ذریعہ بنالیا ایسے ہی دیگر امور جن کے کفر بواح ہونے میں کچھ شک نہیں ہو سکتا"۔ (الاعتصام:2/3)

ایسے ہی دیگر امور میں سب سے پہلے اللہ کے قانون کی مخالف وضعی قوانین داخل ہوتے ہیں کیونکہ یہ قوانین جاہلیت کے قوانین کی طرح ہی ہیں اور اللہ کے علاوہ کسی اور کی جانب سے قانون سازی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ(توبۃ:31)﴾ "اور انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا اور عیسیٰ بن مریم کو حالانکہ انہیں حکم نہیں دیا گیا مگر اس بات کا کہ وہ ایک معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جنہیں وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ان سے پاک ہے"۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچی تو وہ شام بھاگ گئے اور وہ جاہلیت میں عیسائی بن گئے تھے تو ان کی بہن اور ان کی قوم کے کئی لوگ قیدی ہوئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بہن پر احسان کیا اور انہیں بہت کچھ دیا وہ اپنے بھائی کے پاس گئیں اور انہیں اسلام لانے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ترغیب

دینے لگیں چنانچہ عدی مدینہ آئے اور وہ اپنی قوم کے سردار تھے اور ان کے والد حاتم الطائی مشہور سخی تھے تو لوگ ان کی آمد کے متعلق باتیں کرنے لگے پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حال میں آئے کہ ان کی گردن میں چاندی کی صلیب تھی اور آپ ﷺ یہ آیت پڑھ رہے تھے: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ(توبۃ)﴾ "انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا"۔ کہتے ہیں میں نے کہا: انہوں نے ان کی کبھی عبادت نہیں کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: (بلیٰ انهم حرموا عليهم الحلال واحلوا لهم الحرام فاتبعوهم فذلك عبادتهم اياهم) "کیوں نہیں انہوں نے ان پر حلال کو حرام کیا اور حرام کو ان کے لئے حلال کیا تو انہوں نے ان کی اتباع کی پس یہی ان کی ان کے لئے عبادت کرنا ہے"۔ (احمد، ترمذی، ابن جریر)

عدی بن حاتم کی اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن کہا ہے۔ نیز امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ: 7/67)

ہمارے موقف میں اللہ کے سوا قانون سازی کفر ہے کے متعلق اس حدیث میں اسی طرح دلیل ہے کہ اس حدیث کے مطابق ایسا کرنے والا یعنی حلال کو حرام اور حرام کو حلال اور اللہ کے حکم کے بغیر قانون سازی کرنے والا گویا اپنے آپ کو اللہ کے سوا لوگوں کا رب قرار دیتا ہے اور اس کے واضح کافر ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "حذیفہ بن یمان اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی اس آیت ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ(توبۃ: 31)﴾ "انہوں نے اپنے علماء اور اپنے بزرگوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا"۔ کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں کہ انہوں نے ان کی تحلیل و تحریم میں ان کی اتباع کی اور سدی کہتے ہیں انہوں نے رجال سے رائے لینا شروع کر دی اور کتاب اللہ کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا(توبۃ: 31)﴾ "اور انہیں حکم نہیں دیا گیا مگر یہ کہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں"۔ یعنی جس شئے کو وہ حرام کر دے وہ حرام ہے اور جسے وہ حلال کر دے وہ حلال ہے اور وہ جو بھی قانون بنائے اس پر چلا جائے اور وہ جو بھی فیصلہ دے اسے نافذ کیا جائے (توبۃ) "اس کے سوا کوئی معبود نہیں جنہیں وہ اس کا شریک بناتے ہیں وہ ان سے پاک ہے"۔ یعنی وہ شرکاء نظراء، مددگاروں، اضداد اور اولاد سے پاک و منزہ و برتر ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ ہی اس کے سوا کوئی رب ہے" (تفسیر ابن کثیر: 349-348/2)

② اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلۡ یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ تَعَالَوۡا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ اَلَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشۡرِكَ بِهٖ شَيۡـئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُوۡلُوا اشۡهَدُوۡا بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ (آل عمران:64)﴾ "اے نبی کہہ دیجئے اے اہل کتاب آؤ ایسی بات کی جانب جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم عبادت نہ کریں گے مگر اللہ کی اور ہم اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کریں گے اور نہ ہی ہم ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب بنائیں گے پھر اگر وہ پھر جائیں تو تم کہہ دو کہ اس بات پر گواہ رہو کہ ہم مسلمان (فرمانبردار) ہیں"۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "اللہ کا فرمان ﴿وَّلَا يَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ﴾ یعنی اس طرح کہ ہم کسی شئے کو حلال یا حرام قرار دینے میں ایک دوسرے کی اتباع نہ کریں گے مگر صرف اس میں جسے اللہ نے حلال کیا ہو یہ اللہ کے اس فرمان کی طرح ہے ﴿اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ﴾ اس کا معنی ہے کہ انہوں نے اللہ کی تحریم و تحلیل کے مدمقابل ان کی تحلیل و تحریم کو قبول کرکے انہیں اپنے رب کے مرتبے پر فائز کرلیا"۔(تفسیر قرطبی)

چنانچہ یہ آیت بھی اس سلسلے میں نص صریح کی حیثیت رکھتی ہے کہ جو بھی اللہ کے سوا لوگوں کے لئے قانون سازی کرے گویا اس نے خود کو ان کا رب قرار دے دیا۔ ان تمام نصوص اور دلائل سے پوری طرح واضح ہو گیا کہ جو بھی اللہ کے سوا لوگوں کے لئے قانون سازی کرتا ہے تو گویا اس نے خود کو اللہ کا شریک اور لوگوں کا رب قرار دے دیا اور وہ اسی بناء پر کافر ہوا اور جو بھی اس سلسلے میں اس کی اطاعت کرے یا اس کے بنائے ہوئے قوانین پر چلے تو گویا اس نے اس کی عبادت کی اور اسے اللہ کے سوا رب بنالیا۔

③ اللہ کے قانون کے مخالف قانون کے ذریعے حکم / فیصلہ کرنا یا وضعی قوانین کے ذریعے فیصلہ / حکم کرنا:

جو بھی اللہ کے قانون کے مخالف قانون کے ذریعے حکم / فیصلہ کرتا ہو مثلاً مختلف ممالک کے حکام اور ججز وغیرہ یا اس کے ذریعے حکم / فیصلہ کرنے کو جائز قرار دیتا ہو جیسے مختلف ممالک کے وزراء جو اس قانون کے مطابق فیصلے کرنے کا حکم دیتے ہیں یا ممبران پارلیمنٹ کہ جن سے ملکی سیاست کے متعلق ان کے اٹھائے ہوئے حلف نامے کے متعلق پوچھا جاتا ہے یہ سب کے سب کفار

ہیں کیونکہ ان سب میں کافر قرار دیئے جانے کی وجہ موجود ہے اور وہ اللہ کے قانون کے مخالف قانون کے ذریعے حکم / فیصلہ کرنا ہے یا تو وہ خود ہی ایسا کرتے ہیں یا ان کی اجازت یا ان کے حکم سے ایسا کیا جاتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا......فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا(النساء:60 تا65)﴾ "کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا زعم ہے کہ وہ آپ کی طرف نازل کردہ اور آپ سے پہلے کے نازل کردہ پر ایمان رکھتے ہیں وہ طاغوت کی طرف فیصلے کے لئے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان انہیں دور کی گمراہی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے ......آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتے حتی کہ آپ کو اپنے تمام اختلافات میں حاکم نہ مان لیں پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلے سے تنگی محسوس نہ کریں اور وہ اسے مکمل طور پر قبول کرلیں"۔

جب اسلام نیا نیا آیا اس وقت مشرکین نے اپنی زندگی میں جاہلیت کے رسم ورواج اور اپنے طاغوتوں اور اپنے قبیلوں کے سرداروں کے قوانین نافذ کئے ہوئے تھے جبکہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ نے اپنی کتابوں میں تحریف کرکے ان کے احکامات بدل ڈالے تھے اور اپنے علماء اور اپنے حکام کے احکامات وقوانین اور ان کی خواہشات پر چلتے تھے وہ علماء اور حکام اللہ کی جانب سے کسی بصیرت اور دلیل کے بغیر انہیں جو کہہ دیتے اسے بلا چوں وچرا ں مان لیتے سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 44 انہی کے متعلق نازل ہوئی اور مسلمان پر قرآن نازل ہوتا رہتا اور خلاف ورزی کی صورت میں انہیں انہی کے مثل قرار دیتا چنانچہ کوئی بھی مسلمان نہ تو مکہ میں نہ ہی مدینہ میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے نہیں ہٹتا سوائے بعض منافقین کے اور اس مسئلہ یعنی تحاکم کے مسئلہ میں اللہ نے انہیں ذلیل ورسواء بھی کیا ہے اور بہت سی آیات کے ذریعے ان کے پول کھولے ہیں یہاں تک کہ ان سب سے واضح علامت یہ بیان کی ہے کہ وہ کتاب وسنت سے اعراض کرکے اپنے طواغیت کے فیصلے مانتے اور ان پر چلتے۔

چنانچہ ہر مسلمان جانتا تھا کہ اسلام میں داخلے اور توحید کو قبول کرنے کی سب سے بنیادی شرط یہ ہے کہ اپنی زندگی کے ہر چھوٹے وبڑے پہلو میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے تسلیم کرلے اور انہی سے ہی فیصلہ چاہے اور ان کے سوا کی طرف کسی حال میں یا کسی بھی پہلو سے فیصلے کے لئے نہ جائے کیونکہ اللہ کے قانون کے علاوہ قانون کی طرف کسی بھی مسئلے میں فیصلہ کے لئے جانا

توحید کی بنیاد کو ڈھادیتا ہے چنانچہ طاغوت کی طرف فیصلے کے لئے جانا ہی اس پر ایمان لانا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنا ہے جیسا کہ سورۃ النساء آیت نمبر 60 سے واضح ہے اور اس مسئلے پر تمام اسلامی مکاتب فکر اور مسالک اور فرقوں کا اتفاق ہے کیونکہ اس مسئلے کا براہ راست دین کی بنیاد کے ساتھ تعلق ہے جس کے بغیر دین قائم نہیں رہتا۔

علاوہ ازیں علماء نے اس حاکم کے کافر ہونے پر بھی اتفاق کیا ہے جو وضعی قوانین کے مطابق حکومت / فیصلے کرتا ہو اگرچہ ایسا کرنے کو وہ جائز نہ سمجھتا ہوں جیسا کہ بہت سے علماء نے بیان کیا ہے جن میں امام ابن تیمیہ و امام ابن القیم اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہم بھی ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "انسان جب متفق علیہ حرام کو حلال قرار دے یا متفق علیہ حلال کو حرام قرار دے یا کسی متفقہ قانون کو بدل ڈالے تو تمام فقہاء کے نزدیک وہ کافر ہے"۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: 3/267)

نیز فرماتے ہیں: "یہ بات تو طے ہے کہ جو کسی ایسے حکم یا نہی کو ساقط کر دے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا تو تمام مسلمانوں حتی کہ یہود و نصاریٰ کے نزدیک بھی وہ کافر ہے"۔ (مجموع الفتاویٰ: 8/106)

نیز امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ قرآن آیا اور دین اسلام نے پہلے تمام ادیان کو منسوخ کر دیا اور جو تورات وانجیل کے احکامات پر چلے اور قرآن پر نہ چلے وہ کافر ہے"۔ (احکام اہل الذمہ: 1/259)

نیز حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (مائدۃ: 50)﴾ "کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں حالانکہ یقین رکھنے والوں کے لئے فیصلے میں اللہ سے بڑھ کر کون اچھا ہو سکتا ہے"۔ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ کا حکم جو ہر طرح کی خیر پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر طرح کی برائی سے منع کرتا ہے جو اس سے اعراض کر کے اس کے علاوہ دیگر آراء یا خواہشات اصطلاحات کی جانب متوجہ ہو جائے جنہیں انسانوں نے اللہ کی طرف سے کسی سند کے بغیر بنایا ہو جیسا کہ اہل جاہلیت کیا کرتے تھے کہ جن گمراہیوں اور جہالتوں کو وہ خود اپنی آراء اور خواہشات کے مطابق بناتے انہی کے مطابق فیصلے کرتے یا جس طرح تاتاریوں نے ملکی سیاست میں وہ احکامات اختیار کئے جو ان کے بادشاہ چنگیز خان نے بنائے

تھے جن میں ان کے لئے یاسق نامی دستور بنایا تھا جو کہ کتابی صورت میں ایسے احکام و قوانین کا مجموعہ تھا جو اس نے مختلف ادیان یہودیت، عیسائیت، اسلام وغیرہ سے اخذ کئے تھے اور اس کے اکثر قوانین محض اس کی اپنی رائے اور خواہش کے مطابق تھے اور وہ اس کی نسل میں ایک ایسی شریعت (قانون) کی حیثیت اختیار کر گئی جسے وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت سے بھی بڑھا دیتے تو جو کوئی بھی اس طرح کچھ کرے وہ کافر ہے اس سے اس وقت تک لڑنا فرض ہے جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف نہ پلٹ آئے اور چھوٹے بڑے کسی بھی معاملے میں اس کے سوا اور کسی کے ذریعے فیصلہ نہ دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ(مائدۃ:50)﴾ "حالانکہ یقین رکھنے والوں کے لئے فیصلے میں اللہ سے بڑھ کر کون اچھا ہو سکتا ہے"۔یعنی اللہ اور اس کے قانون پر غور و فکر کرنے اور اس پر ایمان رکھنے والے اور یہ جاننے والے کے نزدیک کہ اللہ تمام حاکموں کا بڑا حاکم ہے اور اپنی مخلوق پر ماں سے بڑھ کر مہربان ہے اللہ سے بڑھ کر کس کا فیصلہ منصفانہ ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شیئ کو جانتا ہے اور ہر شیئ پر قادر ہے اور ہر شیئ میں عدل کرتا ہے"۔(تفسیر ابن کثیر:2/67)

نیز فرماتے ہیں:"جو بھی وہ پائیدار قانون چھوڑ دے جو محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل کیا گیا اور اس کے سوا دیگر منسوخ قوانین (شریعتوں) سے فیصلہ چاہے اس نے کفر کیا تو جو یاسق کا فیصلہ چاہے اور اسے اللہ کے قانون پر ترجیح دے اس کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے؟اور جو بھی ایسا کرے اس نے تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر کیا"۔(البدایۃ والنہایۃ)

یہ ائمہ دین کے چند اقوال تھے جن میں انہوں نے ہر اس شخص کے کفر پر اجماع نقل کیا جو شریعت اسلامیہ کے علاوہ کی طرف فیصلے کے لئے جاتے اور یہ بات واضح ہے کہ وضعی قوانین منسوخ شدہ شریعتیں نہیں ہیں بلکہ یہ تاتاریوں کے اس یاسق سے ملتے جلتے قوانین ہیں جو یہودیت اور عیسائیت اور اسلامی قوانین سے مل کر بنایا گیا تھا۔بلکہ عصر حاضر کی جاہلیت کے یہ وضعی قوانین تاتاریوں کی یاسق سے بڑا کفر ہیں چنانچہ ان کے مطابق حکم / فیصلہ کرنے یا چاہنے یا بنانے والا بالاولیٰ کافر ہوا۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یاسق اور اس کے بعض قوانین کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:"یہ سب اللہ کی شریعتوں (قانون) کے خلاف ہیں جو انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئیں لہٰذا جو بھی وہ پائیدار شریعت (قانون) چھوڑ دے جو محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین پر نازل کی گئی اور اس کے سوا دیگر منسوخ شریعتوں (قوانین) سے فیصلہ چاہے اس نے کفر کیا تو جو یاسق کا فیصلہ چاہے اور اسے اللہ کے قانون پر مقدم کرے اس کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے اور جو بھی ایسا کرے اس نے تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر کیا۔اللہ تعالیٰ نے

فرمایا:﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ(مائدۃ:50)﴾ ”کیا وہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں حالانکہ یقین رکھنے والوں کے نزدیک فیصلے میں اللہ سے بڑھ کر اچھا کون ہو سکتا ہے“۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شئ کو جانتا ہے اور ہر شئ پر قادر ہے اور ہر شئ میں عدل کرتا ہے۔(تفسیر ابن کثیر:2/67)

نیز فرماتے ہیں: ”جو بھی وہ پائیدار قانون چھوڑ دے جو محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا دیگر منسوخ قوانین (شریعتوں) سے فیصلہ چاہے اس نے کفر کیا تو جو یاسق کا فیصلہ چاہے اور اسے اللہ کے قانون پر ترجیح دے اس کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے؟ اور جو بھی ایسا کرے اس نے تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر کیا“۔(البدایہ والنہایۃ)

یہ ائمہ دین کے چند اقوال تھے جن میں انہوں نے ہر اس شخص کے کفر پر اجماع نقل کیا ہے جو شریعت اسلامیہ کے علاوہ کی طرف فیصلے کے لئے جائے اور یہ بات واضح ہے کہ وضعی قوانین منسوخ شدہ شریعتیں نہیں ہیں بلکہ یہ تاتاریوں کے اس یاسق سے ملتے جلتے قوانین ہیں جو یہودیت اور عیسائیت اور اسلامی قوانین سے مل کر بنایا گیا تھا۔ بلکہ عصر حاضر کی جاہلیت کے یہ وضعی قوانین تاتاریوں کی یاسق سے بڑا کفر ہیں چنانچہ ان کے مطابق حکم / فیصلہ کرنے یا چاہتے یا بنانے کو والا بالاولیٰ کافر ہوا۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یاسق اور اس کے بعض قوانین کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”یہ سب اللہ کی ان شریعتوں (قانون) کے خلاف ہیں جو انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئیں لہٰذا جو بھی وہ پائیدار شریعت (قانون) چھوڑ دے جو محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین پر نازل کی گئی اور اس کے سوا دیگر کے قانون کو مقدم کرے اس کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے اور جو بھی ایسا کرے اس نے تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ(مائدۃ:50)﴾ ”کیا پس وہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں حالانکہ یقین رکھنے والوں کے نزدیک فیصلے میں اللہ سے بڑھ کر اچھا کون ہو سکتا ہے“۔ نیز فرمایا:﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (النساء:60)﴾ ”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو یہ زعم رکھتے ہیں کہ وہ آپ کی جانب نازل کردہ اور آپ سے پہلے نازل کردہ پر ایمان رکھتے ہیں طاغوت کی طرف فیصلے کے لئے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان انہیں دور کی گمراہی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے“۔(البدایہ والنہایۃ:13/19)

اگر کہا جائے کہ ابن تیمیہ اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہما سے پہلے اس مسئلے اور اس سے متعلق اجماع کے حوالے سے علماء اسلام کہاں ہیں؟

تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ: تاتاریوں کے قانون یاسق جس کے مطابق وہ فیصلے کرتے تھے اس کی آمد سے پہلے مسلمان شریعت کو تبدیل کرنے اور وضعی قوانین کے ذریعے فیصلے کرنے سے آگاہ نہ تھے جبکہ تاتاریوں نے بقیہ امت اسلامیہ کو یاسق کے فیصلے ماننے کا پابند نہیں کیا تھا بلکہ ان کے زمانے میں بہت سی ایسی اسلامی ریاستیں تھیں جو شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلے کرتی تھیں سوائے ظلم وستم کے انفرادی واقعات کے جو بعض حاکموں یا قاضیوں کی طرف سے پیش آتے تھے لیکن جب ان تاتاریوں نے اسلام کے دعوے کے باوجود اپنے بزرگ چنگیز خان کے بنائے ہوئے یاسق کی پابندی کی پھر آئمہ دین نے ان کی حالت اور ان کے متعلق شرعی حکم بیان کرنا شروع کیا اور ان آئمہ دین میں سے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔

امام جوینی (پیدائش 419۔وفات 487) اپنے دور کے بعض زندیقوں (جنہیں سیکولر کہا جاسکتا ہے) کے متعلق غیاث الدولۃ نظام الملک جو کہ مشہور عباسی وزیر تھا سے خطاب کرتے ہوئے اور اسے ان کے فتنے سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس تمہید کے بعد میں مرکز خلافت کو علاقوں اور ممالک سے متعلق دین کے لئے ایک تباہ کن فتنے کی اطلاع دینا چاہتا ہوں جس کا اگر تدارک نہ کیا گیا تو وہ اکثر مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے گا اور پھر یہ بحران سنگین ترین صورت اختیار کر لے گا اور ایک ناقابل قبول حقیقت بن جائے گا اور یہ عوام الناس کے لئے سب سے بڑی مصیبت ہے۔ اور جسے اللہ نے اسلام کی مدد کے لئے قائم کیا ہوا ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملت اسلامیہ کے حوض کا احاطہ کرے اور اس فتنے کا مکمل طور پر سدباب کرے چنانچہ اس مملکت کی ذمہ داری اللہ نے جس کو سونپی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ خلقت کو ہلاکت سے بچانے کے لئے تیار ہو جائے۔ زندیقوں اور معطلہ کی طرف سے ایک نئی چیز سامنے آئی ہے جسے انہوں نے تمام اضلاع اور شہروں میں پھیلا دیا ہے اور وہ اللہ کے بندوں کو ہدایت کے راستوں سے ہٹا رہے ہیں اور انہوں نے کچھ مغرور خارجیوں سے مدد حاصل کر رکھی ہے یہ نہ صرف ان کا دفاع کرتے ہیں بلکہ ان کی مدد بھی کرتے ہیں اور خوشحال طبقہ ان کی دلچسپ مجالس اختیار کرنے لگا ہے جن میں دین کی توہین کی جاتی ہے اور مسلمانوں کی شریعت کو مبہم اور پیچیدہ اور مشکل بنا کر پیش کیا جاتا ہے اور ان کے مضبوط ترین مقلدین پیروکاروں میں ان کی تلبیسات کے آثار ظاہر ہونے لگے ہیں اور مسلمان عوام میں الحاد اور انکار کے شبہات پیدا ہونے لگے ہیں اور دین پر حملے بہت بڑھ گئے ہیں''۔ (الغیاثی للجوینی ص382-381 ڈاکٹر عبد العظیم الدیب)

امام جوینی کا یہ کلام مبہم ہے اس میں باطنی و دیگر مراد لیا جاسکتا ہے لیکن دوسرے مقام پر ان کی گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی مراد باطنی نہیں ان کے علاوہ کچھ اور لوگ ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:"خلاصہ یہ کہ جو یہ سمجھتا ہو کہ شریعت کو عقل مندوں کی عقل اور حکیموں کی آراء سے حاصل کیا جاسکتا ہے اس نے شریعت کو ردّ کر دیا اور اس کا یہ کلام شرعی احکام کو ردّ کرنے لا ذریعہ بن گیا اگر اسے جائز قرار دے دیا جائے تو غیر شادی شدہ کو ہمارے اس دور میں رجم کرنا ناجائز ہو جائے گا جیسا کہ اس بات کے قائل کا خیال ہے ایسے ہی خطرناک ترین معاملات میں محض الزام کی بنیاد پر قتل کرنا جائز ہو جائے گا ایسے ہی مسلمانوں کے خلاف جس کی سازشوں کا اندیشہ ہو تو محض اس کی علامت اور اس کے اندازوں کی بناء پر اسے ختم کرنا جائز ہو گا اور بوقت ضرورت زکوٰۃ میں اضافہ بھی جائز ہو جائے گا۔ جبکہ یہ تمام پراگندہ خیالات ہیں اگر انہیں دینی اصولوں پر مسلط کر دیا جائے تو ہر ایک اپنی عقل اور اپنی سوچ کو شریعت قرار دینے لگے گا اور شریعت کو مسترد کر دے گا اور یہ نفسانی خواہشات ہی اس وحی کا درجہ اختیار کر جائیں گی جو رسولوں کی طرف کی جاتی تھی اور پھر زمان و مکان کے اختلاف کے ساتھ ساتھ اس نظریے میں بھی تبدیلیاں آتی رہیں گی بالآخر شریعت کا کوئی مقام و محل نہ رہے گا۔(الغیاثی للجوینی ص 221-220)

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ جوینی ان لوگوں کو مراد لے رہے ہیں جن کے خیال میں کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کے ساتھ طاقت اور سختی سے کام لینا زیادہ مناسب تھا اور وہ چاہتے تھے کہ شرعی احکام میں کچھ اور زیادتی کر دی جائے، مثلاً غیر شادی شدہ زانی کو رجم کرنا یا محض تہمت اور الزام کی بنیاد پر قتل کر دینا وغیرہ ان لوگوں کی نیتیں اگرچہ اچھی تھیں پھر بھی ان کے متعلق شیخ کا کلام ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:"اگر کوئی زیادتی کرنے والا حملہ آور ہو اور شرعی احکام کی حدود سے تجاوز کر دجائے تو یہ دین مصطفی ﷺ سے قطعی علیحدگی شمار ہو گی اور جو یہ جانتے ہوئے کوئی زیادتی کرے کہ وہ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو یہ نافرمان ہو گا جو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہو سکتا۔

لیکن ہر طرح کی تباہی و ہلاکت اس شخص کے لئے ہے جو کبائر کا ارتکاب کرتا ہے اور اسے اپنی رائے کے مطابق جائز اور مشروع سمجھتا ہو۔ حق جس پر چلا جائے وہ فقط وہی ہے کہ سردار کائنات سے اس کا اثبات ملتا ہو اور اس کے سوا جو بھی ہے وہ محال ہے اور حق ظاہر ہونے کے بعد سوائے گمراہی کے کچھ نہیں بچتا۔ اور یہ نظریہ اور ان اکاسرۃ (کسری کی جمع) اور بادشاہوں کے قوانین سے کس قدر ملتا جلتا ہے جو دین اسلام کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور جو بھی اس سے وابستہ ہوا وہ دین سے اس طرح نکل گیا جس طرح بال گوندھے ہوئے آٹے سے نکل جاتا ہے۔(الغیاثی للجوینی ص 221-221)

امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام ان وضعی قوانین پر کس قدر منطبق ہو رہا ہے جو تمام اسلامی ممالک میں عام ہیں کیونکہ یہ وضعی قوانین دراصل مغرب کے عیسائیوں کے بنائے ہوئے ہیں اور امام جوینی شاہی قوانین کو بطور مرجع دین اختیار کرنے والوں کو کافر اور دین سے خارج قرار دے رہے ہیں۔

امام جوینی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام ان لوگوں کے متعلق تھا جو اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکے البتہ انہوں نے کوشش ضرور کی اور امت اسلامیہ امام جوینی کے عہد میں اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے کرتی رہی اگرچہ ظلم و ستم کے کچھ واقعات اور کچھ برائیاں رونما ہوتی رہیں لیکن عام طور پر اللہ کے حکم اور اس کے قانون کی ہی حاکمیت تھی۔

باقی رہا تاتاریوں کا اپنے قانون یاسق کو اختیار کرنا اور اسلام کے دعوے کے باجود اور شریعت اسلامیہ کے سوا اس سے فیصلہ چاہنا تو یہ ایک ایسی نئی مصیبت تھی جو اس سے پہلے اس سطح تک معروف نہ تھی چنانچہ علماء اسلام نے اس کا مقابلہ کیا اور یاسق کے قوانین کی اپنی معلومات کی حد تک اس کے متعلق فتوے دیئے اور اس سلسلے میں اللہ کے حکم کو بیان کیا۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ قانون بہت تیزی سے مٹ بھی گیا تھا اور اس کی عمومی حکومت قائم نہ ہو سکی تھی شاید اس کی وجہ علماء کے اس کے متعلق مضبوط ترین فتاویٰ جات اور اس عنوان پر اس کی تحقیق تھی جس طرح اس کی وجہ تاتاریوں کا امت اسلامیہ میں ڈھل جانا اور بٹ جانا بھی تھا۔

بہر حال کئی صدیوں تک مسلمان ممالک میں اللہ کی شریعت کی حاکمیت قائم رہی اور ان ادوار میں مسلمان غالب اور معزز تھے اللہ کے دشمنوں کو ڈرایا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ بے وقوف حکام آئے جو مغرب اور اللہ کے دشمنوں کے دم چھلے بن گئے اور یہ آئے بھی اس وقت کہ جب امت غفلت میں پڑی تھی اور دنیا کی طرف جھک چکی تھی چنانچہ انہوں نے آکر عمدہ کے بدلے گھٹیا مال کا سودا کیا اور شریعت کو پس پشت پھینک کر اس کی جگہ وضعی کفریہ قوانین اختیار کرلئے بالکل اس طرح جس طرح ہمارے دشمن تاتاریوں نے اس دن کیا تھا جس دن وہ مسلمان ممالک پر قابض ہوئے تھے انہوں نے حکومت کے لئے اپنے بادشاہ چنگیز خان سے حاصل کردہ یاسق کو نافذ کیا۔

مقریزی اس یاسق کی ابتداء کے متعلق لکھتے ہیں: ''اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ چنگیز خان جو کہ مشرقی ممالک میں ملک تاتار کا بانی تھا اس نے جب بادشاہ اولک خان پر فتح حاصل کی اور اسے حکومت حاصل ہو گئی تو اس نے کچھ قوانین اور سزائیں تجویز کیں جنہیں وہ ایک کتاب میں محفوظ کرتا گیا جس کا نام اس نے '' یاسہ '' رکھا جسے بعض لوگ ''یاسق ''کہتے ہیں جب کہ اس کا صحیح نام ''یاسہ'' ہے پھر جب وہ مکمل ہو گئی تو اس نے اسے لوہے کے پتھروں پر منقش کر دیا اور اسے اپنی قوم کی شریعت قرار دیا چنانچہ اس کے بعد انہوں نے اسے اختیار کر لیا حتیٰ کہ اللہ نے ان کی بیخ کنی فرمائی اس طرح چنگیز خان کا زمینی مذاہب میں سے کوئی مذہب نہ تھا۔''(المقریزی الخطط:2/220)

نیز قلقشندی نے علاء الدین الجوینی سے نقل کیا ہے کہتے ہیں: ''چنگیز خان کا دین جس کے مطابق اس کے بعد سزائیں جاری کی گئیں وہ یاسہ تھا جو اس نے تجویز کیا تھا یہ ایسے قوانین کا مجموعہ تھا جو اس نے اپنی عقل اور اپنی سوچ سے مقرر کئے تھے اس میں اس نے قوانین اور حدود ترتیب دیئے تھے اور کبھی کبھی اس کا کوئی قانون شریعت محمدیہ سے مطابقت رکھتا تھا لیکن اس کے اکثر قوانین اس کے خلاف تھے اس نے اسے یاسہ کبریٰ کا نام دیا اس کو لکھوایا اور اس کے متعلق حکم دیا کہ اسے اس کے خزانے میں شامل کر دیا جائے جس کی وارث اس کی نسل کے بعد دیگرے بنے اور اسے اس کے گھر کے چھوٹے بچوں کو سکھایا جائے۔''(المقریزی الخطط:4/310، تاریخ فاتح العالم:62/1 62-)

شیخ حامد الفقی فتح المجید کی تعلیق میں یاسق کے متعلق رقمطراز ہیں: ''اسی کی طرح بلکہ اس سے بھی براوہ شخص ہے جو فرانس کے کلام کو قوانین کا درجہ دے اور جان و مال اور عزت میں اس سے فیصلہ چاہے اور اسے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت سے حاصل کردہ اور واضح شدہ علم پر ترجیح دے یہ بلاشبہ کافر مرتد ہے جبکہ اس پر مُصر ہو اور اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کی طرف رجوع نہ کرے اور وہ اپنا جو بھی نام رکھ لے یا جو بھی اعمال نماز، روزہ، حج وغیرہ کرے اسے کچھ بھی فائدہ نہ ہو گا۔''(فتح المجید)

شیخ محمد بن ابراہیم آلِ شیخ فرماتے ہیں: ''واضح اور سب سے بڑا کفر یہ ہے کہ اللہ کے فرمان کے خلاف ورزی کرتے ہوئے ملعون قانون کو اس قانون کے قائم مقام قرار دیا جائے جسے جبرائیل امین نے محمد ﷺ کے دل پر نازل کیا جو کہ واضح عربی میں ہے تاکہ آپ اس کے ذریعے تمام لوگوں کو ڈرائیں اور اس کے مطابق سب کے فیصلے کریں اور اختلاف کے وقت اس کی طرف رجوع کیا جائے۔جیسا کہ فرمایا:﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ

تَأْوِيلًا(النساء:59)﴾"پھر اگر تم کسی بھی شئے میں باہم اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹادو اگر تم واقعی اللہ اور روزآخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے اور انجام میں سب سے اچھا ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: پہلی قسم یعنی کفر اعتقاد تو اس کی بھی چند اقسام ہیں: "پنجم "شریعت کی مخالفت اور شرعی احکام سے بغض رکھنے اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور (تیاری ، پھیلاؤ، نگرانی ،بنیاد سازی، فرع سازی، تشکیل ،نوع سازی ، فیصلے ،پابندی، ماخذ ومصدر ہونے میں) شرعی عدالتوں سے مشابہ ہونے کے اعتبار سے اور اس اعتبار سے کہ جس طرح شرعی عدالتوں کے مصادر ومراجع ہوتے ہیں جو کہ صرف اور صرف اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہیں اسی طرح ان دستوری، عدالتوں کے بھی مصادر ومراجع ہیں ان تمام اعتبارات سے کفر اعتقاد کی اقسام میں سب سے بڑا اور سب بڑھ کر طے شدہ اور سب سے زیادہ واضح کفر اعتقاد وہ قانون ہے جو مختلف شریعتوں اور بہت سے قوانین (مثلاً فرانسیسی قانون، امریکی قانون ، برطانوی قانون وغیرہ قوانین) اور ان بدعتیوں کے نظریات وغیرہ سے ملا گھڑا گیا ہے جو خود کو شریعت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ایسی عدالتیں بہت سے اسلامی ممالک میں بھرپور طور پر کام کر رہی ہیں جن کے دروازے کھلے ہیں اور لوگ جوق در جوق آتے رہتے ہیں اور ان میں بیٹھے ہوئے ججز کتاب وسنت کے فیصلے کے خلاف ان کے فیصلے اس قانون کے ذریعے کرتے رہتے ہیں اور انہیں اس کا پابند کرتے ہیں اور اسے ان کے لئے ناگزیر اور ضروری قرار دیتے ہیں تو اس کفر سے بڑھ کر اور کون سا کفر ہو گا اور محمد رسول اللہ کی شہادت کو اس سے بڑھ کر اور کس طریقے سے توڑا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے وہی مشہور ومعروف دلائل ذکر کئے ہیں جنہیں ہم تفصیل سے ذکر کر آئے ہیں جنہیں اس مقام پر دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو اے عقلمندوں اور دانشوروں کی جماعت تم کیونکر راضی ہو گئے کہ تم پر تمہارے جیسوں کے قوانین اور تمہارے جیسوں کے افکار مسلط کر دیئے جائیں یا جو تم سے بھی گئے گزرے ہیں جو غلطی کر سکتے ہیں بلکہ ان کی غلطیاں ان کی درستگیوں سے زیادہ ہیں بلکہ ان کے صرف وہی فیصلے درست ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے ماخوذ ہیں خواہ وہ منصوص ہوں یا مستنبط تم ان سے مطالبے کرتے ہو کہ وہ تمہاری جانوں ، تمہارے مالوں ،اور تمہاری عزتوں ، تمہاری ماؤں بہنوں بیویوں اور بیٹیوں اور تمہارے تمام حقوق کے فیصلے کریں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو چھوڑ کر تمہارے فیصلے کرتے ہیں حالانکہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو چھوڑ کر تمہارے فیصلے کرتے ہیں حالانکہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام میں نہ تو خطا کا امکان

ہے نہ ہی اس میں باطل شامل ہو سکتا ہے جو حکیم وحمید کی جانب سے نازل کردہ ہیں اور لوگوں کا اپنے رب کے حکم / فیصلے کے لئے جھک جانا اور اسے مان لینا درحقیقت اپنے خالق کے فیصلے کو مان کر اس کی عبادت کرنا ہے چنانچہ جس طرح اللہ کے سوا خلقت کو سجدہ جائز نہیں اور اس کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں ایسے ہی اللہ کے سوا کسی اور کے حکم / فیصلے کو مان لینا اور اس کے آگے جھکنا جائز نہیں کیونکہ اللہ تو حکمت والا، علم والا، تعریف والا، نرم ومہربان ہے جبکہ مخلوق ظالم، جاہل ہے شکوک وشبہات اور خواہشات میں گھری رہتی ہے ان کے دلوں پر غفلت اور سختی اور اندھیرے چھائے رہتے ہیں چنانچہ عقلمندوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ پر رحم کریں اور خود کو اس فعل سے باز رکھیں کیونکہ ایسا کرنا درحقیقت ان کی عبادت کرنا اور ان کی خواہشات اور اغراض اور ان کی غلطیوں تک کے فیصلے قبول کر لینا ہے اور یہ کفر سے بڑھ کر کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدۃ:44)﴾ "اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو یہی کافر ہیں۔"

ششم: دیہاتی قبائل وخاندان کے بہت سے سرداران وغیرہ اپنے باپ دادا کی حکایات اور ان کی عادات کے مطابق فیصلے کرتے ہیں اور اسے وہ اپنی روایات قرار دیتے ہیں جن کے وہ یکے بعد دیگرے جانشین بنتے ہیں وہ ان کے مطابق فیصلے کرتے ہیں اور بوقت اختلاف جاہلیت کے احکام پر باقی رہتے ہوئے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام سے اعراض کرتے ہوئے انہی روایات کے ذریعے فیصلے چاہتے ہیں۔لاحول ولا قوۃ الاباللہ۔(یعنی ان کا کفر بھی درحقیقت کفر اعتقاد ہے جو کہ ملت سے خارج کر دیتا ہے۔مترجم)۔(تحکیم القوانین:ص5-8)

مندرجہ بالا دلائل اور علماء کے اقوال سے اس بات پر اجماع ثابت ہوا کہ منسوخ شدہ شریعتوں کی طرف فیصلے کے لئے جانا یا ان سے فیصلہ کروانا کفر ہے تو جو یاسہ کا فیصلہ چاہے اور اسے اللہ کے قانون پر مقدم کرے اس کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے؟ بلاشبہ ایسا کرنے والا تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے۔ اور دور حاضر کے قوانین منسوخ شدہ شریعتیں نہیں (جو کہ سابقہ امتوں کے لئے تھیں بلکہ یہ بناوٹی قوانین ہیں جو انسانوں کی ایجاد ہیں۔مترجم) بلکہ تاتاریوں کے اس یاسہ سے ملتے جلتے ہیں جو مختلف شریعتوں مثلاً یہودیت، عیسائیت، اور اسلام وغیرہ سے ملا کر بنایا گیا تھا بلکہ دور حاضر کے قوانین تاتاریوں کے یاسہ سے زیادہ بڑا کفر ہیں۔

آپ غور کریں کہ ان وضعی قوانین کی کوئی بنیاد نہیں ہے جس پر وہ اعتماد کرتے ہوں بلکہ ان کے کفر ہونے کے دلائل مختلف طریقوں سے ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں کیونکہ قانون سازی، حکم، اور فیصلہ لینے / چاہنے کا مسئلہ دین کے ان ممتاز

مسائل میں سے ہے جن کا تعلق ایمان اور توحید سے ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں خلاف ورزی کرنے والے کو بہت سے قطعی دلائل کے ذریعے کافر قرار دیا ہے اور وہ دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ "یہ کفر" کفر دون کفر نہیں ہے جیسا کہ بعض نادان گمان کرتے ہیں۔

اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنا کس صورت میں کفر اصغر یعنی کفر دون کفر ہوتا ہے

جب ان آیات (سورۃ مائدہ آیات 44،47،45) کو عام رکھنا ہی راجح ہے تو سوال پیدا ہوا کہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم / فیصلہ کرنا کفر اکبر (جو کہ دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے) یا کفر اصغر یعنی کفر دون کفر (جو کہ دین سے خارج تو نہیں کرتا البتہ اس کے قریب کر دیتا ہے) تو جمہور علماء کے راجح مسلک کے مطابق اس مسئلے میں تفصیل ہے:"سورۃ المائدہ کی آیت اپنے سبب نزول کے اعتبار سے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر شرکیہ اور طاغوتی نوع کا حکم کرنے میں نص کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اس کے ظاہر و عموم میں وہ دوسری نوع (غیر شرکیہ و غیر طاغوتی) بھی داخل ہے جس میں علماء سلف کا اختلاف ہے شرکیہ اور طاغوتی نوع اس آیت کی بنیاد اور اس کا سبب نزول ہے اسی لئے علماء اس آیت میں مذکور کفر کو حقیقی معنوں میں لیتے ہیں (حقیقی معنی سے مراد کفر اکبر اور مجازی معنوں سے مراد کفر اصغر ہے) کیونکہ قرآن کے الفاظ میں "اصل حقیقت" ہے (نہ کہ مجاز) ایسے کفر لغوی میں اصل کفر حقیقی (یعنی کفر اکبر) ہے چنانچہ مجاز (یعنی کفر اصغر) کی طرف بلا دلیل نہیں پھرا جا سکتا۔

دوسری نوع (غیر شرکیہ اور غیر طاغوتی حکم) جو کہ کفر اکبر تو نہیں البتہ آیت کے الفاظ کے عموم میں اس کا (یعنی دوسری نوع کا) معنی بھی داخل ہے اس لئے خارجیوں نے اس آیت سے اس نوع کے کفر اکبر ہونے پر استدلال کیا تھا اور انہوں نے اس آیت کے سبب نزول اور اس کی تفسیر کا اعتبار نہیں کیا تھا حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے ہر نافرمان (عاصی) کو کافر قرار دے دیا کیونکہ ہر نافرمانی (معصیت) ان کے نزدیک اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنا تھی. جبکہ سلف صالحین نے اس آیت میں مذکور کفر کی تاویل (یعنی اس سے کفر اصغر مراد لیا) اسی لئے تاکہ خوارج کا رڈ کیا جائے جو اس آیت کو بے محل استعمال کرنے لگے تھے چنانچہ علماء نے کہا کہ (لیس الکفر الذی تذھبون الیہ) "یہ وہ کفر نہیں جو تم سمجھ رہے ہو۔" لہٰذا یہ قول یا اس کے دیگر اقوال اس آیت کی تفسیر شمار نہ ہوں گے اس آیت کی تفسیر اس کے سبب نزول کے ذریعے سے آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں جبکہ یہ اقوال اس آیت کی تفسیر نہیں بلکہ خوارج کا رڈ ہیں جو اس آیت کو غلط معنوں میں لیتے تھے۔ لہٰذا حق بات یہی ہے کہ اس آیت کو ان مقامات پر اس کے

ظاہری معنی میں لیا جائے جن مقامات پر یہ منطبق ہوتی ہے مثلاً وہ واقعہ جس کے بعد یہ نازل ہوئی یا اس جیسے دیگر مقامات اور جن مقامات پر یہ آیت منطبق نہیں ہوتی وہاں اس کی تاویل کر لی جائے۔

اس آیت کے سبب نزول کو جاننے والے اور اس میں غورو فکر کرنے والے پر واضح ہے کہ شادی شدہ زانی پر حد قائم نہ کرنے پر اور اس سلسلے میں اللہ کی مقرر کردہ حد کے علاوہ کسی اور قانون یا سزا پر اتفاق کر لینے یا اللہ کے نازل کردہ کے بغیر قانون سازی کرنے یہ حکم ﴿یعنی فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ یہی لوگ کافر ہیں﴾ مرتب ہوتا ہے اس طرح یہ دو جرم ہوئے اور دونوں کے دونوں کفر ہیں۔

❍ : زنا میں اللہ کی مقرر کردہ حد ترک کر دینا) یعنی اس سے اعراض کرنا اور اسے نافذ نہ کرنا یا اس کی پابندی نہ کرنا اور ایسا کرنے کو جائز سمجھنا گناہ نہ سمجھنا۔

❍: زنا کی سزا میں اللہ کی مقرر کردہ سزا سے ہٹ کر کسی بھی قسم کی قانون سازی کرنا یا کسی اور سزا پر متفق و متحد ہو جانا یا کسی اور قانون کی پابندی کرنا۔ یہ وہ کفر ہے جس کے متعلق اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ خواہ متبادل قانون ایک مرتبہ نافذ کیا گیا ہو یا کئی مرتبہ یا بالکل بھی نافذ نہ کیا گیا ہو اللہ کی مقرر کردہ حدود میں سے کسی ایک حد کو محض اعراض کرنا ہی کفر اکبر ہے ایسے ہی اس سلسلے میں اللہ کی مقرر کردہ سزا کے علاوہ کسی بھی دوسری سزا کے لئے قانون سازی کرنا یا اس قانون پر چلنا یا اس کا اہتمام کرنا بھی کفر اکبر ہے۔

لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ جو علماء تفصیل کے قائل ہیں وہ صحیح ہیں جبکہ دور حاضر کے بہت سے علماء جس غلطی کا شکار ہوئے وہ یہ ہے کہ انہوں نے ائمہ کرام کے ان اقوال کو جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم ترک کر دینے کی قدیم صورت کے متعلق تھے انہیں ہمارے دور کی اللہ کے نازل کردہ بغیر طاغوتی اور تشریعی حکم کرنے کی جدید صورت پر منطبق کرنا شروع کر دیا جبکہ جو علماء ان دونوں صورتوں میں فرق کرتے ہیں ان کے نزدیک عبد اللہ بن عباسt وغیرہ کے اقوال کو سمجھنا مشکل نہیں رہتا اور وہ ان کے ان اقوال کو اس صورت پر منطبق کر دیتے ہیں جو کہ غیر مکفرہ ہے یعنی قدیم صورت پر نیز وہ اس صورت میں تکفیر کے لئے جحود کی شرط کا انکار نہیں کرتے ہیں۔ اور اس غیر مکفرہ صورت کا ضابطہ سلف صالحین کی عبارات سے واضح ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کے قانون

کی پابندی کرنے والا ہو اور اسے اپنا دین مانتا ہو یعنی جب کبھی کسی واقعے میں اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کو ترک کرتا ہے تو اللہ کے قانون کے علاوہ حکم نہیں کرتا نہ ہی چاہتا ہے بلکہ اس کا اصل اور عام حکم اللہ ہی کا حکم ہوتا ہے لیکن اگر خلاف ورزی کرے تو اسے گناہ شمار کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جنس حکم کو ترک نہیں کیا نہ ہی کلی طور پر اعراض کیا ہے۔

شیخ محمد بن ابراہیم آلِ شیخ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مشہور مفتی رہے ہیں فرماتے ہیں: "اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم / فیصلہ کرنے والے کے کفر کی دو اقسام ہیں جو کہ دین سے خارج نہیں کرتی ہے تو اس سلسلے میں ابن عباس t کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ "اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی کافر ہیں۔" کی تفسیر میں یہ قول کہ "کفر دون کفر" اور یہ قول کہ "لیس الکفر الذی تذھبون الیہ...... یہ وہ کفر نہیں جو تم سمجھ رہے ہو" گزر چکا ہے اور اسے (کسی مقدمے میں محض خواہش کی بناء اللہ کے نازل کردہ کے بغیر فیصلہ / حکم کرنے پر) محمول کیا جائے گا جبکہ اس کا عقیدہ یہ بھی ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہی حق ہے اور وہ اپنی غلطی اور ہدایت سے ہٹ جانے کا اعتراف بھی کرتا ہو اس طرح کا فعل اگرچہ اسے دین سے خارج تو نہیں کرے گا لیکن یہ بہت بڑی نافرمانی اور کبیرہ گناہوں مثلاً شراب، زنا، چوری، جھوٹی قسم وغیرہ سے بھی بڑا گناہ شمار ہو گا کیونکہ اللہ نے اپنی کتاب میں جس نافرمانی کو کفر کہا ہو وہ اس نافرمانی سے بڑھ کر ہوتی ہے جسے اس نے کفر نہ کہا ہو۔" (تحکیم القوانین ص 7)

علماء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حاکم اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ نہ کرے وہ یا تو ایسا مسلمان ہو گا جو فاسق بھی ہو یا ایسا کافر ہو گا جس کا کفر اسے دین سے خارج نہ کرے بشرطیکہ اس میں دیگر شروط بھی پائی جائیں اور اگر وہ شروط یا ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو جائے تو وہ مسلمان نہیں رہے گا وہ شروط مندرجہ ذیل ہیں:

① اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرنا کسی معین مقدمہ میں ہو یعنی اسے قاعدہ اور عادت نہ بنائے یعنی وہ اللہ کے قانون کا پابند ہو اسے دین مانتا ہو اس کا معنی ہے کہ جب کسی واقعے میں اس نے اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کو ترک کر دیا تو اللہ کے قانون کے سوا کسی اور کی طرف فیصلے کے لئے نہیں گیا بلکہ اس کا اصل اور عام حکم اللہ ہی کا حکم ہو مثلاً کسی چور جو مشہور چور ہو کے متعلق فیصلہ دے تو یہ نہ کہے کہ اس نے اس پر کوڑے مارنے کا فیصلہ کیا ہے یا کچھ اور کیونکہ چور کی سزا تو ہاتھ کاٹنا ہے بلکہ یہ کہے کہ مجرم (جس کے خلاف دعویٰ دائر کیا گیا ہے) نے چوری نہیں کی بلکہ چوری کے مال پر قبضہ کر لیا ہے اور ہم اسے بطور تعزیر کوڑے

مارنے کا فیصلہ دیتے ہیں اور یہاں ہم یہ فرض کرلیں کہ وہ اس متعین مقدمے میں خواہش اور نافرمانی سے کام لے رہا ہے) اور ایسا دعویٰ دائر کرنے والے کو دھوکہ دینے کے لئے کرے تو اس نے اس حالت میں اصل واقعہ کو تبدیل کرکے متبادل واقعہ پر اللہ کے حکم کے مطابق حکم کیا ہے۔

② یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ جس واقعے میں اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ نہیں کیا اس میں اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ کرنا واجب ہے۔

③ یہ عقیدہ نہ رکھے کہ اسے اختیار ہے چاہے تو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ کرے یا چاہے تو نہ کرے نیز یہ یقین بھی رکھتا ہو کہ اللہ کا حکم / فیصلہ ہی حق ہے۔

④ جب اسے یقین ہو جائے کہ اللہ کا حکم اس طرح ہے تو اس کی توہین نہ کرے اور اس بات پر یقین رکھے کہ اللہ کا حکم اسی طرح ہے۔

⑤ جب اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ نہ کرے تو اسے یقین ہو کہ وہ حرام اور انتہائی برے گناہ کا ارتکاب کررہا ہے۔

اور اگر وہ کوئی ایسا قانون لائے جو خود نے یا کسی اور نے بنایا ہو تو وہ اللہ کے حکم کو تبدیل کرنے والا اور اس سے الگ ہو جانے والا شمار ہو گا اور کسی بھی طرح اس قسم میں داخل نہ ہو گا بلکہ اس کا یہ فعل کفر اکبر ہو گا جو اسے دین سے خارج کردے گا۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کا قول کفر دون کفر

طاغوتی اور درباری ملا ابو مجلز اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سورۃ المائدہ کی آیات کی تفسیر میں منقول اقوال کہ ''یہ کفر دون کفر ہے'' نیز ''یہ اس شخص کی طرح نہیں جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور روز آخرت کے ساتھ کفر کرے'' نیز ''یہ وہ کفر نہیں جو تم سمجھ رہے ہو'' سے اس بات کی دلیل لیتے ہیں کہ جو حاکم اللہ کی شریعت کو ٹھکرا دے اور اس سے الگ ہو جائے اور بناوٹی قوانین کے ذریعے فیصلہ کرے

اسے مطلق طور پر کافر قرار نہیں دیا جاسکتا الّا یہ کہ وہ ایسا کرنے کو حلال سمجھے اور اللہ کے حکم کا انکار کردے لیکن اگر وہ وضعی قوانین کے ذریعے فیصلہ کرنے کو جائز نہ سمجھے اور نہ ہی اللہ کے حکم کا منکر ہو تو وہ کفر اصغر کا مرتکب ہو گا اور وہ کہتے ہیں کہ حلال نہ سمجھنے والے اور انکار نہ کرنے والے کو کافر قرار دینا خارجیوں کا طریقہ ہے جیسا کہ لاحق بن حمید ابو مجلز روایت کرتے ہیں کہ جب اباضیہ (خارجیوں کی ایک قسم) نے ان سے اپنے دور کے حکام کے متعلق مناظرہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ(المائدۃ:44)﴾ "اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی کافر ہیں"۔ کو ان ان پر منطبق کرنا چاہا تو ابو مجلز نے ان سے اتفاق نہیں کیا اور کہا کہ وہ فقط نافرمان ہیں کافر نہیں۔

میں کہتا ہوں: ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن مجلز سے مروی اقوال ان لوگوں کے موقف کی دلیل نہیں بنتے جس کا گمان ہے کہ اللہ کے قانون کے بجائے وضعی قوانین اختیار کرنے والا اور انہیں لوگوں کے لئے لازم قرار دے کر ان سے ان کی پابندی کروانے والا اور انہیں اللہ کے قانون (شریعت) پر مقدم کرنے والا اس وقت تک کافر نہیں ہو گا جب تک کہ وہ ایسا کرنے کو جائز نہ سمجھے یا اللہ کے قانون کا انکار نہ کرے۔

یہ طاغوتی اور درباری ملا ان حکام (جو اللہ کی شریعت (قانون) کے بدلے وضعی قوانین اختیار کرتے ہیں) کے اسلام کا دفاع کرنے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ان اقوال کو دلیل بناتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ﴾ "اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہیں کرتے تو یہی لوگ کافر ہیں"۔ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بقول یہ "کفر دون کفر" ہے اور "وہ کفر نہیں جو تم سمجھ رہے ہو"۔

جبکہ اکثر علماء ان روایات کو ضعیف قرار دیتے ہیں جن سے یہ طاغوتی ملا استدلال کرتے ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اعزار رایۃ الاسلام کا اردو ترجمہ شوکت اسلام) البتہ بعض علماء نے ان روایات کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ تضعیف کا قول صحیح اور راجح ہے۔ اس کے باوجود میں فرض کرلیتا ہوں کہ یہ روایات صحیح ہیں تاکہ اس بات کو ثابت کرسکوں کہ یہ روایات ان علماء کی دلیل نہیں بن سکتیں جو ان حکام کو کافر قرار نہیں دیتے جو اللہ کی شریعت (قانون) کے بجائے وضعی قوانین اختیار کرکے انہیں لوگوں کے لئے لازم قرار دیتے ہیں اور لوگوں سے ان کی پابندی کرواتے ہیں اور انہیں اللہ کی شریعت (قانون) پر مقدم کرتے ہیں الّا یہ کہ وہ ایسا کرنے کو جائز سمجھیں یا اللہ کے قانون کا انکار کردیں۔

بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول "یہ وہ کفر نہیں جو تم سمجھ رہے ہو" سے ان حکام کی عدم تکفیر مراد نہیں لی جو اللہ کے قوانین کے بجائے بناوٹی قوانین اختیار کر کے لوگوں کو ان کا پابند کر دیتے ہیں اور انہیں اللہ کی شریعت (قانون) پر مقدم کرتے ہیں کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی زندگی میں خواہ علی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ہو یا اس کے بعد ایسے لوگ موجود ہی نہیں تھے جو یہ گمان بھی رکھتے ہوں کہ مسلمان اللہ کے قانون کے علاوہ کے ذریعے فیصلے کرسکتے ہیں یا کوئی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے قوانین کے خلاف کوئی قانون بناسکتے ہیں اور پھر لوگوں کو اس کا پابند کرسکتے ہیں جب صورتحال اس طرح کی تھی اور پھر خارجیوں نے نصوص سے دلیل لینے اور انہیں سمجھنے میں غلطی کا ارتکاب کیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہ آیت اس طرح نہیں جس طرح وہ مراد لے رہے ہیں لہٰذا ان کے یہ اقوال ان خارجیوں کے جواب کی حیثیت رکھتے ہیں جو علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کو کافر قرار دیتے تھے ایسے ہی نافرمانی کے مرتکب کو بھی کافر قرار دیتے انہوں نے یہ باتیں خارجیوں سے مناظرے کے دوران کہی تھیں اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خارجیوں کے ساتھ مناظروں کو محدثین نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور یہ حکمین (ثالثوں) اختیار کرنے کے اور خارجیوں کا علی رضی اللہ عنہ کو حکمین (ثالثوں) کی تقرری کی بناء پر کافر قرار دے کر ان کے لشکر میں بغاوت ڈالنے کے بعد کی بات ہے علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کے لئے خارجیوں نے اس آیت اور اس جیسی دوسری آیات کو دلیل بنایا تھا مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق علی رضی اللہ عنہ بروز جمعہ منبر پر چڑھے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور پھر خطبہ دیا اور اس میں خارجیوں کی مذمت کی اور لوگوں کو بتایا کہ وہ کیونکر اس معاملے سے الگ ہوئے چنانچہ ابورزین کہتے ہیں: "کہ جب وہ منبر سے اترے تو خارجیوں نے مسجد کے کونوں سے آواز لگائی کہ لا حکم الا للہ یعنی اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہارے سلسلے میں اللہ کے حکم کا ہی منتظر ہوں پھر انہیں چپ رہنے کا اشارہ کیا اور ابھی منبر پر تھے کہ ان میں سے ایک شخص اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آیا اور کہنے لگا: ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِينَ (الزمر:65)﴾ "اگر آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے عمل برباد ہو جائیں گے اور آپ خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے"۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: 5/121)

یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ان سے بلاواسطے مناظرے بھی کئے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے پاس مناظروں کے لئے بھیجا چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آکر ان کے ایک ایک شبہے کا ردّ کیا نتیجتاً ان کی اکثریت پلٹ آئی بہت تھوڑے سے خارجیوں نے نہ مانا چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف قتال کیا۔ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ان کے ساتھ مناظرے میں سے ان کی پہلی دلیل اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جانب سے اس کے جواب پر اکتفاء کرتا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: مجھے بتاؤ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد آپ کے داماد اور مہاجرین وانصار صحابہ سے کیونکر ناراض ہو؟ انہوں نے کہا: تین باتیں ہیں، کہتے ہیں میں نے

کہا: وہ کیا ہیں۔انہوں نے کہا: پہلی بات یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے معاملے میں انسانوں کو حاکم بنایا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ "نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ کے لئے"(یوسف:40)۔نہ کہ انسانوں یا حَکَم (ثالث) کے لئے کہتے ہیں میں نے کہا یہ پہلی بات ہے. پھر کہتے ہیں: میں نے ان سے کہا تم بتاؤ اگر میں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت سے تمہیں ایسی بات پڑھ کر سناؤں جو تمہاری بات کو ردّ کر دے تو کیا تم مان جاؤ گے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔کہتے ہیں میں نے کہا: تم نے کہا کہ انہوں (علی) نے انسانوں کو اللہ کے معاملے میں حاکم بنایا ہے تو میں تم پر ایسی آیات پڑھتا ہوں جس میں انسانوں کی طرف حکم لوٹایا گیا ہے اور وہ بھی خرگوش یا اس جیسے دیگر شکار کی چوتھائی درہم قیمت کے مسئلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ......يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ(المائدہ:95)﴾ "اے ایمان والو تم شکار کو قتل نہ کرو جبکہ تم احرام میں ہو. اس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل کریں گے"۔ پس میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا انسانوں کا ایک خرگوش اور اس جیسے شکار کے متعلق حکم / فیصلہ افضل ہے یا ان کا لوگوں کے جانوں اور ان کی آپس کی صلح کے متعلق حکم / فیصلہ افضل ہے؟ اور تم یہ بھی جان لو کہ اگر اللہ چاہتا تو اس کا فیصلہ بھی خود ہی فرما دیتا اور انسانوں کے ذمے نہ لگاتا۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے عورت اور اس کے خاوند کے متعلق فرمایا ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا(نساء:۳۵)﴾ "اور اگر تم ان کے درمیان جھگڑے سے ڈرو تو ایک حَکَم (فیصل) اس کی طرف سے اور ایک حَکَم (فیصل / حاکم) اس کی طرف سے مقرر کر لو"۔ اس آیت میں اللہ نے انسانوں کے حکم / فیصلے کو نافذ ہو جانے والا قانون قرار دیا ہے۔ کیا میں نے اس (شبہے) سے (تمہیں) نکال لیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں......الخ

(مستدرک حاکم: 152-150 / 2، امام حاکم نے اس روایت کے متعلق فرمایا "صحیح ہے امام مسلم کی شرط پر ہے۔ شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا" امام ذہبی نے ان کی تائید کی ہے۔ نیز مسند احمد: 342 / 1، احمد شاکر کے نزدیک اس کا نمبر 3187 ہے وہ کہتے ہیں: "اس کی سند صحیح ہے" نیز بیھقی فی السنن الکبریٰ: 179 / 8 نیز طبرانی فی المعجم الکبیر نیز مصنف عبد الرزاق نیز المعرفۃ والتاریخ للفسوی نیز جامع بیان العلم لابن عبد البر ص 377-375 بتحقیق عبد الکریم الخطیب)

یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ان سے مناظرے اور ان کے شبہات کا جواب دینے خاص طور پر انسانوں کو حاکم بنانے والے شبہے کو زائل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ان کے خطرات اور شبہات سے مسلمانوں کو محفوظ رکھا جائے چنانچہ انہوں نے خوارج کا اس آیت ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ(المائدۃ:44)﴾ "اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی کافر ہیں" سے دلیل لینے کو غلط قرار دیا اور اس غلطی کا ان کے سامنے انکشاف اور ثابت کیا کہ وہ

اس سے علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے کافر ہونے کی دلیل نہیں لے سکتے لہذا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول "کفر دون کفر" اور "یہ وہ کفر نہیں جو تم سمجھ رہے ہو" کو اس معنی میں لینا مناسب ہے یعنی جو لوگ گناہوں بلکہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسئلہ تحکیم میں کافر قرار دیتے تھے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں انہیں مراد لیا ہے۔

نیز ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اگرچہ ان کے ساتھ ایک خاص تعلق قائم ہو چکا تھا کہ ان سے مناظرے کرتے اور ان کے شبہات کا جواب دیتے لیکن وہ بھی بقیہ صحابہ کی طرح امت اسلامیہ کے لئے خارجیوں کے خطرے کو محسوس کر رہے تھے یہی وجہ ہے کہ ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن ابی یزید کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ان کے سامنے خارجیوں کا اور ان کی عبادت وریاضت کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "وہ یہود ونصاریٰ سے بڑے عبادت گذار نہیں اس کے باوجود بھی وہ گمراہ ہیں"۔(مصنف ابن ابی شیبۃ: 15/313، شرح السنۃ للالکائی: 1322/8)

ایسے ہی ابن طاؤس اپنے والد کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے خوارج کا قرآن کے ساتھ تعلق کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "وہ اس کے محکم پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے متشابہ مقام پر ہلاکت میں ڈال دیئے جاتے ہیں"۔(مصنف ابن ابی شیبۃ: 15/313)

ابو مجلز کا اباضیہ (خارجیوں کا ایک گروہ) کے ساتھ پیش آمدہ واقعہ بھی درج ذیل ہے: "امام طبری فرماتے ہیں: ہمیں محمد بن عبد الاعلیٰ نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا ہمیں معتمر بن سلیمان نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا میں نے عمران بن حدیر سے سنا انہوں نے کہا: ابو مجلز کے پاس عمرو بن سدوس کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے ابو مجلز آپ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ(المائدۃ:44)﴾ "اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی کافر ہیں" کے متعلق کیا کہتے ہیں کیا یہ حق ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ انہوں نے پوچھا: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(المائدۃ:45)﴾ "اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی لوگ ظالم ہیں" کیا یہ بھی حق ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ انہوں نے پوچھا: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ(المائدۃ:47)﴾ "اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کریں تو یہی لوگ فاسق ہیں" تو ابو مجلز فرمانے لگے: "وہ (یعنی حکام) جو کر رہے ہیں وہ کر رہے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یہ گناہ ہے اور درحقیقت یہ آیت یہود ونصاریٰ کے متعلق نازل ہوئیں۔ وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم ہم سے زیادہ تم اس بات کے

مستحق ہو اور جو تم جانتے ہو وہ ہم نہیں جانتے۔ انہوں نے کہا: تم وہی جانتے ہو لیکن تم اپنی بات پر برقرار اس لئے نہیں رہے کہ تمہیں ان کا خوف روک رہا ہے"۔(تفسیر طبری:347/10۔رقم 12026 طبع دارالمعارف)

استاذ محمود احمد شاکر ان دونوں آثار کی شرح کرتے ہوئے حاشیہ نمبر 2 میں فرماتے ہیں:"یا اللہ میں گمراہی سے اظہار براءت کرتا ہوں وبعد، ہمارے دور کے شک گزیدہ اور فتنہ پرور لوگ جو بڑی باتیں بناتے ہیں تاکہ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم کو ترک کرنے اور جان ومال اور عزت کے مقدمات میں اس قانون کو جو اس نے اپنی کتاب میں نازل کیا کہ بغیر فیصلے کرنے اور اسلامی ممالک میں کفار کے قوانین بطور شریعت (نافذ شدہ قوانین) اختیار کرنے کے سلسلے میں حکام کی جانب سے بہانے تراش سکیں جب وہ ان دو آثار سے واقف ہوئے تو انہوں نے ایسی رائے کے طور پر لیا جس کے ذریعے وہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر جان ومال اور عزتوں کے فیصلے کرنے کو درست قرار دے سکیں اور اس بات کی دلیل بنا سکیں کہ عام فیصلہ جات میں "اللہ کے قانون کی مخالفت" مخالف کو یا اس مخالفت پر عمل کرنے والے کو کافر نہیں بناتی حالانکہ ان دونوں آثار میں مذکور نہ تو سائل (سوال کرنے والے) کو جانتے ہیں نہ ہی مسؤل (جس سے سوال کیا گیا) سے واقف ہیں۔ درحقیقت ابو مجلز (لاحق بن حمید الشیبانی السدوسی) ثقہ تابعی ہیں جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے اور ابو مجلز کی قوم بنو شیبان جنگ جمل اور جنگ صفین کے روز شیعان علی رضی اللہ عنہ میں تھی پھر جب جنگ صفین کے روز حکمین (ثالثوں) کا معاملہ ہوا اور خارجیوں نے علیحدگی اختیار کرلی تو علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے والوں میں بنو شیبان کا ایک گروہ بھی تھا ایسے بنو سدوس بن شیبان بن ذھل کے کچھ لوگ بھی تھے اور انہی لوگوں نے ابو مجلز سے سوالات کئے ان کا تعلق بنو عمرو بن سدوس سے تھا جیسا اثر نمبر 1225 میں ہے اور اثر نمبر 12026 کے مطابق یہی اباضیہ کی ایک ٹولی تھی اور اباضیہ درحقیقت خارجیوں حروریوں کی ایک جماعت تھی اور یہ عبداللہ بن اباض التمیمی کے ساتھی تھے اور مسئلہ تحکیم اور علی رضی اللہ عنہ کو کافر قرار دینے میں خارجیوں کی تمام باتوں سے متفق تھے کہ انہوں نے حکمین (ثالث) مقرر کئے اور مسئلہ تحکیم میں اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ نہیں کیا۔

لیکن پھر عبداللہ بن اباض نے کہا کہ خارجیوں کا مخالف کافر ہے مشرک نہیں اس طرح اس نے اپنے ساتھیوں کی مخالفت کی اور خارجی اس بات پر قائم رہے کہ ان کے مخالفین پر مشرکین کے احکام جاری ہوں گے۔ عبداللہ بن اباض جو کہ ان کا لیڈر تھا اس کے الگ ہونے کے بعد اباضیہ بھی الگ ہوگئے لیکن یہ ہم نہیں جانتے کہ اس کے ساتھ ملے یا نہیں اور ان دو آثار میں سوال کرنے والوں کا تعلق اباضیوں کے کون سے فرقے سے تھا۔ البتہ تمام اباضی فرقے یہ کہتے تھے کہ ان کے مخالفین کا دور دارالتوحید ہے

سوائے خلیفہ کے معسکر کے وہ ان کے نزدیک دار کفر ہے وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اللہ نے اپنی تمام مخلوق پر ایمان فرض کیا ہے۔ اور گناہ کبیرہ کفر نعمت ہے نہ کہ کفر شرک اور کبائر کے مرتکبین جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ جن اباضیوں نے ابو مجلز سے سوالات کئے تھے وہ ان پر حکام کی تکفیر کے سلسلے میں حجت قائم کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ خلیفہ کے معسکر میں رہ رہے تھے اور حکام بسا اوقات نافرمانی اور نواہی کا ارتکاب کرتے تھے اس لئے ابو مجلز نے ان سے کہا تھا جیسا کہ اثر نمبر 12025 میں ہے۔ پھر اگر وہ اس میں سے کچھ ترک کردیں تو مانتے ہیں کہ انہوں نے گناہ کیا ہے"۔ چنانچہ ان کا سوال اس سلسلے میں نہ تھا جس سے ہمارے دور کے بدعتی دلیل لے رہے ہیں یعنی جان ومال اور عزتوں کے فیصلے مسلمانوں کے قانون کے مخالف قانون کے ذریعے کرنا اور نہ ہی کسی ایسے قانون کے متعلق سوال تھا جو مسلمانوں کو پابند کرتا ہے کہ اللہ کی کتاب میں اس کے رسول کی زبانی بیان کردہ قانون اور فیصلے کے علاوہ کے ذریعے فیصلہ چاہیں یہ فعل تو اللہ کے حکم سے اعراض اور اس کے دین سے بے رغبتی ہے اور اس میں کفار کے احکام کو اللہ کے حکم پر مقدم کرنا لازم آتا ہے اور یہ بلاشبہ باتفاق اہل قبلہ کفر ہے البتہ ان میں اس کے کہنے والے اور اس کی طرف بلانے والے کی تکفیر میں اختلاف ہے نہ اس پر عمل کرنے والے کی تکفیر میں۔ جبکہ ہم جس دور میں رہ رہے ہیں اس میں اللہ کے حکم (قانون) کو بالعموم استثناء چھوڑ دیا گیا ہے اور اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کے حکم پر دیگر احکام کو ترجیح دی جاتی ہے اور اللہ کے قانون میں جو کچھ بھی ہے اسے مکمل طور پر معطل کیا جاچکا ہے بلکہ اب معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ بناوٹی قانون کو اللہ کے نازل کردہ قوانین پر فضیلت دی جاتی ہے اور اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ احکام شریعت (شرعی قوانین) ہمارے زمانے کے لئے نہیں اترے اور چونکہ اب وہ علتیں اور وجوہات باقی نہ رہیں جن کی بناء پر وہ احکام نازل ہوئے تھے لہٰذا اب یہ احکام (قوانین) بھی کلی طور پر ختم ہوچکے ہیں۔

ابو مجلز کی حدیث میں اور بنی عمر بن سدوس کی اس تحریک میں یہ سب کہاں ہے؟ اور اگر ابو مجلز کی اس حدیث میں اسی طرح کی صورتحال ہوتی کہ اباضیوں کی یہ مراد ہوتی کہ خلیفہ نے شرعی قوانین میں کسی ایک حکم کی مخالفت کی ہے اس بناء پر وہ کافر ہے تو تاریخ اسلام میں صرف یہی ایک ایسا واقعہ نہ ہوتا کہ کسی حاکم نے ایک قانون بناکر اس کے مطابق فیصلے کرنے کو لازم قرار دیدیا ہو اور اگر دیگر واقعات کے مطابق کسی حاکم نے کسی متعین مقدمے میں اللہ کے قانون کے بغیر کوئی فیصلہ دیا تو یا تو وہ جاہل تھا اس صورت میں یہ اللہ کے قانون سے جاہل کا معاملہ ہوا یا اس نے ایسا خواہش اور معصیت کی بناء پر کیا تو یہ گناہ ہوا جس کی توبہ ممکن ہے اور اس کی بخشش کی جاسکتی ہے یا اس نے تمام علماء کی مخالفت کرتے ہوئے کسی تاویل کی بناء پر ایسا کیا اس صورت میں اس کا حکم

وہی ہو گا جو ہر اس متأول کا ہوتا ہے جو اپنی تاویل میں کتاب و سنت کے نصوص کا اقرار کرنے والا ہوتا ہے۔ اور یہ صورت کہ ابو مجلز کے زمانے میں یا ان سے پہلے یا ان کے بعد کسی حاکم نے کسی معاملے میں شریعت قوانین میں سے کسی ایک قانون کا انکار کرتے ہوئے یا کفار کے قوانین کو مسلمانوں کے قوانین پر ترجیح دیتے ہوئے کوئی فیصلہ دیا ہو تو ایسا کبھی نہیں ہوا چنانچہ ابو مجلز اور اباضیوں کے کلام کو اس معنی میں لینا ممکن نہیں۔

اور جو بھی ان دو آثار اور ایسے دیگر آثار کو ان کے اصل معنی سے ہٹ کر استعمال کرے تاکہ کسی حاکم کی مدد کر سکے یا اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے اور اسے اللہ کے بندوں پر نافذ کرنے کو جائز قرار دینے کی کوشش کرے تو اس کا شرعی حکم وہی ہو گا جو اللہ کے احکام میں کسی ایک حکم کے منکر کا ہوتا ہے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اگر کر لے تو ٹھیک اور اگر اصرار کرے اور گھمنڈ میں مبتلا رہے اور اللہ کے حکم کا انکار کر کے متبادل قوانین سے راضی ہو تو اپنے کفر پر مصر کا فر کا حکم دنیدار جانتے ہیں۔

یہاں میں ابو جعفر کا کلام نقل کر دوں جو کہ صفحہ 358 کے بعد ہے جس کی ابتداء یہاں سے ہے "فان قال قائل" اگر کوئی کہے تو اس کے متعلق فیصلہ کن بات یہ ہے. ان دو آثار سے اور اس آیت کی تفسیر منقول ان جیسے دیگر آثار سے غلط استدلال کرنے والوں کے متعلق تفصیلی گفتگو محتاج تفصیل و بیان ہے جیسا کہ میں نے ابھی لکھا ہے"۔ کتبہ محمود شاکر (تفسیر طبری 348/1 حاشیہ نمبر 2 طبع دار المعارف)

شیخ محمود شاکر کی اس گفتگو کے ساتھ میں درج ذیل امور کا اضافہ کرنا چاہوں گا: ابو مجلز کی سیرت سے واقف شخص درج ذیل امور ملاحظہ کر سکتا ہے:

① انہوں نے خارجیوں کو اہمیت دی چنانچہ وہ علی رضی اللہ عنہ اور خارجیوں کے واقعے کو روایت کرنے والوں میں سے ہیں اور انہوں نے ہی یہ روایت کی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو خوارج پر حملہ کرنے سے منع کر دیا تھا حتیٰ کہ وہ کوئی نیا کام کر لیں چنانچہ جب ان کا گزر عبد اللہ بن خباب رضی اللہ عنہ اور ان کی حاملہ لونڈی کے پاس سے ہوا تو انہوں نے انہیں قتل کر دیا جیسا کہ مشہور واقعہ ہے (ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبۃ: 323-308/15 رقم 19769-19739)

ممکن ہے ان کا اپنے دور میں کبھی اباضی و دیگر خوارج کے ساتھ واسطہ پڑا ہو۔

② وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں بسا اوقات منصب امارت پر فائز کیا گیا ان کے حالات زندگی لکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ قتیبہ بن مسلم الباہلی کے ساتھ خراسان آئے تھے بلکہ ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ اہل مرو ابو مجلز کے پاس آئے اور انہیں اپنا امیر بنا دیا حتی کہ وکیع بن ابی اسود تشریف لائے (مخطوطہ میں اسی طرح ہے) انہوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ قتیبہ بن مسلم کے ساتھ ان کے خیمے میں ہی ٹھہرتے تھے اور بارہ رکعت نفل ادا کرتے تھے (ملاحظہ ہو تاریخ دمشق:18-17/18/6،8 مخطوطہ الدار بالمدینہ) اور جب ایک محدث اپنے ساتھیوں کے ساتھ فقہ اور حدیث کے متعلق مذاکرے کرتا ہو اور اس کا تعلق امراء سے بھی ہو تو اباضیہ کا اس کے پاس مناظرے کے لئے آنا (خاص طور پر اس لئے بھی کہ وہ خلیفہ کے معسکر کو جس میں امراء بھی تھے ،معسکر شرک کہتے تھے) اور اس کا انہیں مذہب حق اہل السنۃ والجماعۃ کے مطابق جواب دینا فطری امر ہے یہی بات ہے جو امام طبرانی نے اپنی تفسیر میں ان کے متعلق نقل کی ہے۔

③ ابو مجلز کا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی تعلق تھا عمر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں خراسان کے متعلق جاننا چاہتا ہوں میرے پاس کوئی سچا آدمی تلاش کر کے لاؤ تو ان سے کہا گیا کہ ابو مجلز تو انہوں نے انہیں تلاش کیا اور پھر ان سے سوالات کئے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ طبری 559/6۔ الکامل لابن اثیر:52-51/5 مطبوع)

④ واضح رہے کہ ابو مجلز کا حکام سے تعلق نفس کو مقدم رکھ کر تھا خود فرماتے ہیں: میں کبھی کسی امیر کے در پر نہیں بیٹھا میں اس کے پاس اس وقت گیا جب اس نے اپنا قاصد بھیجا تو میں اس قاصد کے ساتھ اس کے پاس گیا۔ (تاریخ دمشق: 18/9)

⑤ عمر بن عبد العزیز کے اپنے دور میں خارجیوں کے ساتھ اختلاف رہتے تھے انہوں نے ان پر کئی بار حجت قائم کی اور وہ عموماً ان سے راضی رہے اور جبکہ عمر بن عبد العزیز ابو مجلز پر اعتماد کرتے تھے لہٰذا ممکن ہے ان کے بھی خارجیوں سے بعض مناظرے ہوئے ہوں۔

⑥ اباضیہ کے متعلق شیخ محمود شاکر کی گفتگو بیان کی جاچکی ہے جس سے ان کی حالت پر سے پردہ اٹھتا ہے میں اس میں کچھ اور اضافہ کرتا ہوں:

یہ عبد اللہ بن اباض کبار صحابہ جن میں سر فہرست خلیفہ راشد عثمان بن عفان اور خلیفہ راشد علی بن ابی طالب پر الزام لگایا کرتا تھا کہ وہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم / فیصلہ کرتے ہیں چنانچہ وہ اس سلسلے میں وارد شدہ آیات کی روشنی میں اس کے نزدیک کافر تھے اور جو ان کے بعد آئے مثلاً معاویہ رضی اللہ عنہ و دیگر خلفائے بنو امیہ تو بلاشبہ یہ اباضیہ کے نزدیک ان سے بھی بڑے کافر تھے (نعوذ باللہ من ذلک) کیونکہ سوائے معاویہ اور عمر بن عبد العزیز کے سب میں ظلم و جور پایا جاتا تھا اور اس بارے میں اباضیہ کا منہج واضح ہے کہ وہ ظلم و جبر بلکہ اس فعل کو بھی جو ظلم و جبر نہیں مثلاً عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کا حکمین (ثالثوں) کو مقرر کرنا اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم / فیصلہ شمار کرتے تھے اور جو اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرتا ہے وہ کافر ہوتا ہے۔

لہٰذا ابو مجلز اور اباضیہ کے اس واقعے میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا اور ابو مجلز کی بات ہی حق ہے اور اباضیہ کا قول باطل ہے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے چنانچہ اس جیسے واقعے کو اسلامی ممالک میں اللہ کے حکم سے بغاوت اور وضعی قوانین کی حاکمیت اور لوگوں کو اس کا پابند کرنے کے جائز ہونے پر کس طرح دلیل بنایا جاسکتا ہے۔

وضعی (بناوٹی) قوانین کے ذریعے فیصلہ کرنے والے حکام کے اسلام کا دفاع کرنے والوں کے شبہات اور ان کا ردّ

اللہ کے قانون کے بدلے وضعی قوانین اختیار کرنے والے حکام کے اسلام کا دفاع کرنے کے لئے بہت سے شبہات پیش کئے جاتے ہیں اور اس طرح کے شبہات کو پھیلانے میں یہ طاغوتی حکام دو بنیادوں پر اعتماد کرتے ہیں:

① اپنے علماء و مشائخ اور اپنی شناخت کے حوالوں پر۔

② بہت سی ایسی جماعتوں پر جو یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ ان کی بنیاد دعوت اسلام ہے جب تک ان جماعتوں کا پول نہ کھل جائے اور اسلام سے ان کی لاتعلقی ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک یہ جماعتیں ان لوگوں کے شبہات و دلائل کو پھیلاتی اور عام کرتی رہتی ہیں جو اللہ کے قانون کے بدلے وضعی قوانین اختیار کرنے والے حکام کو کافر قرار نہیں دیتے۔

میں ان شبہات اور ان کے جوابات کو اللہ کی مدد سے بیان کر رہا ہوں تاکہ عوام الناس ان شبہات کا شکار نہ بنیں۔

پہلا شبہ: نبی ﷺ نے عبداللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین پر حد قذف قائم نہ کر کے اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ نہیں کیا۔

جواب: یہ ایسا شبہ ہے جس کا پیش کرنے والا کافر ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں نبی ﷺ کی گستاخی ہے اس لئے کہ اس میں نبی ﷺ پر یہ الزام لگایا جارہا ہے کہ آپ نے اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ نہیں کیا اور نبی بھی وہ کہ جو اپنے لاڈلے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہتے تھے (أتشفع فی حد من حدود الله انما اهلك الذين قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد وايم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها) "کیا تو اللہ کی حدود میں سے ایک حد میں سفارش کرتا ہے تم سے پہلے لوگوں کو اس بات نے ہلاک کیا کہ جب ان میں امیر چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے اور اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹوں گا"۔ (بخاری۔ مسلم)

میں عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں پر حد قذف کے قائم کیے جانے سے متعلق ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبداللہ الحمیدی کی کتاب "المنافقون فی القرآن" کا کچھ حصہ نقل کر دیتا ہوں انہوں نے اس معاملے کو بہت ہی جید انداز میں سمیٹا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: "جن لوگوں نے صریح طور پر تہمت لگائی تھی ان پر نبی ﷺ نے حد قذف قائم کی یا نہیں اس سلسلے میں علماء نے تین اقوال پر اختلاف کیا ہے:

① آپ نے ان میں کسی پر بھی حد قائم نہیں کی کیونکہ حد اثبات اور اقرار کی صورت میں لگائی جاتی ہے جبکہ ایسا کچھ بھی حاصل نہ ہوا تھا ماوردی اسی کے قائل ہیں جیسا کہ ابن حجر نے (فتح الباری: 8/497) میں ذکر کیا ہے۔

② آپ نے عبداللہ بن ابی کے سوا سب پر حد قائم کی تھی ابن القیم اسی کے قائل ہیں۔(زاد المعاد: 115-114/2)

اس قول کی ایک دلیل سنن ترمذی کی یہ حدیث بھی ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمیں بندار نے حدیث بیان کی، ہمیں ابن ابی عدی نے محمد بن اسحاق سے خبر دی انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر سے انہوں نے عمرۃ سے انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا فرماتی ہیں: "جب میری معذرت (براءت) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور اس کا ذکر کیا اور قرآن پڑھ کر

سنایا پھر جب اترے تو دو آمیوں اور ایک عورت کے متعلق حکم دیا چنانچہ انہوں نے ان پر حد قائم کی"۔ یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اسے محمد بن اسحاق کی حدیث کے سوا نہیں جانتے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے اسی سند سے روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد نے انہی محمد بن اسحاق سے دوسندوں کے ذریعے روایت کیا ہے جن میں سے ایک مرسل ہے اس میں اس طرح ہے (پھر آپ نے ان دوآدمیوں اور ایک عورت کے متعلق حکم دیا جنہوں نے بے حیائی کی باتیں کی تھیں حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ۔ نفیلی کہتے ہیں کہ :بقول علماء عورت حمنہ بنت جحش تھی)اس حدیث میں تصریح ہے کہ جن پر حد قائم کی گئی وہ تین تھے اور ابوداؤد کی مرسل روایت کے مطابق وہ حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش تھے اور اس میں ابن ابی کا ذکر نہیں ہے۔

اس پر حد قائم نہ کرنے کی وجوہات میں کہا جاتا ہے کہ اس نے واضح تہمت نہیں لگائی تھی بلکہ وہ اس سلسلے میں تحقیقات اور تفتیش کررہا تھا۔ قاضی عیاض بھی یہی کہتے ہیں جیسا کہ ابن حجر نے (فتح الباری:481/8)میں ذکر کیا ہے۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد قائم نہ کی کیونکہ حد قائم کرنے سے زیادہ مصلحت اسی میں تھی جیسا کہ آپ نے اس کے واضح منافق ہونے کے باوجود اسے صرف فتنے کے خوف سے قتل نہیں کروایا کیونکہ اس کی اپنی قوم میں بہت بات تھی تو یہ بھی کہا جاتا ہے آپ نے اس پر حد قائم نہ کی کیونکہ حد تو اہل ایمان پر ان کے گناہوں کے کفارے کے طور پر قائم کی جاتی ہے جبکہ ابن ابی کا منافق ہونا واضح تھا وہ مومن نہیں تھا کہ اس پر حد قائم کی جاتی ابن القیم نے یہ دونوں اقوال نقل کرنے کے بعد دوسرے کو راجح قرار دیا ہے۔(زاد المعاد:115/2)

③ ابن ابی پر بھی دوسروں کی طرح حد قائم کی گئی تھی اور اس کی دلیل طبرانی کی روایت ہے جو انہوں نے سعید بن جبیر تک اپنی سند سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت۔عبداللہ بن ابی، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش میں سے ہر ایک کو عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کی سزا میں 80 کوڑے مارے اس کے بعد سب نے اس سے توبہ کی سوائے عبداللہ بن ابی کے وہ منافق ہی مرا۔امام ہیثمی فرماتے ہیں:اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اس میں ابن لھیعہ ہے اور اس میں ضعف ہے اور اس کے بقیہ رواۃ صحیح بخاری کے ہیں۔(مجمع الزوائد:80/7)

نیز ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ حاکم نے الاکلیل میں ابو اویس عن الحسن عن زید و عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم وغیرہما کی سند سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ ابن ابی ان لوگوں میں سے جنہیں حد میں کوڑے لگائے گئے۔(فتح الباری: 8/481)

بظاہر یہی قول راجح ہے اس کی دو وجوہات ہیں:

① مذکورہ دو روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن ابی پر حد قائم کی گئی اگرچہ یہ تمام روایات مرسل ہیں البتہ ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں نیز اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

② سنن کی روایات سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے تین افراد پر حد قائم کی لہٰذا شرعاً یہ بات ناممکن ہے کہ آپ بعض مجرمین پر حد قائم کریں اور بعض پر نہ کریں(یہ اور بات ہے کہ اس کا جرم ثابت نہ ہوسکا ہو یا اس کا فعل جرم کے زمرے میں نہ آتا ہو یا کوئی اور مانع موجود ہو وغیرہ وغیرہ۔از مترجم)

رہی یہ بات کہ نبی ﷺ نے فتنے کے خوف سے اس پر حد قائم نہ کی تو یہ بات باطل ہے کیونکہ یا تو اس نے اپنے کفر کا اعلان کردیا ہوگا تو اس صورت میں قتل کرنا واجب ہے اور کوئی بھی اختلاف کرنے والا اس کے قتل میں اختلاف نہیں کرسکتا کیونکہ اس صورت میں وہ مرتد ہوگا یا وہ اسلام کا اظہار کرتا ہوگا تو اس صورت میں اس پر حد قائم کی جائے گی جس طرح اس جرم میں دیگر لوگوں پر حد قائم کی گئی اس میں بھی کسی کو اختلاف کی گنجائش نہیں ہوسکتی اور ایسا ہے بھی کہ ابن ابی منافقت کرتے ہوئے اسلام کا اظہار کرتا تھا اسی لئے نبی ﷺ اس کے قتل سے باز رہے تاکہ لوگ باتیں نہ بنائیں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرادیتے ہیں یا آپ نے اس پر حد اس لئے قائم نہ ہوگی کہ آپ اس کی قوم سے ڈرتے ہوں گے اور یہ ناممکن ہے کیونکہ ابن ابی کے بظاہر مسلمان ہونے کا تقاضا ہے کہ نافرمانی کی صورت میں اس پر حد قائم کی جائے اور پھر اس کی قوم کے لوگ کون تھے کیا وہ مومن نہ تھے اور کیا اہل ایمان اپنی قوم کے کسی مجرم پر اللہ کی حد لگانے سے اختلاف کرسکتے ہیں اگرچہ وہ انکا معزز فرد ہی ہو؟ ایسا ایک مومن سے کبھی بھی ممکن نہیں اور رہی بات اس کو قتل نہ کرنے کی تو اس میں اختلاف کیا جاسکتا ہے کیونکہ بظاہر تو وہ ایمان کا اظہار کرتا تھا جس کی وجہ سے اس کی جان محفوظ بن گئی اور پھر کوئی ایسا ظاہری سبب بھی موجود نہ تھا جو اس کے قتل کو واجب کرتا ہو حالانکہ نبی ﷺ نے سوید بن صامت کو مجذر بن زیاد البلوی کے بدلے قصاصاً قتل کردیا تھا لیکن ان کی قوم نے اس کا برا نہ منایا۔

نیز رسول ﷺ ہی پہلی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے کمزور پر حد قائم کرنے اور طاقتور پر حد قائم نہ کرنے کی سب سے پہلے مخالفت کی جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس مخزومی عورت کی حدیث میں فرماتی ہیں جس نے چوری کی تھی کہ نبی ﷺ نے فرمایا:(یا ایھا الناس انما ضل من کان قبلکم انھم کانوا اذا سرق الشریف ترکوہ واذا سرق الضعیف فیھم اقاموا علیہ الحد وایم اللہ لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطع محمد یدھا)"اے لوگو تم سے پہلے لوگ اس لئے گمراہ ہوئے کہ جب کوئی طاقتور چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے اور اللہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد نے بھی چوری کی تو محمد ﷺ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالیں گے"۔(بخاری۔ مسلم)

یہ ناممکن الوقوع ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بات کی مخالفت کریں پھر خود ہی اس کا ارتکاب بھی کریں؟ یہ ناممکن الوقوع ہے کیونکہ یہ ثبوت کے منافی ہے۔(المنافقون فی القرآن ص496-494 طبع دار المجتمع)

دوسرا شبہ: نبی ﷺ نے اور بعض صحابہ نے حلال حرام کیا لیکن کسی نے انہیں کافر نہ کہا۔

اس شبہے کو پیش کرنے والے چاہتے ہیں کہ اگر وضعی قوانین کی حلال کو حرام یا حرام کو حلال قرار دے دیں تو ان کے بنانے والوں اور ان کے مطابق حکم / فیصلہ کرنے والوں کو کیوں کافر قرار دیا جائے جبکہ ان صحابہ کو کافر نہیں کہا گیا جنہوں نے حلال کو حرام کیا۔

اس شبہ میں نبی ﷺ کی گستاخی ہے لہٰذا اس کے متعلق بھی وہی بات کہی جائے گی جو پہلے شبہے کے متعلق کہی گئی۔اس شبہے کو پیش کرنے والوں کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے ان فرامین کی طرف ہے ارشاد فرمایا﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ(التحریم:2-1)﴾"اے نبی جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا آپ اسے حرام کیوں کرتے ہیں آپ اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے تحقیق اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ فرض کیا ہے اور اللہ آپ کا مددگار ہے اور وہ علم والا حکمت والا ہے"۔نیز فرمایا﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ...... لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ (المائدۃ:89-87)﴾"اے ایمان والو جن پاکیزہ چیزوں کو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے تم انہیں حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو......اللہ تمہاری لغو قسموں پر تمہارا مواخذہ نہ کرے گا لیکن جن قسموں کو تم پختہ کرو ان پر تمہارا مواخذہ کرے گا تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے"۔

جواب: اس شبہے کا رد اس صورت میں کیا جا سکتا ہے جبکہ معلوم ہو کہ حلال کو چار طرح سے حرام کیا جا سکتا ہے جن میں بعض صورتیں کفر ہیں اور بعض نہیں ہیں:

① بطور تشریع (قانون بنانا) کے حرام کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جاہلیت کے متعلق نسی (مہینوں کی تقدیم و تاخیر) اور اپنے بتوں کے لئے بعض جانوروں کو وقف کر کے حرام کرنے کے حوالے سے بیان فرمایا ہے ﴿اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا (توبۃ:37)﴾ "درحقیقت نسی کفر میں زیادتی ہے اس کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کیا جاتا ہے جنہوں نے کفر کیا وہ اسے ایک سال حلال کر لیتے ہیں اور اسے ایک سال حرام کر لیتے ہیں"۔ نیز ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّ لَا سَآئِبَةٍ وَّ لَا وَصِيْلَةٍ وَّ لَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (المائدۃ:103)﴾ "اللہ نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام نہیں بنائے لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں"۔ یہ کسی حلال فی نفسہ کو فی نفسہ وفی نفس غیرہ حرام کر دینا ہے۔ یعنی اللہ کے قانون کے خلاف کفریہ قانون سازی کرتے ہوئے حرام کر دینا۔ (یہ کفر ہے جیسا کہ آ رہا ہے)

② کسی شئے کو محض ناپسندیدگی یا عدم ضرورت کی بناء پر ترک کر دینا۔

③ نذر مان کر کسی فعل کو حرام کر لینا اس طرح کہ نذر مانے کہ اللہ کے لئے وہ فلاں مباح فعل نہیں کرے گا۔

④ قسم کھا کر کسی مباح فعل کو حرام کر لینا اس طرح کہ قسم کھائے کہ فلاں مباح کام نہ کرے گا۔

تیسری اور چوتھی صورتیں ہم سے پہلے کی شریعتوں میں جائز تھیں کہ آدمی اپنی ذات پر ایک شئے کو حرام کرے پھر اس کے لئے اس کا کرنا جائز نہیں رہتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کے متعلق بیان کیا ہے کہ ﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ (آل عمران:93)﴾ بنی اسرائیل کے لئے ہر قسم کا کھانا حلال تھا مگر اسرائیل (یعنی یعقوب علیہ السلام) نے تورات کے نازل کئے جانے سے پہلے جو کچھ اپنی ذات پر حرام کر لیا تھا"۔ لیکن ہماری شریعت میں ایسا کرنا منسوخ ہے اب سورۃ تحریم اور سورۃ مائدہ کی آیات نمبر 89-88-87 کی روشنی میں کسی کے لئے جائز نہیں کہ ایسا کرے کہ اپنے اوپر کسی حلال کو حرام کر لے اور اگر کسی نے قسم اٹھا کر یا نذر مان کر ایسا کیا تو اس پر واجب ہے وہ کفارہ دے اور جسے اس نے حرام کیا ہے اس کا ارتکاب کرے۔

اس شبہے کو پیش کرنے والے جن آیات سے دلیل لیتے ہیں ان کا تعلق قسم یا نذر سے ہے کہ نہ کہ بطور قانون کسی حلال کو حرام کر لینے سے البتہ مذکورہ آیات جن سے وہ دلیل لیتے ہیں ان میں اللہ نے ایسی تحریم (حرام کرنا) پر ڈانٹا ہے اس سے منع کیا ہے اور اس کے کفارے کا حکم دیا ہے چنانچہ فرمایا﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ .... قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (التحریم:2-1)﴾"اے نبی جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ اسے کیوں حرام کرتے ہیں. تحقیق اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ فرض کیا ہے"۔ نیز فرمایا﴿لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ .... وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ﴾"جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ کرو. لیکن جن قسموں کو تم پختہ کرو ان پر وہ تمہارا مواخذہ کرے گا تو اس کا کفارہ دس مسکنیوں کو کھانا کھلانا ہے"۔ لہٰذا ان کی پیش کردہ دلیل میں بطور قانون تحلیل وتحریم پر بالکل بھی حجت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس فعل کے مرتکب کو سوائے کافر کے کچھ اور نہیں کہا ہے جیسا کہ فرمایا﴿اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ﴾"درحقیقت نسیٔ کفر میں بڑھ جانا ہے"۔ نیز فرمایا﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ .... وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (المائدۃ:103)﴾"اللہ نے بحیرہ۔ کچھ بھی نہیں بنائے لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں"۔ کسی حلال کو حرام کرنے کی یہ چار صورتیں امام شاطبی نے (الاعتصام 323/1 ومابعد) میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں۔

تیسرا شبہ: نبی ﷺ نے اپنے اس فرمان "فلا تنزلهم على حكم الله ولكن انزلهم على حكمك" "انہیں اللہ کے حکم پر نہ اتار لیکن انہیں اپنے حکم پر اتار"۔ کے ذریعے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنے کو جائز قرار دیا ہے:

یہ شبہ بھی گستاخانہ ہونے کی بناء پر سابقہ شبہات کی طرح ہے کیونکہ اس کے مطابق نبی ﷺ نے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کو جائز قرار دے کر گویا کفر کو جائز قرار دے دیا ہے اور کفر کو جائز قرار دینے والا خود کافر ہوتا ہے تو آپ کے متعلق اس طرح کا گمان بھی کیونکر کیا جاسکتا ہے جبکہ آپ ہی تو اللہ وحدہ پر ایمان اور طاغوت کے ساتھ کفر کا عقیدہ پیش کرنے والے ہیں؟

جواب: یہ شبہ درحقیقت اپنے پیش کرنے والے کی بے پناہ جہالت کی دلیل ہے اور اس کے ذریعے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ بریدہ بن حصیب کی جنگ سے متعلق مشہور حدیث ہے اس میں ہے کہ بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ

ﷺ جب کسی لشکر یا ٹولی پر کسی کو امیر مقرر کرتے تو اسے خاص طور پر اللہ سے ڈرتے رہنے اور اس کے مسلمان ساتھیوں کو خیر کی وصیت کرتے اور فرماتے: (اغزوا بسم الله فی سبیل الله قاتلوا من کفر بالله. واذا حاصرت حصن وارادوك ان تنزلهم علی حکم الله فلا تنزلهم علی حکم الله ولکن انزلهم علی حکمك فانك لا تدری اتصیب فیهم حکم الله امر لا) ''اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں جنگ کرو اور اللہ کے ساتھ ہر کافر سے لڑو. اور جب کسی قلعے والوں کا محاصرہ کرو اور وہ چاہیں کہ آپ انہیں اتار لیں (یعنی ان کا محاصرہ ختم کر لیں اور ان سے صلح کر لیں) تو انہیں اللہ کے حکم پر مت اتارنا لیکن اپنے حکم پر اتارنا کیونکہ آپ نہیں جانتے کہ آپ ان کے متعلق اللہ حکم تک درست پہنچے ہیں یا نہیں۔ ''مسلم''۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنا جائز ہے البتہ اس بات کی دلیل ہے کہ مجتہد کبھی غلطی کرتا ہے اور کبھی درست کرتا ہے اور اس کا درست نتیجے تک پہنچنے کا معنی یہ ہے کہ اس نے اس اجتہادی مسئلے میں اللہ کے حکم سے موافقت کی ہے اور اس کے غلط نتیجے تک پہنچنے کا معنی یہ ہے کہ اس نے اس مسئلے میں اللہ کے حکم کی مخالفت کی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اذا حکم الحاکم فاجتهد ثم اصاب فله اجران واذا حکم فاجتهد ثم اخطا فله اجر) ''جب کوئی حاکم. فیصل حکم / فیصلہ کرنا چاہے اور اجتہاد کرے پھر صحیح پہنچے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر کوئی حاکم کوئی فیصلہ کرنا چاہتا ہے اور اجتہاد کرے پھر غلط پہنچے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔ (بخاری و مسلم)''۔

دراصل رسول اللہ ﷺ اپنے مقرر کردہ امیر کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی نسبت احتیاط سکھا رہے ہوتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں: ''اور جب کسی قلعے کا محاصرہ کرو اور وہ چاہیں کہ آپ انہیں اتار لیں (جبکہ آپ نہیں جانتے کہ اس مسئلے میں اللہ اور اس کے رسول کا حکم کیا ہے چنانچہ آپ اجتہاد کرتے ہیں) تو انہیں اللہ کے حکم پر مت اتارنا (یعنی یہ وعدہ نہ کرنا کہ اس مسئلے میں آپ کا اجتہادی فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق ہے کیونکہ آپ بھی اپنے اجتہاد میں غلطی کر سکتے ہو) لیکن انہیں اپنے حکم پر اتارنا (یعنی انہیں بتا دینا کہ یہ اس مسئلے میں آپ کا اجتہادی فیصلہ ہے) کیونکہ آپ نہیں جانتے کہ آپ ان کے متعلق اللہ کے حکم تک درست پہنچے ہیں یا نہیں) چنانچہ اس حدیث کو اس معنی میں ہی لینا چاہیئے اور اس میں وارد شدہ نص کو نہی تنزیہی یا احتیاط پر حمل کرنا چاہئیے اور اس کی دلیل حدیث کے آخر میں نبی ﷺ کا یہ فرمان ہے (کیونکہ آپ نہیں جانتے کہ آپ ان کے متعلق اللہ کے حکم تک درست پہنچے ہیں یا نہیں) یہی وجہ ہے کہ مفتی کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بقول ابن القیم: ''مناسب ہے کہ مفتی حکم کو اس بات پر گواہ کرے کہ اس نے فلاں شئے کو حلال یا حرام یا واجب یا مکروہ قرار دیا ہے الّا یہ کہ اسے یقین ہو کہ معاملہ ایسے ہی ہے اور اس کے مباح یا حرام یا مکروہ ہونے پر اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے نص موجود ہے''۔ (اعلام الموقعین: 4/175)

لہٰذا ابریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم کرنا جائز ہے بلکہ اس حدیث کو دیگر احادیث کی روشنی میں سمجھنا چاہئیے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم / فیصل کو اجتہاد کرنا چاہئیے اور اس پر اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ کرنا واجب ہے اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلہ نہیں کرتے تو یہ لوگ کافر ہیں فقہاء کا یہی طریقہ رہا ہے کہ پیش نظر نص کو دیگر نصوص کے ساتھ ملایا جائے اور متشابہ کو محکم کی طرف پھیرا جائے اور خاص اور عام پر اپنے اپنے مواقع پر عمل کیا جائے وغیرہ جبکہ ٹیڑھے اور گمراہ لوگ نص کو ان معنی پر حمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن پر وہ منطبق نہیں ہوتا اور ان کا مقصد لوگوں کو بلا دلیل گمراہ کرنا ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِه (آل عمران:7)﴾"اور جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہو تو وہ اس کے متشابہات کے پیچھے لگ جاتے ہیں تاکہ فتنہ بپا کر سکیں اور اس کی حقیقت معلوم کر سکیں"۔

چوتھا شبہ: یوسف علیہ السلام نے مصر کے بادشاہ کے لئے کام کیا جس کا معنی یہ ہے کہ انہوں اس کافر بادشاہ کے قانون کے مطابق حکم / فیصلہ کیا۔

یہ ایک قدیم شبہ ہے جس سے بہت سے ایسے لوگ دلیل لیتے ہیں جو عصر حاضر کے طاغوتوں اور ان کے بنائے ہوئے قوانین کی حقیقت سے آگاہ نہیں جبکہ یہ شبہ باطل ہے اور اس سے دلیل لینا بلاشبہ مردود ہے۔ اس شبہے کے قائلین کا کہنا ہے جب یوسف علیہ السلام کو کافر بادشاہ کے قانون کے مطابق حکم / فیصلہ کرنے کے باوجود کافر نہیں قرار دیا گیا تو دیگر حکام کو اس بناء پر کیونکر کافر قرار دیا جا سکتا ہے؟

اس شبہے کا قائل بھی کافر ہے کیونکہ اس میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی تنقیص کا پہلو ہے اور قاضی عیاض کے مطابق تنقیص بھی گستاخی میں داخل ہے۔(الشفاء) جبکہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے کفر اور کبائر سے معصوم (بچے ہوئے) ہونے پر تمام امت و اہل علم کا اتفاق ہے جیسا کہ قاضی عیاض نے (الشفاء) میں ذکر کیا ہے اور جمہور اہل علم کے نزدیک انبیاء کرام صغائر سے بھی بچے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور کفار کے قانون کے مطابق حکم / فیصلہ کرنا کفر ہے کیونکہ یہ طاغوت کے مطابق حکم / فیصلہ اور طاغوت سے حکم / فیصلہ چاہنا ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ یوسف علیہ السلام اس سے بچے ہوئے ہیں اور محفوظ ہیں کیونکہ وہ ایک نبی تھے اس سے معلوم ہوا کہ یوسف علیہ السلام کفار کے قانون کے مطابق حکم / فیصلہ نہیں کرتے تھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام کو طاغوت سے بچنے اور اس کے ساتھ کفر کرنے کے لئے بھیجا جیسا کہ فرمایا﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا

اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل:36)﴾"اور ہم نے ہر امت میں یقینا رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو"۔ تو کیا یوسف علیہ السلام کو طاغوت سے بچنے کا حکم دیا گیا لیکن وہ اس سے بچے نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام ایک مضبوط اور با اختیار شخصیت تھے اور اپنی اور اپنے والد یعقوب علیہ السلام کی اپنی شریعت کے مطابق فیصلے کرتے تھے اور اسی بناء پر انہوں نے اپنے بھائی بنیامین کو چپکے سے لے لیا تھا کیونکہ ان کی شریعت قانون میں چور کی یہی سزا تھی اس کے علاوہ یوسف علیہ السلام اپنے دین کا اظہار کرتے اور کفر اور کفار سے براءت کرتے ہوئے اور ان کے راستے کو بے وقوفانہ قرار دیتے ہوئے لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے تھے حتیٰ کہ جب وہ جیل میں تھے اس وقت بھی دعوت سے باز نہ آئے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی دعوت نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے ﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (یوسف:40-39)﴾"اے میرے جیل کے ساتھیوں کیا بہت سے رب الگ الگ بہتر ہیں یا یکتاء وغالب اللہ تم اس کے سوا محض چند ناموں کو ہی پوجتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری نہیں ہے حکم / فیصلہ مگر صرف اللہ ہی کا اس نے حکم دیا ہے کہ تم عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی یہی مضبوط دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"۔ نیز ﴿اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ، وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ (یوسف:38-37)﴾"میں نے ایسی قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتی اور وہ آخرت کی منکر ہے اور میں اپنے باپ دادا ابراہیم واسحاق ویعقوب کے دین پر چل رہا ہوں اور ہمارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک قرار دیں"۔

کیا ایسا ممکن ہے کہ یوسف علیہ السلام جب کمزور ہوں اس وقت حق کا پرچار کریں اور اس کی دعوت دیں. لیکن جب طاقتور بن جائیں تو اسے چھپانے لگیں یا اس کے خلاف عمل کرنے لگیں؟ اے پرودگار تو بہت پاک ہے یقینا یہ ایک بڑا الزام ہے۔

جب ان آیات سے آپ پر یہ واضح ہو چکا کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ملت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گامزن تھے جو کہ توحید کے پرچار اور توحید کی طرف دعوت اور کفار سے اظہار دشمنی واظہار براءت کا نام ہے اور یہ ایسے امور ہیں جو ان سے دوستی کے سخت خلاف ہیں تو آپ کو اس بات کا بھی یقین ہونا چاہئیے کہ یوسف علیہ السلام نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا جسے کفار سے دوستی کا نام دیا جاسکتا ہو خواہ ظاہراً ہو یا باطناً اور نہ ہی انہوں نے اللہ کے قانون کے سوا کسی اور قانون کے ذریعے حکم / فیصلہ کیا چنانچہ طاغوتی حکومتیں جو اللہ کے مقابلے میں شریعت (قانون) سازی کرتی ہیں اور اللہ کے دوستوں سے دشمنی اور اس کے دشمنوں سے دوستیاں کرتی ہیں ان کے زیر

سایہ رہتے ہوئے وزارت کو یوسف علیہ السلام کے فعل پر قیاس کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو فتنوں کا شکار بنے ہوں اور یہ قیاس چند وجوہات کی بناء پر باطل اور فاسد ہے:

① ان حکومتوں (جو اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرتی ہیں) کے زیر سایہ وزارت کے عہدوں پر فائز لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کے بناوٹی دستور (آئین) کا احترام کریں اور اس طاغوت کے ساتھ خلوص اور دوستی کا تعلق قائم کریں جس کے ساتھ کفر کرنے کا حکم اللہ نے سب سے پہلے دیا ہے جیسا کہ فرمایا﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِه(النساء:60)﴾"وہ طاغوت کے پاس فیصلے کرانے کے لئے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا کہ اس کے ساتھ کفر کریں"۔ بلکہ ان کے لئے اس منصب پر عملی طور پر فائز ہونے سے پہلے اس کفر پر حلف اٹھانا ضروری ہوتا ہے جیسا کہ ارکان پارلیمنٹ کی صورتحال ہے جن کا یہ گمان ہے کہ یوسف الصدیق الکریم ابن کریم ابن کریم بھی ایسے ہی تھے حالانکہ اللہ نے انہیں اس سے پاک رکھا اور ان کے متعلق فرمایا﴿كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ(یوسف:24)﴾"ایسے ہی تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائیوں کو پھیر دیں یقیناً وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے"۔ جبکہ اس طرح کا حلف اٹھانے والا مخلوق میں سب سے بڑا کافر اور سب سے بڑا پلید ہے اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ دین سے خارج ہے بلکہ وہ ابلیس لعین سے بھی بدتر ہے جس نے قسم اٹھاتے وقت استثناء کیا اور کہا تھا﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ(ص:83-82)﴾"اس نے کہا پس تیری عزت کی قسم میں ان سب کو ضرور بالضرور گمراہ کردوں گا سوائے ان میں سے تیرے مخلص بندوں کے"۔ اور یوسف علیہ السلام اللہ کے کلام کے نص کی روشنی میں اللہ کے مخلص بندوں بلکہ ان کے سادات میں سے ہیں......

② ان حکومتوں کے زیر سایہ وزارت کرنے والے حلف اٹھائیں یا نہ اٹھائیں وہ کفریہ وضعی قوانین کے پابند ضرور ہوتے ہیں نہ تو اس سے نکل سکتے ہیں نہ اس کی مخالفت کرسکتے ہیں تو یہ اس قانون کے بنانے والوں کا ایک مخلص بندہ اور فرمانبردار خادم ہی ہو اخواہ وہ اسے حق کے مطابق بنائیں یا باطل، ظلم وفسق اور کفر کے مطابق.........

توکیا صدیق علیہ السلام ایسی بندگی خدمت کرسکتے ہیں ؟ کہ ان کے کسی فعل کو اس طرح کے کفریہ عہدوں کے جواز کی دلیل بنایا جائے یقیناً جو بھی یوسف نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ علیہم الصلوۃ والسلام پر اس طرح کی تہمت لگائے ہم اس کے کفر وزندیقیت اور اسلام سے خروج میں بالکل بھی شک نہیں کرسکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا

اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل:36)﴾ "اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو"۔ یوسف علیہ السلام اور اللہ کے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کے نزدیک تمام اصولوں کا سب سے بڑا اصول اور اس کائنات کی سب سے بڑی مصلحت یہی رہا ہے۔

توکیا عقل تسلیم کرسکتی ہے کہ وہ آسانی اور مشکل اور کمزوری وقوت ہر حال میں لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیں اور پھر اس کی خلاف ورزی کرکے مشرکین میں سے بھی ہو جائیں؟ یہ کیونکر ممکن ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے مخلص بندوں میں گردانا ہے؟

بعض اہل علم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کہ ﴿مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ(یوسف:76)﴾ "وہ بادشاہ کے دین (قانون) میں ہرگز اپنا بھائی نہیں لے سکتے تھے"۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے نظام، قانون کے مطابق نہیں چلتے تھے نہ ہی اس کی بات مانتے تھے اور نہ ہی اس کی پابندی کرتے تھے۔ آج کل کی طاغوتی وزارتوں یا ملکی پارلیمنٹ میں اس طرح کی صورتحال ہے کہ اس میں کوئی ایسا وزیر بھی ہو جیسا کہ کہا جاتا ہے "ریاست کے اندر ریاست" اگر نہیں ہے تو قیاس کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں رہی؟

③ یوسف علیہ السلام اس وزارت پر اللہ کی جانب سے فائز ہوئے تھے جیسا کہ فرمایا ﴿وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ(یوسف:56)﴾ "اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین پر تمکن (مقام) عطاء کیا"۔ جب یہ تمکین (زمین پر عہدہ، منصب، قوت، شوکت) اللہ کی جانب سے تھی تو کسی بادشاہ وغیرہ کے لئے ممکن نہ تھا کہ انہیں نقصان پہنچا سکے یا معزول کر سکے اگرچہ وہ بادشاہ کے احکامات کی خلاف ورزی کریں. تو کیا طاغوت اکبر کے نزدیک ان حقیر عہدیداروں کو اپنے ان بیکار عہدوں (جو درحقیقت طاغوت کے ہاتھ کھلونے ہیں) میں ایسا کوئی رتبہ حاصل ہے کہ انہیں یوسف علیہ السلام کے عالی منصب پر قیاس کیا جاسکتا ہو؟

④ یوسف علیہ السلام جس وزارت پر فائز ہوئے تھے اس میں انہیں بادشاہ کی جانب سے حقیقی اور کامل ڈپلومیٹک تحفظ (کامل اختیارات) حاصل تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ(یوسف:54)﴾ "پھر جب انہوں نے اس سے گفتگو کی تو اس نے کہا یقینا آج آپ ہمارے ہاں مکین امین (صاحب حیثیت خزانچی) ہیں"۔ چنانچہ انہیں اپنی وزارت میں کامل

غیر ناقص اختیارات دیئے گئے تھے جس میں انہیں مکمل آزادی حاصل تھی"۔﴿وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ(یوسف:21)﴾"اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین پر تمکن(مقام)عطاء کیا وہ اس(زمین)سے جہاں چاہتا جگہ بنالیتا"۔لہٰذا ان پر نہ تو کوئی اعتراض کرنے والا تھا نہ ہی اس کا محاسبہ کرنے والا نہ ہی ان پر کوئی نگران تھا خواہ وہ جو چاہیں کرتے رہیں تو کیا آج کل کی طاغوتی وزارتوں میں اس طرح کی کوئی صورت ممکن ہے یا یہ وزارتیں محض جھوٹے اور جعلی تحفظات ہیں جو کچھ عرصے کے بعد چھین لئے جاتے ہیں جبکہ کوئی وزیر اپنے ہی دامن سے کھیلنے لگے یا صدر کا یا بادشاہ کے قانون کی ذرا بھی مخالفت کرے یا اس کی لائن سے ہٹ جائے ان کے ہاں وزیر محض ایک سیاسی خادم ہوتا ہے جو صدر کی پالیسیوں پر چلتا ہے جس کا وہ حکم دے کرتا ہے اور جس سے روک دے رک جاتا ہے اسے صدر یا بادشاہ یا وضعی دستور کی مخالفت کرنے کا بالکل بھی حق نہیں ہوتا اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم یا قانون کے خلاف ہی ہو.........

اس کے باوجود بھی اگر کوئی گمان کرے کہ یہ یوسف علیہ السلام کی حالت سے ملتی جلتی ہے تو اس نے جھوٹ کی انتہاء کر دی اور اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو جو تزکیہ عطاء کیا اس کی تکذیب کر دی۔اب جبکہ یہ بات طے پاچکی ہے کہ آج کل طاغوتی وزارتوں میں یوسف علیہ السلام کی سی شان و شوکت نہیں ہے تو ان وزارتوں کو یوسف علیہ السلام کی وزارت پر قیاس کرنے کی گنجائش بھی نہیں ہے لہٰذا باطل پرستوں کو اس باب میں اپنے جھوٹ اور فریب اور فضول باتوں سے باز آجانا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا﴿وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ﴾"اور ایسے ہی ہم نے یوسف کو زمین پر تمکین(مقام)عطاء کیا"۔قرآن کے اس مجمل کی قرآن کے دوسرے مقام پر وضاحت کی گئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ جن اہل ایمان کو زمین پر تمکین(حکومت،سیادت،شان و قوت)دی جائے تو ان کی کیا صفات ہوتی ہیں فرمایا﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُوْرِ(الحج:41)﴾"وہ لوگ جنہیں اگر ہم زمین پر تمکین دیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکاۃ دیتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور تمام معاملات کا انجام اللہ ہی کے لئے ہے"۔اور یوسف علیہ السلام انہی لوگوں بلکہ ان کے سادات میں سے ہیں کہ اگر اللہ انہیں تمکین عطاء کرے تو وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔۔اور ہر دیندار جانتا ہے کہ سب سے بڑا معروف(نیکی)توحید ہے جو یوسف علیہ السلام اور ان کے آباءواجداد کی دعوت کا سب سے بنیادی اصول رہا ہے اور سب سے بڑھ کر(برائی)شرک ہے جس سے یوسف علیہ السلام ڈراتے تھے اور اس سے اور اس کے مرتکبین سے نفرت و دشمنی کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ نے یوسف علیہ السلام کو زمین پر تمکین

(حکومت، سیادت، شان وشوکت، قوت) عطاء کی تو وہ اپنے آباء واجداد یعقوب، اسحاق وابراہیم علیہم السلام کے دین کا دفاع کرتے تھے اس کے مطابق حکم دیتے اور اس کے مخالف سے لڑتے نہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم / فیصلہ کیا نہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکم پر قانون ساز طاغوتوں کی مدد کی جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی نہ انہیں غالب کرنے یا ان سے دوستی لگانے کی کوشش کی جیسا آجکل اپنے عہدوں کے فتنے میں مبتلا بہت سے وزراء کرتے ہیں۔

پورے اعتماد اور وثوق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ان کی حالت برا قرار دے کر اسے بدلنے کی کوشش کی ہوگی اور توحید کے مطابق حکومت کی ہوگی اور انہیں بھی اس کی طرف دعوت دی ہوگی اور جس کسی نے بھی ان کی مخالفت کی ہو انہوں نے اس کا مقابلہ کیا ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی یوسف علیہ السلام کی شان میں بیان کردہ تقاریر سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے. اور کوئی خبیث کافر ملت ابراہیم علیہ السلام سے بیزار شخص ہی یوسف صدیق ابن کریم ابن اکرمین کے متعلق اس طرح نازیبا گفتگو کرسکتا ہے۔

اس کی ایک اور واضح ترین دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ(یوسف:54)﴾"اور بادشاہ نے کہا انہیں میرے پاس لے کر آؤ میں انہیں اپنی ذات کے لئے خاص کرلوں پھر جب انہوں نے اس سے گفتگو کی تو اس نے کہا یقیناً آج آپ ہمارے ہاں مکین امین (صاحب حیثیت خزانچی / وزیر خزانہ) ہیں"۔ آپ کے خیال میں وہ کیا گفتگو ہوسکتی ہے جو یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر بادشاہ سے کی ہوگی کہ اسے وہ گفتگو اس قدر پسند آئی کہ اس نے انہیں مکین امین کی حیثیت دے دی؟ کیا یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کی بیوی کا قصہ سنایا ہوگا جو کہ ختم ہوچکا اور اس کی حقیقت آشکار ہوچکی یا اس سے ملکی اتحاد یا معاشی مشکلات وغیرہ کے حوالے سے گفتگو کی ہوگی؟

سچ یہ ہے کہ نہ تو کوئی غیب سے آگاہ ہوسکتا ہے نہ ہی بلا دلیل کہہ سکتا ہے اور اگر کوئی ایسا کرے تو بلاشبہ وہ جھوٹا ہوگا۔ البتہ قرآن کے اس مجمل﴿فَلَمَّا كَلَّمَهٗ﴾"پھر جب انہوں نے اس سے گفتگو کی" اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں تصریح کی گئی ہے﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ(النحل:36)﴾"اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو"۔ نیز﴿وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ(زمر:65)﴾"البتہ تحقیق آپ کی طرف اور آپ سے پہلوں کی طرف وحی کی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل ضرور برباد ہوجائیں گے اور آپ ضرور نقصان اٹھانے والوں سے ہوجائیں گے"۔ نیز یوسف علیہ السلام کی دعوتی ترجیحات سے

متعلق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ﴿اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ (یوسف:38-37)﴾ ''میں نے اس قوم کے دین کو چھوڑ دیا جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتی اور وہ آخرت کی منکر ہے اور میں اپنے آباءواجداد ابراہیم واسحاق ویعقوب کے دین پر چل رہا ہوں ہمارے لئے ہر گز جائز نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کچھ بھی شرک کریں یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ کے فضل کا ایک حصہ ہے لیکن اکثر لوگ شکر گزاری نہیں کرتے''۔ نیز ﴿ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (یوسف:40-39)﴾ ''کیا بہت سے مختلف نام بہتر ہیں یا اللہ یکتا وغالب ؟ تم اس کے سوا ایسے ناموں کو پوجتے ہوں جو تم نے اور تمہارے باپ دادانے رکھ لئے ہیں اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ کا اس نے حکم دیا ہے کہ تم عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی یہی مضبوط ترین دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

بلاشبہ یہی یوسف علیہ السلام کے نزدیک سب سے بڑی بات۔سب سے مضبوط دین اور ان کی اور ان کے آباءواجداد کی دعوت وملت کا سب سے بڑا اصول تھا۔ چنانچہ جب وہ معروف کا حکم کرتے تو یہی ان کے نزدیک سب سے بڑا معروف ہوتا اور اگر کسی منکر سے منع کرتے تو ان کے نزدیک اس اصول کو ٹھکرانے اور توڑنے سے بڑھ کر اور کوئی منکر نہ ہوتا جب یہ بات طے ہے اور بادشاہ کی ان کی گفتگو کا جواب یہ تھا کہ ﴿اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ (یوسف:54)﴾ ''بے شک آج آپ ہمارے نزدیک مکین امین (صاحب حیثیت خزانچی) ہیں''۔ تو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بادشاہ نے ان کی گفتگو سے اتفاق کیا تھا اور ملت کفر کو ترک کر کے ملۃ ابراہیم واسحق ویعقوب ویوسف علیہم السلام کو اختیار کر لیا تھا یا کم از کم یوسف علیہ السلام کو ان کی توحید اور ان کے آبائی دین پر رہنے دیا تھا اور انہیں اس کی دعوت اس کے متعلق اظہار رائے اور مخالف نظریے کو بے وقوفانہ قرار دینے کی آزادی دے دی تھی اور اس سلسلے میں ان پر نہ تو کسی قسم کا کوئی اعتراض کیا تھا نہ ہی انہیں اس کی مخالفت کا حکم دیا تھا اور نہ ہی ان پر کسی بھی قسم کی کوئی پابندی لگائی تھی اور آپ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے محض اس فرق (Difference) پر ہی غور کر لیں جو یوسف علیہ السلام کی عظیم حالت اور دور حاضر میں انصاران طاغوت کی وزارتوں یا قانون سازی میں ان کے شریک پارلیمانی ممبر ان کی رذیل حالت کے درمیان پایا جاتا ہے۔

سابقہ تمام گفتگو ملاحظہ کرنے سے آپ کے لئے ثابت ہو جائے گا کہ یوسف علیہ السلام کا منصب وزارت پر فائز ہونا نہ تو توحید کے منافی تھا نہ ہی ملت ابراہیم علیہ السلام کے جیسا کہ آج کل کی وزارتوں کا حال ہے۔لہٰذا ثابت ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام کے واقعے سے دور حاضر کے وزراتی عہدے اختیار اور حاصل کرنے کے جواز پر دلیل لینا جائز نہیں ہے اور دور حاضر کی رذیل وزارتوں کو ان کی عظیم وزارت پر قیاس کرنا باطل اور فاسد ہے۔

پانچواں شبہ: نجاشی اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت نہیں کرتا تھا اس کے باوجود بھی مسلمان رہا۔

خواہش پرست اپنے قانون ساز طاغوتوں کے دفاع میں نجاشی کے قصے سے بھی دلیل لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: نجاشی نے مسلمان ہونے کے بعد اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت نہیں کی اس کے باوجود بھی اپنی موت تک مسلمان رہا اور نبی علیہ السلام نے اسے نیک بندہ قرار دیا اور اس کا جنازہ پڑھایا اور اپنے صحابہ کو اس کے لئے دعا کرنے کا حکم دیا اس شبہے کو پیش کرنے والے چاہتے ہیں کہ دور حاضر میں جو حکام اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کر رہے ہیں انہیں کافر نہ قرار دیا جائے۔

جواب: اس کے جواب میں ہم اللہ کی توفیق سے کہتے ہیں:

① اس شبہے پر دلیل لینے والے پر سب سے پہلے لازم ہے کہ وہ کسی قطعی الدلالۃ اور صحیح و صریح نص کے ذریعے یہ بات ثابت کردے کہ نجاشی اسلام لانے کے بعد بھی اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت نہیں کرتا تھا. کیونکہ میں نے ان لوگوں کی تمام باتوں کا بغور جائزہ لیا ہے لیکن مجھے ان کے دامن میں سوائے استدلال اور گمان کے ایسا کچھ نہ ملا جس کی تائید کوئی صحیح یا سچی دلیل کر رہی ہو جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ(بقرۃ:111)﴾ "اے نبی کہہ دیجئے اگر تم واقعی سچے ہو تو دلیل پیش کرو"۔ یعنی اگر وہ اپنے دعوے میں دلیل پیش نہ کر سکیں تو وہ سچے نہیں بلکہ جھوٹوں میں سے ہوئے۔

② ان میں سے کچھ نے وضعی قوانین کے ذریعے حکومت کرنے والے حکام کو کافر قرار نہ دینے کے اثبات کے لئے نجاشی سے متعلق ابن تیمیہ کے کلام سے دلیل لی ہے لہٰذا اس مسئلے کی وضاحت کے لئے ابن تیمیہ کے کلام اور اس کی حقیقت کو پیش کرنا ضروری ہے ابن تیمیہ a نے فرمایا: "نیز اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اس بات کی خبر دی ہے کہ وہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ(الاعراف:42)﴾ "اور جو لوگ ایمان

لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہم کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق "۔ نیز فرمایا﴿لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا(بقرہ:233)﴾"ہم کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق "۔ نیز فرمایا﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا(طلاق:7)﴾"اللہ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی قدر جس قدر اس نے اسے عطاء کیا ہو"۔ ایسے ہی اس نے اپنی ذات سے حسب طاقت ڈرنے کا حکم دیا ہے فرمایا﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ(تغابن:16)﴾"پس تم اللہ سے ڈرو جس قدر تم طاقت رکھتے ہو"۔ اہل ایمان اسے اس طرح پکارتے ہیں ﴿رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ(بقرہ:286)﴾"اے ہمارے پروردگار ہم پر اس قدر بوجھ نہ ڈال جس قدر بوجھ تونے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے اے ہمارے رب ہم پر اس قدر بوجھ نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت نہ ہو"۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿قَدْ فَعَلْتُ﴾"میں نے قبول کیا"۔ یہ تمام نصوص دلیل ہیں کہ وہ کسی نص کو اس قدر تکلیف نہیں دیتا جو اسے عاجز کر دے جبکہ جہمیہ مجبرہ اس کے برعکس کہتے ہیں اور یہاں اس باب میں فیصلہ کن خطاب ہے۔

پس اجتہاد کرنے اور استدلال کرنے والا (خواہ امام ہو یا حاکم ہو یا عالم ہو یا مفکر ہو یا مفتی وغیرہ) جب اجتہاد و استدلال کرتے ہوئے اللہ سے حسب طاقت ڈرے تو یہ وہی ہوا جس کا اللہ نے سے اسے مکلف بنایا ہے اور وہ اللہ کی اطاعت کرنے والا اور ثواب کا مستحق ہو گا جبکہ اس سے اپنی بساط کے مطابق ڈرے اور اللہ اسے یقیناً سزا نہیں دے گا......... ایسے ہی دار الکفر میں رہنے والے کفار جنہیں نبی ﷺ کی دعوت پہنچ چکی ہو اور وہ یقین کر چکا ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور وہ آپ پر نازل کردہ پر ایمان لا چکا ہو اور اللہ سے اپنی طاقت کے مطابق ڈرتا ہو جیسا کہ نجاشی وغیرہ نے کہا اور اس کے لئے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا ممکن نہ ہو نہ ہی تمام شرعی احکامات کی پابندی کرنا ممکن ہو کیونکہ اسے ہجرت کرنے نہیں دی جاتی نہ ہی اپنے دین کا اظہار کرنے دیا جاتا ہے نہ ہی اس کے پاس کوئی ایسا شخص موجود ہے جو اسے تمام احکامات شرعیہ سکھاتا ہو تو یہ مومن ہے جنتی ہے . اور اس نے اسلام کے بہت سے احکامات پر عمل نہیں کیا کیونکہ ایسا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا چنانچہ اس نے نہ ہجرت کی نہ جہاد کیا نہ بیت اللہ کا حج کیا بلکہ یہاں تک مروی ہے کہ وہ پانچ وقت کی نمازیں بھی نہ پڑھتا تھا نہ رمضان کے روزے رکھتا تھا نہ ہی شرعی احکامات ادا کرتا تھا کیونکہ یہ تمام کام اس کی قوم پر ظاہر ہو جاتے اور وہ اس کے مخالف ہو جاتے اور وہ ان کی مخالفت کا متحمل نہ تھا اور ہم یقینی طور پر یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ ان کے مابین قرآن کے حکم کے مطابق حکومت بھی نہیں کر سکتا تھا. اور نجاشی کے لئے ممکن نہ تھا کہ وہ قرآن کے حکم کے مطابق حکومت کرے کیونکہ اس کی قوم اسے اس پر برقرار نہ رہنے دیتی۔"(منھاج السنۃ النبویۃ : 123-110/5، مجموع الفتاویٰ:225-215/19)

میں کہتا ہوں ابن تیمیہ کا یہ کلام کچھ صحیح اور کچھ غلط باتوں پر مشتمل ہے:
صحیح باتیں یہ ہیں کہ کسی شرعی حکم سے عاجز خواہ اس بناء پر عاجز ہو کہ اس کے لئے اس شرعی حکم کو معلوم کرنا ناممکن ہو یا اس بناء پر اس کے لئے عمل کرنا ناممکن ہو وہ معذور ہے اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔

غلط بات یہ ہے کہ: نجاشی کی کافر قوم اسے قرآن کے مطابق حکومت پر برقرار نہ رکھتی اور وہ ان کی مخالفت کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا یہ امام ابن تیمیہ کے کلام کا خلاصہ ہے اور یہ غلط ہے لہٰذا اس بات کی طرف دھیان نہ دیا جائے۔ اور یہ بات صرف اسی صورت میں کہی جا سکتی ہے جب یہ ثابت ہو جائے کہ نجاشی تک احکام شرعیہ پہنچے تھے اور اس نے ان کی پابندی نہ کی تھی جبکہ ایسا کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں ہے بلکہ صورت حال اس بات کے خلاف ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ حبشہ سے پلٹ کر آنے والے صحابہ کا حال تھا لہٰذا بس یہی بات کافی ہے کہ نجاشی تک شرعی احکامات پہنچے ہی نہ تھے چہ جائیکہ اس پر واجب ہوئے۔ رہی یہ بات کہ اس کی قوم اس کی مخالف بن جاتی اور اسے اس پر برقرار نہ رہنے دیتی تو یہ محض ظن و تخمین ہے کیونکہ ابن تیمیہ کے شاگرد رشید ابن القیم نے ثابت کیا ہے کہ نجاشی نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تھا اور اس کی قوم نے اس سے اتفاق کیا تھا، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ سے منقول کلام ان کے خلاف گہری سازش ہے۔

ہمارے لئے اہم یہ تنبیہ ہے کہ لوگوں کا خوف ایسا شرعی عذر نہیں بن سکتا جو شرعی احکام کے ترک کو جائز کر دے ان کے کلام میں غلطی کا یہی پہلو ہے اس طرح تو آج کل کے وضعی قوانین کے ذریعے حکومت کرنے والے ہر حاکم کے لئے اس عذر کو پیش کرنا جائز ہو جائے گا اور وہ شریعت کے مطابق حکومت کی صورت میں قوم کے خوف یا عالمی طاقتوں یا بڑی بڑی ریاستوں کے خوف کا دعویٰ کرنے لگے گا تو کیا اس کا یہ بہانہ قبول کر لیا جائے گا اور اس کی تکفیر نہ کی جائے گی؟ اس طرح کا خوف نہ تو شرعی عذر بن سکتا ہے نہ ہی تکفیر (کافر قرار دینا) میں مانع (رکاوٹ) بن سکتا ہے اس بات کے دلائل درج ذیل ہیں:

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ(مائدة:44)﴾ ”پس تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لو اور جو اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت / فیصلہ نہیں کرتے یہی لوگ کافر ہیں“۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر لوگوں کے خوف اور ڈر کا عذر باطل قرار دیا ہے نیز جب وہ وضعی قوانین کے ذریعے حکومت / فیصلہ کرنے کا کفر اکبر ہونا طے ہے جیسا کہ تفصیل سے ثابت کیا جا چکا ہے تو

کفر کے لئے محض خوف عذر نہیں بن سکتا جب تک کہ مجبور کر دینے والی زبر دستی نہ ہو جبکہ حکام کے حق میں ایسا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ جو چاہیں کریں وہ بااختیار ہوتے ہیں زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ حکومت سے علیحدہ ہو جائے اور بادشاہت سے دست بردار ہو جائے جبکہ اللہ کے حکم کو قائم نہ رکھ سکتا ہو اور یہ اس کے لئے کفر کے زیر سایہ حکومت کرنے سے بہتر ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ، فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ (مائدۃ:52-51)﴾ ’’اے ایمان والو یہود ونصاریٰ سے دوستیاں نہ رکھو۔ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جس نے ان سے دوستی کی تو وہ انہی میں سے ہوا بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا پھر ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے دیکھیں گے کہ ان میں بڑی تیزی دکھاتے ہیں کہتے ہیں ہمیں اندیشہ ہے کہ ہم پر مصیبت آجائے گی قریب ہے کہ اللہ فتح دے دے یا اپنے پاس سے کوئی اور معاملہ پھر وہ اپنے دلوں کے بھیدوں پر شرمندہ ہو جائیں‘‘۔ یہ آیت کریمہ واضح کرتی ہے کہ اندیشہ / خوف کفر میں (جو کہ کفار سے دوستی ہے) میں واقع ہو جانے کے لئے عذر نہیں بن سکتا معلوم ہوا کہ کسی قسم کا خوف یا اندیشہ تکفیر (کافر قرار دینے) میں مانع (رکاوٹ) نہیں بن سکتا۔

☆ اور خاص مسئلہ زیر بحث نظر و بحث کی بھی ایک دلیل ہے یعنی ہرقل شاہ روم کا اپنی قوم کے ساتھ معاملہ کہ جب اسے نبی ﷺ کا خط ملا جس میں آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی تھی اس نے اسے سن کر اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن پھر وہ ڈرا کہ اسے اس کی قوم قتل کر دے گی جیسا کہ مسلمان ہونے والے دیگر عیسائی علماء کو قتل کر دیا گیا تو اس نے ان کا امتحان لیا جب انہوں نے اس سے اتفاق نہیں کیا تو اس نے اسلام قبول نہیں کیا اور یہ واقعہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث میں تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ: پھر ہرقل نے روم میں اپنے ایک ساتھی کو خط لکھا جو علم میں اس کے ہم پلہ تھا اور پھر ہرقل حمص کی جانب چل پڑا ابھی حمص پہنچا نہیں تھا کہ اس کے پاس اس کے ساتھی کا خط آگیا جس میں اس نے اس سے نبی ﷺ کے نکلنے اور ان کے نبی ہونے پر اتفاق کیا تھا چنانچہ ہرقل نے روم کے تمام لیڈروں کو حمص میں اپنے ایک گاؤں میں بلایا اور حکم دے کر اس کے تمام دروازے بند کروا دیئے پھر سب کے سامنے کہنے لگا: اے روم کے باشندوں کیا تمہیں رشد و فلاح اور اس بات میں کہ تمہارا ملک

باقی رہے کچھ دلچسپی ہے تو اس نبی کی بیعت کر لو یہ سن کر وہ جنگلی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف دوڑے تو انہیں بند پایا پھر جب ہر قل نے ان کی نفرت دیکھی اور ایمان سے مایوس ہو گیا تو کہنے لگا انہیں میرے پاس لے کر آؤ اور کہا میں نے ابھی اپنی یہ بات اس لئے کہی کہ میں اس سے تمہارے دین پر تمہاری شدت کا اندازہ لگا سکوں جو کہ میں نے لگا لیا ہے چنانچہ وہ سب اس کے لئے سجدے میں گر گئے اور اس سے راضی ہو گئے یہ ہر قل کی آخری حالت تھی۔

اور اسلام کے اعلان کی بناء پر پادریوں کے قتل کا قصہ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں نقل کیا ہے نیز ہر قل کے متعلق فرماتے ہیں: "دراصل وہ چاہتا تھا کہ وہ اس کی اطاعت کر لیں اس طرح ان کا ملک باقی رہے اور وہ اسلام لے آئے اور اس کے ساتھ وہ بھی اسلام لے آئیں چنانچہ وہ ایمان سے صرف اسی شرط کی بناء پر مایوس ہوا جو اس نے لگائی تھی وگرنہ وہ ایسا کر سکتا تھا کہ ان سے بھاگ جائے اور اللہ کے ہاں موجود اجر و ثواب کی خاطر بادشاہت کو ترک کر دے اور اللہ ہی توفیق دے سکتا ہے"۔(فتح الباری:1/43)

اس حدیث میں ہمارے موقف کی دلیل یہ ہے کہ ہر قل کا اپنی قوم سے ڈرنا اس کی تکفیر میں مانع نہ بنا اور اس کے کفر کا سبب یہ ہے کہ اس نے شہادتین کا اقرار نہ کیا جبکہ اس کے ساتھ کسی قسم کی عملی زبردستی نہیں کی گئی اس کا فقط امکان تھا اور اس کیلئے ممکن تھا کہ وہ ان سے فرار ہو جائے جیسا ابن حجر نے فرمایا ایسے ہی جو حاکم اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرتا ہو اس کی تکفیر میں بھی اس کا خوف مانع نہیں بن سکتا کفر بہر حال کفر ہے اس کا سبب اگرچہ مختلف ہو خواہ وہ شہادتین کا اقرار نہ کرنے کا سبب ہو یا اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرنے کا سبب۔

علاوہ ازیں ابن القیم اپنے شیخ ابن تیمیہ کے برعکس کہتے ہیں کہ: "نجاشی نے اپنے دین کا اعلان کر دیا تھا(یا جس قدر اسے دین اسلام کے متعلق معلوم تھا اس نے اس کا اعلان کر دیا تھا)اور اس کی قوم نے اس کی اطاعت کر لی تھی اور ہر قل کو بھی اس کے مسلمان ہو جانے کا علم تھا کیونکہ نجاشی اسے خراج ادا کرتا تھا اور جب اس نے اسلام قبول کر لیا تو وہ خراج ادا کرنا بند کر دیا تھا"۔ تو جس شخص کو اس کا دین ہر قل سے ٹکر لینے پر آمادہ کر لے کیا وہ قرآن کے مطابق حکومت کرنے سے ڈرے گا؟ اس سلسلے میں صحیح ترین بات یہی ہے کہ نجاشی کو دین کا جس قدر علم تھا وہ اس پر عمل کرتا تھا۔ یہ تمام گفتگو صرف اس لئے کی گئی ہے کہ تا کہ ابن تیمیہ کے موقف (یعنی نجاشی نے قرآن کے مطابق حکومت نہیں کی کیونکہ ایسا کرنے کی صورت میں اس کی قوم اس کی ہر گز اطاعت نہ

کرتی) کی غلطی کو اجاگر کیا جاسکے اور درست موقف یہی ہے کہ اس نے قرآن کے مطابق حکومت اس لئے نہیں کی کہ اس تک جزئی احکام شریعت پہنچے ہی نہ تھے۔

(۲) نجاشی تکمیل شریعت سے پہلے ہی فوت ہو گیا تھا لہٰذا اس صورت میں اس پر اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکومت کرنا اور اس کی اتباع کرنا اور اس پر عمل کرنا اس حد تک واجب تھا جس حد تک اس تک قرآن یا دین پہنچا ہو جبکہ اس دور میں آج کی طرح ذرائع ابلاغ بھی نہ تھے اس دور میں کچھ سالوں کے بعد ہی احکام دین کا علم ہو سکتا تھا یا اس طرح کہ نبی ﷺ تک خود سفر کر کے آیا جائے اور نجاشی کی موت تک نئے نئے دینی احکامات آتے رہے قرآن اترتا رہا اور دین مکمل نہ ہو سکا اس کی واضح دلیل صحیح بخاری وغیرہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی یہ روایت ہے کہتے ہیں: ''ہم نماز میں نبی ﷺ کو سلام کر لیا کرتے تھے اور آپ ہمیں جواب بھی دیا کرتے تھے پھر جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے تو ہم نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ہمیں جواب نہ دیا فرمایا(انّ فی الصّلاۃ شغلًا) ''بے شک نماز میں شغل ہے''۔ تو جب صحابہ کرام جو حبشہ نجاشی کے پاس تھے عربی جانتے تھے اور نبی ﷺ کی خبریں ڈھونڈتے رہتے تھے انہیں نماز میں کلام اور سلام کے منسوخ ہونے کا علم نہ ہو سکا جبکہ نماز ایسی واضح عبادت ہے جو نبی علیہ السلام ہر روز پانچ مرتبہ پڑھاتے تھے تو ان عبادات اور احکامات اور حدود کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے جو نماز کی طرح بار بار دہرائی نہیں جاتیں؟

اب جبکہ یہ طے پاچکا ہے تو یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نجاشی تک جس قدر اللہ کا دین پہنچا تھا وہ اس کے مطابق حکومت کرتا تھا اور جو بھی اس کے برعکس کچھ اور دعویٰ کرے تو اس کے دعوے کی تصدیق کی یہی صورت ہے کہ وہ اپنی بات کی دلیل پیش کرتے ﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (بقرۃ: 111)﴾ ''اے نبی کہہ دیجئے اگر تم واقعی سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو''۔ اور اس قصے سے دلیل لینے والے جو کچھ بھی ذکر کرتے ہیں وہ اس بات کی دلیل بنتی ہے کہ نجاشی تک اس کی زندگی میں جس قدر قرآن پہنچا اس نے اس کے مطابق ہی حکومت کی۔(جیسا کہ ایک سچے مومن جس کے ایمان کی تصدیق خود نبی علیہ السلام نے کی اور جس کی وفات کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے نبی کو دی اور جس کی نماز جنازہ خود نبی علیہ السلام نے پڑھائی اور اس کے لئے دعا کرنے کا حکم دیا اور عبد صالح قرار دیا کے ایمان کا تقاضا ہے لہٰذا نجاشی کے متعلق حسن ظن ہی رکھنا چاہیئے۔ مترجم)

③ نجاشی رضی اللہ عنہ کے قصے میں ایک ایسے حاکم پیش کیا گیا ہے جو کافر تھا پھر نیا نیا اسلام لایا اور اپنے منصب پر فائز رہا اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اتباع کر کے اپنے اسلام کی سچائی کا ثبوت دیا اور اللہ کے رسول کی طرف ایک خط لکھا جس میں اس نے کہا (ان شئت ان أتیك فعلت یا رسول الله فانني اشهد ان ما تقول حق) "یا رسول اللہ اگر آپ چاہتے ہی کہ میں آپ کے پاس آجاؤں تو میں تیار ہوں کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو فرماتے ہیں حق ہے"۔ علاوہ ازیں اس نے مہاجر صحابہ کی مدد کی انہیں پناہ دی اور انہیں امن اور اپنی حمایت سے نوازا نہ انہیں رسوا کیا نہ ہی انہیں قریش کے حوالے کیا نہ ہی حبشہ کے عیسائیوں کو ان سے بدسلوکی کی اجازت دی جبکہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اپنے عقیدے کا برملا اظہار کر چکے تھے بلکہ اپنے بیٹے کو حبشہ کے ساٹھ (60) افراد کے ساتھ نبی علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ سب اس نے آپ کی مدد اور اتباع و تائید میں ہی کیا تھا۔

④ نجاشی رضی اللہ عنہ نے طلب حق اور حصول دین کی ممکنہ حد تک کوشش کی اور حق کا پرچار کرتے رہے اور اسی حال پر تھے کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے اور یہ سب شریعت کی تکمیل اور ان تک شریعت کے مکمل طور پر پہنچنے سے پہلے کی بات ہے اور اسلام لانے کے بعد انہوں نے ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہو حتیٰ کہ فوت ہو گئے یہ وہ صحیح صورت حال ہے جو احادیث و آثار صحیحہ ثابتہ میں ان کے متعلق بیان کی گئی ہے ہم اپنے مخالفین کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اس کے سوا اور ثابت کر سکیں تو کر کے دکھائیں لیکن صحیح اور صریح دلیل کے ذریعے نہ کہ تاریخ کے ذریعے کیونکہ تاریخ بھی بلاسند کفایت نہیں کرتی۔ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ زاد المعاد میں بادشاہان وغیرہ کی جانب سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کے تذکرے کے ضمن میں لکھا ہے جس میں ہے کہ نبی رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن عاص کو عمان کے بادشاہ کی جانب بھیجا آپ اسے اسلام کی دعوت دے رہے تھے اس کا نام جیفہ تھا ایسے ہی اس کے بھائی عبد ابن الجلندی کی طرف تو عبد ابن الجلندی نے عمرو سے سوالات کئے عمرو کہتے ہیں: "اس نے مجھ سے پوچھا تم کہاں اسلام لائے؟ میں نے کہا: نجاشی کے پاس اور میں نے اسے بتایا کہ نجاشی مسلمان ہو چکا ہے۔ اس نے پوچھا: اس کی قوم نے اس کی بادشاہت کا کیا؟ میں نے کہا: انہوں نے اسے برقرار رکھا اور اس کی اتباع کر رہے ہیں۔ اس نے پوچھا: کیا علماء اور درویشوں نے بھی اس کی اتباع کی ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: عمرو دیکھ کیا کہہ رہا ہے آدمی میں جھوٹ سے زیادہ بری اور کوئی خصلت نہیں ہوتی۔ میں نے کہا: میں نے جھوٹ نہیں کہا اور نہ ہی ہم اپنے دین میں اسے جائز سمجھتے ہیں۔ پھر اس نے کہا: میرے خیال میں ہرقل کو نجاشی کے مسلمان ہونے کا پتہ نہیں ہے۔ میں نے کہا: کیوں نہیں ہے۔ اس نے کہا: تجھے یہ بات کس طرح معلوم ہوئی؟۔ میں نے کہا: نجاشی اسے خراج دیتا تھا جب وہ مسلمان ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی تو اس نے کہا تھا اللہ کی قسم اگر اس نے مجھ سے ایک درہم بھی مانگا تو میں اسے نہیں دوں گا پھر جب ہرقل کو اس کی یہ بات پہنچی تو اس کے بھائی نیاق نے اس سے کہا: کیا آپ اپنے غلام کو چھوڑ رہے ہیں

کہ وہ آپ کو خراج نہ دے اور آپ کے دین کے علاوہ کسی نئے دین کو اپنالے۔ تو ہرقل نے کہا: ایک شخص ایک دین میں رغبت رکھتا ہے پھر اس نے اسے اختیار کر لیا تو میں اس میں کیا کر سکتا ہوں اللہ کی قسم اگر میری بادشاہت کا بخل نہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو اس نے کیا۔ اس نے کہا: عمرو دیکھ کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی قسم میں نے تجھ سے سچ کہا ہے۔(زادالمعاد:3/62)

اس شبہے کی تردید کے ساتھ ساتھ دیگر شبہات جن کے ذریعے اللہ کے نازل کردہ کے بغیر حکومت کرنے والے حکام کو کافر قرار نہیں دیا ان کی تردید پر ان اپنی اس گفتگو کو ختم کرتا ہوں اور اللہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم دکھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ، وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ(انعام:113-112)﴾ ”اور ایسے ہم نے ہر نبی کے انسانی اور جناتی شیاطین میں سے دشمن بنائے ہیں جو ایک دوسرے کی طرف دھوکہ دینے کے لئے خوشنما باتیں القائی کرتے ہیں اور اگر آپ کا رب چاہے وہ ایسا نہ کریں سو آپ انہیں اور جو وہ گھڑتے ہیں اسے رہنے دیجئے تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہو جائیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تاکہ وہ اسے پسند کر لیں اور تاکہ وہ جس کا ارتکاب کرنے والے ہیں اس کا ارتکاب کرتے رہیں“۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ حق جو انبیاء علیہم السلام لے کر آئے انسانوں اور جنات میں سے اس کے ایسے دشمنوں کا ہونا یقینی ہے جو خوشنما شبہات کو خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہوں تاکہ اللہ کے دین سے روکا جا سکے اس طبعی امت کا وقوع ہونا یقینی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ﴾ ”اور اگر آپ کا رب چاہے وہ ایسا نہ کریں“۔ عربی قواعد کے مطابق لو حرف امتناع ہے اور یہاں اس معنی میں ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس امر کا وجود یقینی ہے کیونکہ مشیئت اس کے عدم سے ممتنع (باز) ہے اس کے بعد اللہ عزوجل نے اس فطری امر کی حکمت کو بیان فرمایا کہ اللہ ان شبہات (خوشنما باتیں) کو لوگوں کے لئے فتنے (آزمائش) کا سامان بناتا ہے پھر مومن اس کے ذریعے بصیرت اور حق میں بڑھ جاتا ہے جبکہ منافق اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اسے پسند کر لیتا ہے اور یہ شبہات (خوشنما باتیں) اسے گمراہی میں بڑھا دیتی ہیں ﴿وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ﴾ ”تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہو جائیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور تاکہ وہ اسے پسند کر لیں اور تاکہ وہ جس کا ارتکاب کرنے والے ہیں اس کا ارتکاب کرتے رہیں“۔ لہٰذا امتحان اور آزمائش اور جانچ کا ہونا اس دنیا میں ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ، وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ”کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ انہیں چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور انہیں آزمایا نہ جائے گا حالانکہ ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا پس اللہ ضرور ظاہر کرے گا ان

لوگوں کو جنہوں نے سچ کہا اور اللہ جھوٹوں کو ضرور ظاہر کرے گا"۔ یہ شبہات بھی اسی آزمائش کی ایک کڑی ہے جن کے ذریعے اللہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے چنانچہ جب تک ایسی جماعت موجود ہے جو حق پر قائم ہے اللہ کے حکم کو قائم کر رہی ہے یہ بھی رہیں گے لہٰذا ایسے رجال کا پایا جانا بھی ضروری ہے جو ان کی مخالفت کریں اور ان کی بیخ کنی کریں اور پھر کچھ اور نئے شبہات سامنے آجائیں گے لیکن کتاب وسنت میں روز قیامت تک آنے والی ہر کجی کا رد موجود ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَ لَا یَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِیْرًا(فرقان:33)﴾"اور وہ آپ کے پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم آپ کے پاس حق اور بہترین وضاحت لے آتے ہیں"۔ اور اللہ اس دین میں ایسے بیج بو تا ہی رہتا ہے جنہیں وہ اپنی اطاعت میں استعمال کرتا ہے۔ بعض شبہات تو اس قدر عجیب اور انوکھے ہوتے ہیں کہ میں حیران رہ جاتا ہوں کہ یہ ذہن میں آیا کس طرح اس کی مجھے بس یہی ایک راہ دکھائی دیتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾"انسانی اور جناتی شیاطین ایک دوسرے کی طرف خوشنما باتیں دھوکہ دینے کے لئے ڈالتے رہتے ہیں"۔ نیز فرمایا﴿وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى اَوْلِیٰٓـِٕهِمْ لِیُجَادِلُوْكُمْ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ(انعام:121)﴾"اور بے شک شیاطین اپنے دوستوں کی طرف القاء کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کرلی تو تم مشرک ہوگئے"۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں گمراہ کن فتنوں سے بچا کر رکھے اور ہمیں اپنے دین پر ثابت قدم رکھے اور سعادت کے ساتھ ہمارا خاتمہ فرمائے یقیناً وہ ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

۴ اللہ کے سوا قانون / شریعت ساز:

قانون / شریعت ساز اس حاکم سے مختلف ہے جو اس قانون کو نافذ کرتا ہے اسے آج کل کی اصطلاح میں قانون ساز گورنمنٹ کہا جاتا ہے جو قانون نافذ کرنے والی گورنمنٹ (یعنی حکام) کو ان احکامات، فیصلہ جات، قوانین کو نافذ کرنے کا پابند کرتی ہے جو اس نے بنائے ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا قانون سازی کرنے والا کوئی شخص / فرد ہوتا ہے کبھی کوئی کمیٹی / انجمن کبھی کوئی جماعت کبھی کوئی گروہ اور کبھی کوئی مجلس ہوتی ہے جو بعض قانون سازوں یا علماء یا بزرگوں یا بڑوں پر مشتمل ہوتی ہے جنہیں نت نئے ایڈیشن پیش کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

عام معنوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ: ہر وہ شخص جو قانون سازی (حلال کرنا، حرام کرنا، اچھا قرار دینا، برا قرار دینا جو کہ محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاصیت ہے) کی خاصیت کو اللہ کے سوا اپنی ذات کے لئے قرار دے اور بندوں کے لئے اپنی خواہش اور اپنی رائے کے مطابق قانون سازی کرنے لگے تو وہ طاغوت ہے اس نے اپنی ذات کو اللہ کا شریک قرار دے دیا لہٰذا اس کے ساتھ کفر کرنا اور اسے کافر قرار دینا واجب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ﴾ "وہ طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جانا چاہتے ہیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کفر کریں"۔ اس پر ایک ایسے طاغوت کی حیثیت سے صادق آرہا ہے جس کی اس جہت سے عبادت کی جاتی ہو کہ اس کے بنائے ہوئے قانون سے فیصلہ کیا جاتا ہے اور اس کی اطاعت کی جاتی ہے اور اس کے لئے قانون سازی کی خاصیت کا اقرار کیا جاتا ہے جو کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا﴾ "اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا"۔ لہٰذا مخلوق میں سے جو بھی اس کے لئے اس حق کا اعتراف کرے اس کی جانب سے جاری کردہ احکامات و قوانین و فیصلہ چاہے تو گویا اس نے اس کے لئے الوہیت و ربوبیت کا اقرار کر لیا اور اسے معبود اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی خاص خصوصیت میں اسے اس کا شریک قرار دے دیا اگرچہ بظاہر وہ نماز پڑھتا ہو روزہ رکھتا ہو اور خود کو مسلمان سمجھتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مصداق بن رہا ہے ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ "انہوں نے اپنے علماء اور بزرگوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا"۔

⑤ اللہ کے قانون (شریعت) سے ملتی جلتی قانون سازی: طاغوت کی تعریف میں یہ بات گزر چکی ہے کہ بعض اہل علم نے اللہ کے قانون سے ملتے جلتے وضعی قوانین اور شریعتوں وغیرہ کو بھی طاغوت قرار دیا ہے اور اس پر لفظ طاغوت اور صفت طغیان (سرکش) کا اطلاق کیا ہے طاغوت کی اس قسم میں وہ طاغوتی بناوٹی دساتیر (دستور کی جمع) بھی داخل ہیں جنہیں انسانی عقول حظّوں اور بندوں پر حکومت کے لئے ایجاد کرتی ہیں اور یہ سب (یعنی بندگان طاغوت) دستور کے تحت رہتے ہیں اس میں جو بھی ہو اسے نافذ کرتے ہیں گویا دستور سب پر غالب ہوتا ہے لیکن دستور پر کوئی بھی غالب نہیں ہو سکتا جیسا کہ وہ کہتے ہیں: طاغوت کے زبردست پروپیگنڈے کے بعد لوگوں میں دستور کا اس قدر خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ہر شئے کے خلاف بغاوت کا یا ہر شئے پر تنقید کرنے کا تصور کر سکتے ہیں سوائے اس دستوری طاغوت کے جسے طاغوت نے بنایا ہوتا ہے گویا دستور ان کے نزدیک تنقید واعتراض و تعاقب و محاسبہ سے بالاتر ہوتا ہے اور ہر طرح کی تباہی اور ہلاکت اس شخص کا مقدر بن جاتی ہے جسے اس کا نفس دستور کی توہین اور دستور میں دست درازی پر آمادہ کرتا ہے۔ ایسے ہی طاغوت کی اس قسم میں وہ کتابیں بھی داخل ہیں جو کہ کفر کو رواج دیتی ہیں اور اس کی طرف دعوت دیتی ہیں خاص طور پر وہ کتب جو کافر اور سیکولر جماعتوں (پارٹیوں) وغیرہ ایجنڈے اور بنیادی اصول و مقاصد

وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہیں اور ان کتابوں کو ایسا بنیادی ماخذ قرار دیا جاتا ہے جسے اختیار کرنا اور جس کی طرف رجوع کرنا اور جس کی پابندی کرنا پارٹی کی طرف منسوب تمام افراد کے لئے لازم ہوتا ہے۔

لہٰذا جو کتاب کفر و شرک پر مشتمل ہو وہ بھی ایک بت ہے جس کی پوجا کی جاتی ہے اور جو منتظر رہتی ہے کہ کون اس کے جال میں پھنستا ہے اور اس پر چلتا ہے چنانچہ اس طرح کی کتابوں کی خرید و فروخت اور نشر و اشاعت بھی حرام ہے اگر چہ ایسا مادی فوائد کے ارادے سے ہی کیا جائے کیونکہ یہ عمل کفر کی اشاعت میں تعاون کے مترادف ہے (یہ مطالبہ خاص طور پر ایسے پبلشرز و ناشرین سے ہے جو خود کو اسلامی کہتے ہیں انہیں اس طرح کی کتب کی نشر و اشاعت سے باز رہنا چاہیئے جو کفر اور شرک اور گمراہیوں پر مشتمل ہوں کیونکہ برائی بتانے والا ایسے ہی ہے جیسے خود برائی کرنے والا) اگر کہا جائے کہ طاغوت کہتے ہیں جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے تو "قانون" کی عبادت کس طرح ممکن ہے؟

میں کہتا ہوں: یہ بہت واضح ہے اس کی عبادت اس کی طرف فیصلے کے لئے جا کر اس سے فیصلہ چاہ کر اور اسے مان کر اور اس کی شقوں کو اختیار کر کے اور اس کے احکام پر بلا اعتراض تنقید و تعاقب اور بلا چوں و چرا اس عمل کر کے ممکن ہے اس کے علاوہ عبادت کے بہت سے لغوی و شرعی پہلوؤں سے اور ان پہلوؤں سے بھی جو محض اللہ کے لئے خاص ہیں اس کی عبادت ممکن ہے۔

٦ اللہ کے سوا جس کی ذات سے محبت کی جاتی ہو (محبوب لذاتہ): یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ اللہ کے سوا جس کی ذات سے محبت کی جائے وہ اس اعتبار سے معبود ہو گا کہ اس کی خاطر دوستی کی جاتی ہے اور اسی کی خاطر دشمنی کی جاتی ہے اسی کی خاطر محبت کی جاتی ہے اور اسی کی خاطر نفرت کی جاتی ہے اور جس سے وہ تعلق قائم کرے اس سے تعلق قائم کیا جاتا ہے اور جس سے وہ دشمنی کرے اس سے دشمنی کی جاتی ہے اور اس سارے سلسلے میں حق یا باطل کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ لہٰذا جو ایسا ہو وہ طاغوت ہے اسے اللہ تعالیٰ کا ان امور میں شریک قرار دیا گیا ہے جو صرف اللہ اکیلے کے لئے خاص ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ۔(بقرہ:165)﴾"اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کے شرکاء مقرر کر لیتے ہیں جن سے وہ اللہ کی محبت کی جیسی محبت کرتے ہیں"۔اور شرک و سرکشی کی اس قسم سے متعلق دلائل بھی پیش کئے جا چکے ہیں ۔یہاں ہم صرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ محبوب لذاتہ (جس کی ذات سے محبت کی جائے / جس سے اس کی ذات کے سبب محبت کی جائے) بھی طاغوت ہے اگر چہ اس کی صورتیں اور شکلیں مختلف ہوتی ہیں کبھی یہ حاکم کی صورت میں ہوتا ہے تو کبھی بزرگ کی صورت میں کبھی لیڈر کی صورت میں تو کبھی وطن یا قوم یا قبیلے یا عورت یا مال (صحیح بخاری اور سنن ابن ماجہ میں نبی ﷺ کے اس

فرمان (تعس عبدالدرھم) "درہم کا بندہ برباد ہو"۔ پر غور کیجئے آپ نے اسے درہم کا بندہ اسی لئے کہا کہ اس کی زندگی کا مقصد اور لوگوں کے ساتھ اس کے تعلق کی بنیاد مال ہوتا ہے اس کے نزدیک منافع اور زیادہ سے زیادہ مال سے زیادہ کچھ بھی اہم نہیں ہوتا چنانچہ جب اسے فائدہ ہوتا ہے اور اس کا مال بڑھتا ہے تو وہ ہشاش بشاش اور خوش ہو جاتا ہے اور جب اسے فائدہ نہیں ہوتا تو یہ پریشان پریشان اور تھکا تھکا سا لگتا ہے۔ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس فرمان (من سعی مکاثرا ففی سبیل الطاغوت وفی روایة فی سبیل الشیطان) "جو زیادہ سے زیادہ (مال) جمع کرنے کے لئے محنت کرے تو یہ طاغوت کی راہ میں ہے ایک روایت میں ہے یہ شیطان کی راہ میں ہے" (طبرانی بسند صحیح۔ مجمع الزوائد) وغیرہ کی صورت میں یعنی جس کی خاطر دوستی اور دشمنی کا نفرت و محبت کا تعلق قائم کیا جاتا ہو وہ لفظ طاغوت کے اطلاق میں داخل و شامل ہے۔

⑦ اللہ کے سوا جس کی ذات کی اطاعت کی جائے (المطاع لذاته): ایسے ہی جس کی ذات کی اطاعت کی جاتی ہو یا جس کی اطاعت اس کی ذات کے سبب کی جاتی ہو وہ بھی طاغوت ہے اور اس عبادت حق و باطل میں اس کی اطاعت کے پہلو سے ممکن ہے جیسا کہ بتایا جاچکا ہے یعنی اس پہلو سے بھی اس کی عبادت ممکن ہے کہ اس کے حکم کی بلا چوں و چرا و بلا تاخیر و بلا تنقید و اعتراض اطاعت کی جائے خواہ اس کا حکم حق کے مطابق ہو یا مخالف طاغوت کی عبادت کی اس قسم میں بہت سے لوگ جانے انجانے میں داخل ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا جن کی ذات کی اطاعت کی جاتی ہے وہ کبھی حاکم ہوتا ہے اور کبھی کسی قبیلے کا سردار یا جماعت یا پارٹی کا لیڈر ہوتا ہے کبھی کوئی بزرگ یا پیر یا عالم ہوتا ہے جیسے عیسائیوں کا پوپ وغیرہ............

⑧ **وطن اور وطنیت:** وطن بھی طاغوت ہوتا ہے اور اللہ کے سوا اس کی عبادت کی جاتی ہے جبکہ وطن کی طرف نسبت اور وطن کی حدود کی خاطر دوستی یا دشمنی کی جائے اور اسی بنیاد پر حقوق و واجبات کو تقسیم کیا جائے اس طرح کہ جو وطن کی طرف منسوب ہو اور وطن کی حدود میں رہ رہا ہو اسے تمام حقوق دیئے جائیں اور اس سے تمام تعلقات قائم کئے جائیں اگرچہ وہ بدترین کافر ہی ہو اور جو وطن کی طرف منسوب نہ ہو اس کا باشندہ یا اس میں سکونت پذیر نہ ہو اسے ان تمام حقوق سے محروم رکھا جائے جو کافر ہم وطنوں کو دیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ روئے زمین پر اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور سب سے زیادہ فضیلت والا ہی ہو۔ اس کی ایک صورت وہ وطنی یا ملکی اتحاد یا قومی یکجہتی بھی ہے جو طاغوت اور بہت سے دھوکے میں مبتلاء افراد کی زبانوں پر گردش کرتی رہتی ہے جس سے یہ مراد لیا جاتا ہے کہ تمام ہم وطن پارٹیاں اور گروپس خواہ وہ دینی ہوں یا بے دین اور اچھی ہوں یا بری ایک دوسرے کی حلیف بن جائیں اور وطن کو درپیش مشکلات اور چیلنجز کے مقابلے میں ایک ہی صف میں کھڑی ہو جائیں اس طرح وطن ہی ان کی

تمام تر ترجیحات کا محور بن جاتا ہے اور ایک ایسا عظیم مقصد بن جاتا ہے جس پر ان سب کی کوشش یکجا ہو جاتی ہیں۔ تو جو مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ و دیگر تمام کفار کے مابین محض وطن کی بنیاد پر فرق کرے اور ان سب پر ایک جیسے قوانین لاگو کرے وہ کفر اکبر کا مرتکب کافر ہے کیونکہ اس نے وطن کو اللہ عزوجل کا اس کی خاطر دوستی اور دشمنی میں شریک قرار دے دیا اور اس سلسلے میں اس نے عقیدے اور دین کا نہیں بلکہ وطن اور مٹی اعتبار کیا اس کا معنی یہ ہوا کہ اس نے ان تمام نصوص شرعیہ کو مسترد کر دیا جو دین اور عقیدے کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی کو واجب قرار دیتے ہیں۔ وطن کی تعظیم اور اسے اللہ عزوجل کے سوا معبود قرار دینے میں لوگوں اس حد تک غلو سے کام لیا ہے کہ وہ تعلیم و تربیت اور ثقافت و ذرائع ابلاغ کے پہلوؤں میں وطن کو ہر ایک عمل اور کارنامے کی بنیاد قرار دیتے ہیں وہ وطن کی خاطر جہاد کرتے ہیں وطن کی خاطر مال و دولت خرچ کرتے ہیں اور وطن کی خاطر ہی جان دیتے ہیں وطن کی خاطر زیادتی کرتے ہیں اور وطن کی خاطر صلح کرتے ہیں۔ ان کے یہ تمام اعمال اگر اللہ کی خاطر ہوں تو جائز ہیں لیکن اگر اللہ کے سوا کسی اور کی بھی خاطر ہوں خواہ وطن کی خاطر تو یہ اعمال اس کی عبادت ہوں گے جیسا کہ صحیح بخاری میں آتا ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آدمی مال غنیمت کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی شہرت کے لئے لڑتا ہے اور ایک آدمی اس لئے لڑتا ہے کہ اس کا مقام دیکھا جائے (یعنی بہادری دکھانے کے لئے) تو اللہ کی راہ میں کون ہے؟ آپ نے فرمایا: (من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله) "جو لڑے تا کہ اللہ کا کلمہ (دین) ہی بلند ہو تو وہ اللہ کی راہ میں ہے"۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان حصر کا فائدہ دے رہا ہے یعنی جو قتال شرعاً محبوب ہے اس سے مراد وہ قتال ہے جس کا مقصد زمین پر اللہ کے دین کی سربلندی ہو اور اس کے سوا ہر مقصد باطل ہے اور اس کے حصول کی خاطر کیا جانے والا قتال طاغوت راہ میں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ (نساء:76)﴾ "جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں"۔ لڑائی اور قتال کی یہی دو قسمیں ہیں ان کے سوا تیسری کوئی قسم نہیں ہے یا تو اللہ کی راہ میں قتال ہو گا یا طاغوت کی راہ میں اور ان دونوں میں کوئی اختلاط والتباس نہیں ہے ہر وہ قتال جو اللہ کی راہ میں نہ ہو تو لازماً وہ طاغوت کی راہ میں ہو گا۔ اگر کہا جائے کہ ہم کیسے مان لیں کہ آدمی کا وطن کی خاطر قربانی دینا اور لڑنا جائز نہیں ہے لیکن ارض اسلام یا اسلامی ممالک کے دفاع میں لڑنا شرعاً واجب ہے اور مسلمانوں پر اس فریضے کی ادائیگی لازمی ہے۔ ایسے ہی بعض احادیث کے مطابق آدمی کا اپنے مال یا دین یا جان اپنی عزت یا اپنے کھوئے ہوئے حق کی حصول کی خاطر قتل کر دیا جانا شہادت ہے؟

میں کہتا ہوں: ان دونوں میں کچھ تعارض نہیں ہے والحمد للہ ایک معمولی سا فرق ہے کہ ایک صورت میں اللہ کی راہ میں یعنی اللہ کی خاطر اس کے حکم اور دین کی سربلندی کرنے کے لئے کسی شئے کے دفاع میں لڑا جائے جبکہ اللہ کی خاطر اور دوسری صورت یہ

ہے کہ اس شئے کی راہ میں اس شئے کا دفاع کرنے کے لئے لڑا جائے ان میں پہلی صورت کو اسلام نے مشروع قرار دیا ہے اور اس کا حکم دیا ہے اور یہ ایسا افضل ترین عمل ہے جس کے ذریعے بندہ اپنے رب کا قرب حاصل کرتا ہے جبکہ دوسری صورت باطل ہے شرک ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ کے لئے عمل کیا جارہا ہے۔ ایسے ہی وطن سے (اللہ کی خاطر) محبت اور اس کی طرف میلان کے درمیان اور وطن کی طرف نسبت کی بنیاد پر دوستی اور دشمنی قائم کرنے کا اور وطن کی خاطر اعمال سرانجام دینے کے درمیان فرق ہے اول الذکر جائز ہے جبکہ ثانی الذکر ناجائز اور حرام ہے کیونکہ اس میں وطن کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنادیا گیا ہے جیسا کہ وضاحت کی جاچکی ہے جبکہ اکثر لوگ ان دونوں صورتوں میں اختلاط والتباس کر دیتے ہیں۔

مکہ جو کہ نبی ﷺ کو تمام سرزمین سے زیادہ محبوب تھا لیکن اللہ اس سے بھی زیادہ محبوب تھا چنانچہ جب آپ کو اپنے محبوب وطن اور جائے پیدائش میں اقامت اختیار کرنے اور اللہ کی خاطر اور دارالاسلام یعنی یثرب یعنی مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جانب ہجرت کو ترجیح دی اور آپ کی اس روش پر آپ کے صحابہ اور تابعین چلے اور ہم بھی انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

اہم تنبیہ: ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑا مقصد ہے اور کوئی بھی مقصد اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا اور اللہ کے بندوں کے ذمے یہ اس کا حق ہے چنانچہ جب کسی کو اللہ تعالیٰ اور وطن، گھربار، خاندان اور مال وغیرہ دنیاوی عیش و عشرت کے مابین اختیار دے دیا جائے کہ ان میں ایک کو چن لو تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مقدم کرنا چاہئیے کیونکہ اس کی راہ میں ہر شئے ہیچ اور پیچ ہے جبکہ اس کے علاوہ کی راہ میں ہر شئے عزیز سے عزیز ہے۔

ہمارے علاوہ کتنے لوگ ہیں جو طاغوت کی راہ قربانیاں دیتے ہیں اور انہیں بالکل پرواہ نہیں ہوتی لہٰذا ہمارا زیادہ حق بنتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں قربانیاں دیں اور مرنا چاہیں خاص طور پر اس لئے کہ ہمیں اللہ سے انعام واکرام کی امید ہے جو انہیں حاصل نہیں اور یہ ایمان اور توحید کے عام تقاضے ہیں جسے پورا کرنا اور جس سے باخبر رہنا ہر مسلمان پر فرض ہے وگرنہ اس کا دعویٰ اسلام محض خوش فہمی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (توبۃ:24)﴾ ”اے نبی کہہ دیجئے تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری

بیویاں، تمہارا خاندان، مال جو تم نے کمائے، کاروبار جس کے خسارے سے تم ڈرتے ہو اور گھر جو تمہیں پسند ہیں اگر یہ سب تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو حتی کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا"۔ یہاں فسق سے مراد فسق اکبر مراد ہے جو دین سے خارج کر دیتا ہے اس آیت اور اس عنوان سے متعلق دیگر شرعی نصوص کا یہی تقاضا ہے۔

⑨ **قوم اور قومیت:** قومیت کی سوچ چند بنیادوں اور اصولوں پر قائم ہوتی ہے جو کہ یہ ہیں: زبانی، تاریخ، زمین (علاقہ)، نسل جو قوم ان خصوصیات کی حامل ہو ان سے قومیت کی بنیاد پر دوستی کی جاتی ہے اور ان کی مدد کرنا حق بن جاتا ہے اور اس دوستی و مدد کے سلسلے میں عقیدے یا دین سے چشم پوشی کی جاتی ہے کیونکہ قومی سوچ اور قوم پرستوں کے نزدیک ان کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا گویا یہ قومیت ہی اس کفریہ سیکولرازم اور لادینیت کی بنیاد جو مذہب کو ریاست سے الگ ہونے کا تصور پیش کرتی ہے۔ اس بنیاد پر جو لوگ قومی بنیاد اور اعتبار پر مجتمع ہوتے ہیں تو یہ قومیت ہی ان کا طاغوت ہے اور اللہ کے سوا ان کا معبود ہے کیونکہ اسی کی طرف نسبت کی بنیاد پر دوستی یا دشمنی کرتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر ہی حقوق و واجبات کو تقسیم کرتے ہیں جو بھی ہم قوم ہو اس کے لئے دوستی یا مدد اور دیگر حقوق ہیں اگرچہ وہ زمین کا سرکش ترین فرد ہو اور جو قوم کا نہیں اس کے لیے کچھ بھی نہیں خواہ وہ زمین پر پرہیز گار ترین فرد ہو۔

خلاصہ یہ کہ قومیت کی سوچ اللہ کے حرام کردہ کو لازم اور اس کے فرض کردہ کو حرام کر دیتی ہے اور یہی کفر بواح ہے نیز قومیت کا عقیدہ رکھنا اور اس کی حمایت کرنا دراصل طاغوت کا اعتقاد رکھنا اور اس کی حمایت کرنا ہے۔ جبکہ اسلام دین، ایمان اور عقیدے کی بنیاد پر دوستی اور بھائی چارے کا تعلق قائم کرتا ہے تقویٰ اور عمل صالح کی بنیاد پر لوگوں کو ایک دوسرے پر برتری عطاء کرتا ہے اور اس سلسلے میں ان کی زبانوں اور ان کی وطنیت و قومیت کا اعتبار نہیں کرتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ(الحجرات:10)﴾"در حقیقت سارے مومن بھائی بھائی ہیں"۔ یعنی اہل ایمان کی قومیں اور وطن علاقے اور زبانیں اگرچہ مختلف ہوں لیکن ایمان کی بنیاد پر وہ ایک دوسرے کے بھائی اور دوست ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (توبۃ: 71)﴾"اور ایمان والے مرد حضرات اور ایمان والی خواتین آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں (یعنی مرد مرد۔ عورت عورت)"۔ نیز فرمایا﴿اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ(کھف:102)﴾"کیا کافروں نے یہ گمان کیا ہوا ہے کہ وہ میرے بندوں کو میرے سوا دوست بنالیں گے"۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں جو چیز ان

کے مابین دوستی میں رکاوٹ قرار دی ہے وہ ان کا کفر ہے اگر چہ یہ دونوں ایک ہی قومیت رکھتے ہیں بلکہ ان کا خاندان تک ایک ہے کیونکہ وہ دو بھائیوں کی اولاد ہیں۔ نیز فرمایا﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ(قلم:36-35)﴾"کیا پس ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کر دیں تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟"۔یعنی یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے اگر چہ ان کی قوم اور وطن ایک ہی ہو نیز فرمایا﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ(ص:28)﴾"کیا ہم ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو زمین پر فساد مچانے والوں کی طرح کر دیں یا ہم پاکیزہ کو گناہ گاروں کی طرح کر دیں"۔ایسے ہی فرمایا﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾"اے لوگوں ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہیں خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کا تعارف کر سکو بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے"۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ اور عمل صالح کی بنیاد پر ایک دوسرے پر برتری دی ہے نیز صحیح حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا(ان اهل بیتی هؤلائ یرون انهم اولی الناس بی ولیس كذالك ان اولیا ئی منكم المتقون من كانوا وحیث كانوا(السنة لابن ابی عاصم بسند صحیح)"یہ میرے اہل بیت سمجھتے ہیں کہ وہ مجھ سے سب لوگوں سے زیادہ قریب ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے تم میں سے میرے دوست پرہیز گار ہیں"۔ نیز فرمایا(لا فضل لعربی علی اعجمی الا بالتقویٰ)"کسی عربی کو کسی عجمی پر برتری حاصل نہیں ہے مگر تقویٰ کی بنیاد پر"۔ نیز فرمایا﴿ان الله قد اذهب عُبِّیَّة الجاهلیة وفخرها بالآباء مؤمن تقی وفاجر شقی انتم بنو آدم من تراب لیدعن رجال باقعاهم من فحم جهنم او لیكونن اهون علی الله من الجعلان التی تدفع بانفها الفتن﴾"اللہ نے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر اترانے کو ختم کر دیا ہے(اب)مومن متقی ہے یا گناہ گار بدبخت تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی کے تھے لوگ اپنی ان اقوام پر اترانا ضرور چھوڑ دیں جو جہنم کا ایندھن بن گئیں ورنہ وہ اللہ کے نزدیک سیاہ کیڑے سے بھی بدتر ہو جائے گا جو اپنی ناک سے گندگی صاف کرتا رہتا ہے"۔(مسند احمد۔ابوداؤد۔ صحیح الجامع:1778)

نیز فرمایا(اذا رأیتم الرجل یتعزی لعزاء الجاهلیة فاعضوه بهن ابیه ولا تكنوا)"جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ جاہلیت کی نسبت اختیار کرتا ہے تو تم اسے اس کے باپ کی شرمگاہ چبوا دو اور کنایہ نہ کرو"۔بقول ابن کثیر تعزی سے مراد کسی قوم کی طرف نسبت کرنا ہے اور ھن کا معنی أیر کا معنی یعنی انسان کا عضو تناسل ہے (النھایۃ)۔ نیز فرمایا(من ادعی دعوی الجاهلیة فانه جثا جهنم)"جس نے جاہلیت کا دعویٰ کیا وہ جہنم کی جماعت ہے ایک شخص کہنے لگا کہ: یارسول اللہ اگر چہ وہ نماز پڑھتا ہو روزہ رکھتا ہو تو آپ نے فرمایا﴿وان صلی وصام فادعوا بدعوی الله التی سماكم المسلمین المومنین عباد الله﴾"اگر چہ وہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ

رکھتا ہو پس تم اللہ کے اس دعوے کے ساتھ پکارو جو اس نے تمہارا نام رکھ دیا مسلمین، مومن، اللہ کے بندے "(صحیح الترغیب والترھیب:553)۔ نیز فرمایا(لیس منّا من دعا بدعوی الجاھلیة)"جو جاہلیت کی پکار پکارے وہ ہم میں سے نہیں "(صحیح سنن النسائی:1756)۔

اور ہر وہ پکار جو اسلام کی پکار نہ ہو وہ جاہلیت کی پکار ہو گی اور ہر وہ تعلق جو ایمان اور عقیدے کی بنیاد پر نہ ہو وہ جاہلیت کا تعلق ہو گا جس سے لاتعلقی اختیار کرنا اور نفرت کرنا اور بچنا واجب ہے۔ اور جو کچھ ہم نے قومیت سے متعلق کہا ہے وہی کچھ اس قبائلیت اور خاندانیت کے متعلق بھی ہے جس کی طرف نسبت کی بنیاد پر دوستی اور مدد کا تعلق قائم کیا جاتا ہو اور دین اور عقیدے کی سلامتی کا اعتبار نہ کیا جاتا ہو یعنی جو قبیلے یا خاندان کی منسوب ہو اور اس کے نظام اور روایات کو مانتا ہو اس سے دوستی کرنا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہو اگرچہ وہ کافر ہو اور اگر وہ کسی دوسرے خاندان یا قبیلے کا ہو تو اسے ان حقوق سے محروم کر دیا جائے اگرچہ وہ مسلمان مومن ہو اس طرح یہ قبیلہ اور خاندان اپنے اہل کے نزدیک اللہ کے سوا ایک ایسے معبود کا درجہ پاجاتا ہے جس کی اطاعت کی جاتی ہو جسے قبیلہ لازم کر دے اسے مان لیا جائے اگرچہ وہ اس دین میں حرام ہی ہو اور جس سے قبیلہ روک دے اس سے رک جایا جائے اگرچہ شریعت اسے لازم قرار دے یہ عین کفر اور عین شرک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ(انعام:121)﴾"اور اگر تم نے ان کی اطاعت کر لی تو تم یقیناً مشرک ہو جاؤ گے"۔ بعض قبائل اور خاندانوں کے باہمی تعلق کی معروف صورتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آباءواجداد کے ذریعے ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں اور اس میں ان کی استقامت اور دین میں سلامتی کو اہمیت نہیں دیتے بلکہ اس سے چشم پوشی کرتے ہیں اسلام نے اس سے منع کیا ہے اور اس سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا(انتسب رجلان علی عھد موسیٰ فقال احدھما انا فلان بن فلان حتی عد تسعة فمن انت لا امر لك قال فلان بن فلان الاسلام فاوحی اللہ الی موسیٰ ان قل لھذین المنتسبین اما انت ایھا المنتسب الی تسعة فی النار فانت عاشرھم فی النار واما انت ایھا النسب الی اثنین فی الجنة فانت ثالثھما فی الجنة(مسند احمد۔ نسائی۔ طبرانی صحیح الجامع:1492))"موسیٰ علیہ السلام کے دور میں دو افراد نے اپنی نسبتیں (شجرہ نسب) بیان کیں ان میں سے ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں حتیٰ کہ اس نے نو(9) نام گنوائے، تو کون ہے تیری ماں نہ رہے؟ اس نے کہا: میں فلاں بن فلاں میں اسلام ہوں۔ تو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ان دونوں نسبتیں بیان کرنے والوں سے کہہ کہ اے نو(9) کی طرف نسبت کرنے والے تو جہنم میں ہیں تو جہنم میں ان کا دسواں ہے اور اے دو کی طرف نسبت کرنے والے تو جنت میں ہے

تو جنت میں ان کا تیسرا ہے"۔ لہٰذا جسے ضروری اپنا شجرہ بیان کرنا ہے تو وہ اسلام کی طرف نسبت کرے یا اس کی طرف جو اسلام کی طرف منسوب ہو۔

⑩ **انسانیت:** جب انسانیت ایک ایسی علامت بن جائے جس کی بنیاد پر دوستی یا دشمنی یا جنگ یا صلح کا اعلان کیا جائے تو انسانیت اس صورت میں اللہ کے سوا ایک ایسا طاغوت شمار ہوگی جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہو اور انسانیت سے مراد ہے کہ تمام انسان حقوق و واجبات میں برابر ہیں (جیسا کہ اس دور میں انسانیت کو قومیت وغیرہ پر بھی ترجیح دی جاتی ہے) اگرچہ ان کی دینی اور اعتقادی نسبتیں مختلف ہوں چنانچہ اس انسانیت میں لوگوں میں سب سے زیادہ متقی اور با اخلاق لوگوں میں سب سے بڑے گناہ گار اور کافر کے برابر ہوتا ہے جب تک وہ دونوں انسان ہیں ان دونوں کے درمیان کچھ فرق نہیں جبکہ دین کی رو سے اس بات کا باطل ہونا مشہور و معروف ہے ایسی بات دین سے خارج کوئی کافر ہی کر سکتا ہے کیونکہ اس بات کا لازمی معنی یہ بنتا ہے کہ سید کائنات محمد بن عبد اللہ ﷺ اور کفر و ضلالت کا سردار ابو جہل دونوں برابر ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) لوگوں نے "انسانیت" میں اس قدر غلو کیا ہے کہ ان کے تمام امور اور کاموں کا مقصد انسانیت کی خدمت بن گیا ہے اگر ان میں سے کوئی کسی بھی طرح کا کوئی اچھا کام کرتا ہے تو انسانیت کی خاطر اگر مال خرچ کرتا ہے تو انسانیت کی راہ میں انسانیت کی خاطر ان کا یہ ہر کام ان کی خود ساختہ انسانیت کی راہ میں ہوتا ہے گویا انسانیت ان کے نزدیک اللہ کے سوا معبود ہے۔

⑪ **پارٹی:** جب پارٹی تمام اتھارٹیز (اختیارات) کا سرچشمہ بن جائے جس میں قانون سازی کا اختیار بھی شامل ہو اور پارٹی کو ان لوگوں پر مکمل اختیار حاصل ہو جو ملک کے حکام ہوں ایسے اس قانون پر بھی جو اس ملک میں نافذ ہو حتیٰ کہ اگر پارٹی چاہے تو جاہلیت کے قانون کو بھی نافذ کر دے تو اس صورت میں پارٹی بھی ایک طاغوت ہے اور اللہ کے سوا ایک معبود ہے اس کی بہت سی صورتیں ہیں:

- قانون سازی کا اختیار پارٹی کو دینا اور اسے اللہ کی خاصیت حکم و قانون سازی میں اس کا شریک بنا دینا شرک کی اس قسم کے متعلق دلائل بیان کئے جا چکے ہیں۔

سید قطب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اسلامی نظام میں امت ہی حاکم کو منتخب کرتی ہے (لیکن اسے یہ اختیار نہیں دے سکتی کہ وہ مسلسل اللہ کی شریعت کے بغیر فیصلے کرتا رہے جیسا کہ وہ کافر اور مرتد حکام کو شہروں اور بندوں پر حکومت کے لئے منتخب نہیں

کر سکتی) اور اسے مسلسل اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے کا اختیار دیتی ہے لیکن امت حاکمیت کا ایسا سرچشمہ نہیں ہے جو قانون کو قانونی شکل (آئین کی حیثیت) دیتی ہو بلکہ حاکمیت کا حقیقی سرچشمہ صرف اور صرف اللہ ہے اور بہت سے لوگ حتیٰ کہ مسلمان محققین بھی حاکمیت کے تسلسل اور حاکمیت کے سرچشمے کو خلط ملط کر دیتے ہیں جبکہ تمام انسان مل کر بھی حاکمیت کا حق نہیں رکھتے اس کا اختیار صرف اللہ وحدہ کو ہے لوگ تسلسل کے ساتھ اس قانون کو لاگو کرتے ہیں جو اللہ نے اپنی حاکمیت کے ذریعے بنایا ہو اور جسے اس نے قانون کا درجہ نہ دیا ہو اسے کوئی بھی حکومتی یا قانونی حیثیت حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی اللہ نے اس کی کوئی دلیل اتاری ہوتی ہے"۔(فی ظلال القرآن:1990/4)

❍ اللہ کی نافرمانی میں پارٹی کی ذات کی اطاعت کرنا یا پارٹی کی اطاعت لذاتہ کرنا اور پارٹی جہاں اشارہ کر دے یا حکم دے اس کی رغبت میں وہیں ڈھیر ہو جانا اگرچہ وہ کفر بواح کا اشارہ کرے یا حکم دے۔

❍ پارٹی کے ارادے (پسند، ناپسند، پالیسی وغیرہ) کو اللہ کے ارادے (اسکے دین، شریعت، حکم) پر ترجیح دینا اور پارٹی کی جانب اس نگاہ سے دیکھنا کہ وہی حاکم اعلیٰ ہے جس کی طرف تمام اختلاف میں رجوع کیا جاتا ہے اور اس کے حکم / فیصلے کو بلا تنقید و اعتراض و بلا چوں و چراں قبول کرنا واجب ہے (اس صورت حال کا عملی مظاہرہ اس وقت ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جب حاکم اور اس کے مخالفین میں اختلاف پیدا ہو جائے تو دونوں میں ہر ایک فریق فوراً اپنی اپنی پارٹی کی جانب رجوع کرتا ہے اور اس سے فیصلہ چاہتا ہے جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف ہے ارشاد فرمایا﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔(نساء:59)﴾"پس اگر تم کسی بھی شئے میں باہم اختلاف کرو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹادو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو"۔ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب (اعلام الموقعین:49/1) میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:"سیاق شرط میں نکرۃ ان تمام دینی اختلافات کو شامل ہے جو مومنوں کے مابین واقع ہو جائے خواہ وہ اختلاف باریک ہو یا گہرا۔واضح ہو یا مخفی اور اگر اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت میں ان کے اختلاف کا فیصلہ بیان نہ کیا گیا ہو تا یا ناکافی فیصلہ ہوتا تو اللہ اس کی طرف لوٹانے کا حکم ہی نہ دیتا کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ اللہ اختلاف کی صورت میں ایسی ذات کی طرف رجوع کرنے کا حکم دے جس کے پاس اس اختلاف کا حل نہ ہو"۔نیز لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ سبحانہ کی طرف لوٹانے سے مراد ہے اس کی کتاب کی طرف لوٹانا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانے سے خود ان کی ذات یا ان کی سیرت یا ان کی وفات کے بعد ان کی سنت کی طرف لوٹانا۔نیز اللہ تعالیٰ نے اس لوٹانے کو ایمان کے تقاضوں اور لوازمات میں سے قرار دیا ہے چنانچہ جب یہ لوٹانا نہ رہے تو ایمان بھی نہیں رہتا ملزوم

کے نہ ہونے کالازمی تقاضا ہے کہ لازم بھی نہ رہے خاص طور پر جبکہ تلازم ان جانبوں میں ہو اور دونوں میں ہر ایک دوسرے کو منتفی (ختم)ہونے کے ساتھ ہی منتفی (ختم)ہو جاتا ہو۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ جو رسول کے لائے ہوئے دین کے علاوہ کی طرف فیصلے کے لئے جائے یا اس سے فیصلہ مانگے تو گویا اس نے طاغوت کو حاکم / فیصل مان لیا اور اس سے فیصلہ چاہا / مانگا")۔یہی تو وہ الوہیت وربوبیت ہے جو اللہ رب العالمین کے سوا اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔

❍ پارٹی کا حکم اللہ کا حکم نہ ہو گا اگر چہ وہ اسلامی قانون اور حق کے مطابق فیصلہ دے اس کی دو وجوہات ہیں:

① اسلامی قانون کا نفاذ در حقیقت پارٹی کی پالیسی اور پسند کی بنیاد پر ہے نہ کہ اللہ کے حکم اور اس کے ارادے کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی بنیاد پر اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر پارٹی اس کے بعد کچھ اسلامی قانون کے علاوہ قانون کے مطابق فیصلہ کرے تو اسے نافذ کر دیا جائے گا اور کسی قسم کی تردید یا اعتراض کے بغیر اسے اسلامی قانون کے علاوہ قانون کے مطابق قائم مقام قرار دیا جائے گا کیونکہ پارٹی کے تمام افراد اچھی طرح جانتے ہیں کہ پارٹی کے حکم کے سوا کسی اور کا حکم نہیں چلتا اور تمام معاملات کو پارٹی کی جانب لوٹایا جاتا ہے پھر اسے اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ جو چاہے جس طرح چاہے فیصلہ کرے۔

② یہ بات پہلے بھی بتائی جاچکی ہے کہ حکم / فیصلہ اور تمام تحاکم (فیصلہ چاہنا، فیصلہ لینا، فیصلہ کروانا وغیرہ)اللہ کی نسبت الوہیت وربوبیت اور بندوں کی نسبت بندگی واطاعت و توحید ہے اللہ کی شریعت (قانون) کی طرف تحاکم کا بنیادی مقصد بندوں کا اللہ کے لئے بندگی کو اس پہلو سے ثابت کرنا ہوتا ہے اور یہ بندگی اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم / فیصلے کو پارٹی کی اطاعت اور اس کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے نافذ کرنے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس طرح اس کے برعکس صورتحال حاصل ہوتی ہے یعنی اللہ کے سوا پارٹی کی بندگی ﴿عبودیت﴾ کیونکہ اس صورت میں تحاکم در حقیقت پارٹی کی طرف ہے نہ کہ اللہ کی طرف جیسا کہ گزر چکا ہے۔

③ **اکثریت (بعض صورتوں میں):** ڈیموکریٹ (جسے عرف عام میں جمہوریت کہا جاتا ہے جو غلط ہے صحیح ترجمہ اکثریت یا عوامی اکثریت یا عوامیت ہے نیز جو کہ بہت سے لوگوں کا دین تک ہے جس پر وہ چلتے ہیں) کو اختیارات میں سے ایک اکثریت کے فیصلے کو مطلق طور پر مان لینا اور اسے اختیار کر لینا بھی ہے خواہ وہ کیسا ہی ہو حق کے مطابق ہو یا مخالف گویا اکثریت کا فیصلہ / رائے لوگوں کے نزدیک نافذ ہونا چاہئیے اور اس پر چلنا ضروری ہے اگر چہ اس کا نتیجہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کی مخالفت کی صورت میں نکلے۔بلاشبہ ایسی اکثریت جس کی اس طور پر اتباع کی جاتی ہے طاغوت ہے اور اللہ کے سوا معبود ہے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔اور اس کی عبادت اس کی طرف تحاکم (فیصلے کے لئے جانا / فیصلہ چاہنا / مانگنا وغیرہ) کے اعتبار سے اور اس کی

ذات کے لئے خاصیت حکم / فیصلہ کا اعتراف کرنے اور پھر اس سلسلے میں اس کی اطاعت کرنے کے اعتبار سے ممکن ہے ایسے ہی اس کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھنا کہ وہ عوامی یا کسی اور قسم کی غیر مشروع اکثریت کے حکم کو نہ تو رد کیا جاتا ہو نہ ہی اس پر تنقید یا اعتراض وغیرہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ اللہ ہی حَکَم (فیصلہ کرنے والا / بنانے والا) ہے اسی کے لئے ہی فیصلہ کرنے کا اختیار ہے اور وہ وہی ہے جس کے حکم پر نہ تو تنقید کی جاسکتی ہے نہ اعتراض نہ اس کے حکم پر کسی اور حکم کو مقدم کیا جاسکتا ہے نہ ہی اس کے حکم سے عدم رضامندی یا عدم تسلیم کی گنجائش ممکن ہے۔

④ **پارلیمنٹ (قومی اسمبلی):** لوگوں کی اللہ پر جراءت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ وہ اپنی ذات یا اپنی قوم قانون سازی کے ادارے (پارلیمنٹ / قومی اسمبلی) بناتے ہیں اور انہیں پارلیمنٹ یا قومی اسمبلی کا نام دیتے ہیں جس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی جانب سے کسی سند یا دلیل کے بغیر لوگوں کے لئے قانون سازی کریں اور انہیں جاری کریں۔ یہ مجلسیں (ادارے / پارلیمنٹ / قومی اسمبلی) اور ان کا ہر رکن بہت بڑے بڑے طاغوت ہیں کیونکہ ان کے لئے خاصیت قانون سازی اور اس سلسلے میں ان کی اطاعت واتباع کا اعتراف کر کے اور ان طاغوتی اداروں کی جانب سے جاری کردہ فیصلہ جات و قوانین کو تنقید واعتراض اور تردید وعدم تسلیم سے بالاتر قرار دے کر ان کی عبادت کی جاتی ہے۔

⑤ **انجمن اقوام متحدہ:** انجمن اقوام متحدہ ایک عالمی تنظیم ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اس کا مقصد علاقائی و ملکی امن وسلامتی کی حفاظت کرنا اور مختلف اقوام کے مابین حقوق میں برابری کی بنیاد پر محبتانہ تعلقات پیدا کرنا ایسے ہی امن عامہ کو یقینی بنانے کے لئے دیگر مناسب تدابیر اختیار کرنا اور بین الاقوامی اقتصادی، معاشرتی، ثقافتی اور انسانی مسائل کے حل کے لئے ریاستی تعاون اور انسانی حقوق کے احترام، تمام انسانوں کی بنیادی آزادی وحریت کو یقینی بنانے کے لئے کام کرنا، قوم، زبان، مذہب، مرد وعورت کے فرق کو مٹا کر ہر ایک کو اس پر آمادہ کرنا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی آپ کے علم میں ہونا چاہئیے کہ اکثر ممالک جو اسلامی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اس کے ارکان میں شامل ہیں اور اب ہم اقوام متحدہ کے کفریہ معاہدے (چارٹرز منشور) اور اس کی بعض شقوں سے بھی واقف ہو جائیں نیز اس معاہدے کی کفریات کو بیان کرنے کے لئے ہم اپنے موحد بھائیوں کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ اقوام متحدہ یا چارٹر / منشور (جو کہ ایک سو گیارہ دفعات / آرٹیکلز پر مشتمل ہیں) ایک ایسے قانون کی حیثیت رکھتا ہے جو اقوام متحدہ نے بنایا ہے تاکہ اس پر ایمان لایا جائے اور اس خبیث بین الاقوامی تنظیم کا ہر رکن اس سے فیصلہ چاہے اس معاہدے میں بہت سی ایسی پابندیاں، معاہدے، باطل قوانین ہیں جو شریعت / قوانین اسلامیہ سے اس قدر متضاد اور اس کے خلاف ہیں کہ ان اوراق میں ہم اس تضاد

ومخالفت کو بیان نہیں کرسکتے اور یہ بات تو طے شدہ ہے کہ اقوام متحدہ کسی بھی ریاست کو اپنے رکن کے طور پر صرف اسی صورت میں قبول کرتی ہے جب وہ ان معاہدوں اور پابندیوں کو قبول کرلے جو اس چارٹر میں درج ذیل ہیں۔ اس سے بھی زیادہ تاکید سے یہ جان لیں کہ اقوام متحدہ میں ضم ہونے کی کاروائی کا ماحصل یہ ہے کہ جو ریاست اقوام متحدہ میں ضم ہونا چاہتی ہے وہ اس بین الاقوامی تنظیم کے جنرل سیکریٹری سے اس کا مطالبہ کرے اور اس کا یہ مطالبہ اس اعلان کے ساتھ ملا ہوا ہونا چاہئیے کہ اس نے اقوام متحدہ کے چارٹر کی پابندی قبول کرلی ہے۔ نیز اقوام متحدہ سے بے دخل کئے جانے کا بھی یہی طریقہ کار ہے کیونکہ اس کے چارٹر کے آرٹیکل نمبر ٦ میں لکھا ہے کہ: عام جمعیت کو یہ اختیار ہے کہ وہ ارکان میں سے کسی بھی رکن کو خارج کردے جبکہ وہ چارٹر کے قواعد کو حد سے زیادہ پامال کرے۔ ان اشارہ جات سے ہم پر یہ واضح ہوتا ہے کہ جو بھی ریاست اقوام متحدہ میں ضم ہوتی ہے اور ضم رہتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کے چارٹر کی فرمانبردار (مسلم) رہے اور اس کے قوانین پر ایمان لے آئے اس طور پر کہ اس چارٹر میں موجود تمام معاہدہ جات کی پابندی اور اطاعت کرے. جب تک یہ صورتحال باقی رہے گی اسے اس بین الاقوامی انجمن سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا الَّا یہ کہ وہ خود ہی الگ ہو جائے اور اس سے برائت کا اظہار کردے اور اس کے چارٹر / منشور کے ساتھ کفر کردے۔

اقوام متحدہ کا چارٹر اور منشور: ہم اقوام متحدہ کی جماعت ہیں اور ہم نے اپنی ذات پر قسم اٹھائی ہے کہ ہم جنگ کی تباہ کاریوں. سے متاثرہ نسلوں کو نجات دیں گے اور ہم نئے سرے سے تاکید کرتے ہیں کہ ہم انسان کے بنیادی حقوق اور فردی عزت وقدر کو نیز مردوں وعورتوں اور چھوٹی بڑی تمام اقوام کے مساوی حقوق کو مانتے (ایمان لاتے) ہیں اور یہ کہ ہم ایسی صورتحال پیش کرتے رہیں گے جس کے زیر سایہ معاہدوں ودیگر ریاستی قانون کے مصادر سے پیدا شدہ پابندیوں سے متعلق عدم واحترام کو ثابت کیا جاسکے اور ان مقاصد کی راہ میں ہم یہ عزم کرتے ہیں کہ: ہم باہمی طور پر شفقت کا برتاؤ کریں گے اور سلامتی اور بہترین ہمسائیگی کے ساتھ مل جل کر رہیں گے اور ریاستی امن وسلامتی کی حفاظت کی خاطر اپنی طاقتوں کو متحد رکھیں گے اور ہم ضمانت دیتے ہیں کہ اس کے لئے مقرر قواعد اور لازمی خطوط کی پاسداری کریں گے کہ مشترکہ مصلحت سے ہٹ کر مسلح قوت استعمال نہیں کریں گے اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم اپنی تمام کوششیں ان مقاصد کے حصول میں صرف کریں گے اور اس کے لئے ہماری مختلف حکومتیں اپنے مندوبین کے ہاتھوں (جو کہ سان فرانسیسکو میں جمع ہیں اور جنہوں نے ایسے اختیار نامے پیش کئے ہیں جو شروط کو پورا کررہے ہیں) اقوام متحدہ کے منشور سے متفق ہیں اور اس کے مطابق ایک ریاستی انجمن بنام اقوام متحدہ قائم کررہی ہے. اس کے بعد انہوں نے اس منشور کی تمام دفعات / آرٹیکلز کو پیش کیا ہے۔ 26 جون 1945ء سان فرانسکو میں منعقد ایک تقریب کے اختتام میں اس کفریہ معاہدے پر

دستخط کئے گئے جو در حقیقت ایمان اور توحید کی سب سے بڑی کڑی (یعنی اللہ کی خاطر محبت اور اللہ کی خاطر نفرت اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی) کو توڑنے کے لئے طے پایا﴾حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا(بقرہ:256)﴾ "جس نے طاغوت کے ساتھ کفر کیا اور اللہ پر ایمان لایا اس نے ایسی مضبوط کڑی کو تھام لیا جو ٹوٹ نہیں سکتی"۔

اس چارٹر کے قوانین اور دفعات کے چند نمونے:

آرٹیکل نمبر ا: اقوام متحدہ کے مقاصد اور اس کے قواعد یہ ہیں: تمام ریاستوں کے امن وسلامتی کی حفاظت کرنا. دشمنوں کے اقدامات یا دیگر ایسے اقدامات کو ختم کرنے کے لئے جو سلامتی اور سلامتی کے ذرائع کے لئے خطرہ بنیں نیز انصاف کے قواعد اور ریاستی قانون کی خاطر اختلافات یا دیگر ایسے اختلافات کی روک تھام کے لئے جو سلامتی کے لئے خطرہ ہوں۔

بین الاقوامی محبتانہ تعلقات کو فروغ دینا: عالمی معاشرتی، ثقافتی اور انسانی مشکلات کے حل کے لئے باہمی تعاون کو یقینی بنانا اورانسانی حقوق اور انسانی آزادی کے احترام کے لئے نسل، وطن، اور اس کے تمام اراکین آرٹیکل نمبر ا میں مذکور اور اہداف کے حصول کو یقینی بنانے کے لئے درج ذیل قواعد کے مطابق کام کریں گے۔

انجمن کے تمام اراکین کے مابین سیادت میں مساوات کی بنیاد پر قائم ہوگی (غور کیجئے ان قوانین میں وہ (یعنی اسلامی ممالک جو اس کے ممبر ہیں) وہ صلیب بدھا، بچھڑے اور پتھر کے پجاریوں کے ساتھ مساوات پر راضی ہوجاتے ہیں اس کے باوجود اسلام اور توحید کا دعویٰ کرتے ہیں) وہ پابندیاں جو اس منشور کے ذریعے انہوں نے اپنے اوپر عائد کی ہیں: تمام ریاستی تنازعات کو سلامتی کے ذرائع کے ذریعے اس طور پر ختم کریں گے کہ امن وسلامتی اور ریاستی عدل کو خطرہ درپیش نہ ہو۔ تمام اراکین اپنے باہمی ریاستی تعلقات میں ارضی سلامتی یا سیاسی استقلال یا کسی بھی غیر متفقہ صورتحال یا اقوام متحدہ کے اہداف کے خلاف قوت استعمال نہیں کرسکتے (انہوں نے یہ قانون بنایا اس پر دستخط کئے اور اس کے مطابق عہد بھی کئے پھر کہتے ہیں کہ اور ان کے ساتھ بہت سے بے وقوفوں کا خیال ہے کہ انور سادات اکیلا خائن ہے کیونکہ اس نے یہودی دشمن کے ساتھ سلامتی اور دوستی کا معاہدہ کیا ہے. تو کیا اسرائیل اقوام متحدہ کا رکن نہیں ہے؟)

⑤ تمام ارکان اقوام متحدہ کو اس کے اس منشور کے مطابق ہر کام میں جس قدر ممکن ہو مدد فراہم کریں گے ایسے وہ ہر اس ریاست کی مدد نہیں کریں گے جو اقوام متحدہ کی پابندیوں کو پامال کر کے اقوام متحدہ کے مدمقابل آجائے. بلکہ آرٹیکل نمبر 43 میں ہے کہ: اقوام متحدہ کے تمام اراکین عالمی سلامتی اور ریاستی امن کی حفاظت کی خاطر باہمی اشتراک میں حصہ لینے کے پابند ہوں گے اور امن کمیٹی ریاستوں کے امن و سلامتی کی حفاظت کے لئے جس صلح قوتوں ،تعاون اور بنیادی سہولتوں کا تقاضا کرے وہ انہیں فراہم کریں گے اور اس کی بنیاد پر ہی انہیں مستقل رکنیت دی جائے گی۔

آرٹیکل نمبر10: یہ ریاست کی صوبائی حکومت اور سیاسی استقلال کے احترام کی پابندگی کرے گی۔

آرٹیکل نمبر55: امن وامان اور رفاہی کاموں جو اقوام کے مابین سلامتی اور محبت کے (قومی حقوق میں مساوات کے اصول کے احترام کی بنیاد پر قائم) تعلقات کو لازم کرتی ہو کو ہموار کرنے کی خاطر اور اپنے حق خود مختاری کو استعمال کرتے ہوئے اقوام متحدہ اس بنیاد پر کام کرے گی کہ. ساری دنیا میں انسانی حقوق اور قوم،زبان،مذہب اور مرد وعورت کے امتیازات کے بغیر تمام انسانوں میں بنیادی آزادی کو عام کیا جائے گا. اس کے علاوہ انجمن اقوام متحدہ جو یہودی اثر ورسوخ اور اس کے شعبہ جات اداروں اور اس کے ذمہ دار ناموں کی نگرانی کرنے والوں کے اثر ورسوخ کے ماتحت ایک عالمی تنظیم ہے یہ بات اچھی طرح جانتی ہے. اور یہ عالمی تنظیم بڑی بڑی ریاستوں کے مفادات کی حفاظت و نگرانی اپنے حق ویٹو کے تحت کرتی ہے جو کہ ان ممالک نے اسے عطاء کیا ہے (جبکہ اس انجمن اور اس کے شعبہ جات اداروں کے دین اسلام اور قرآنی احکامات کے خلاف حملے مشہور ہیں ومعروف ہیں)......اور اس کا نام اقوام متحدہ 159 دولت مشترکہ کے اتحاد واتفاق اور باہمی تعاون کی بہت بڑی دلیل ہے (گویا اس میں شریک ہر ریاست اپنے مذہب اور قوم کے اختلاف کے باوجود کفر پر متفق ومتحد ہے)۔ان تمام باتوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انجمن اقوام متحدہ اور اس کی کونسل بھی طاغوت اور اللہ کے سوا معبود ہے اس کی بہت سی وجوہات ہیں:

- اس کونسل کا کتاب وسنت سے کوئی واسطہ نہیں ہے بلکہ یہ کفر کی عالمی قوتوں کی نفرتوں اور ان کے مفادات اور خواہشات کے تابع ہے۔

- تمام ریاستیں اور قومیں اپنے باہمی تنازعات اور اختلافات نمٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے بجائے اس کونسل اور اس کے قوانین سے فیصلہ چاہتے ہیں۔

- تمام ممالک اور اقوام اس کونسل کے ساتھ اس طرح پیش آتی ہیں کہ گویا وہ مسئولیت، تنقید، اعتراض وتردید سے بالاتر ہو اور اس کی جانب سے جاری کردہ ہر فیصلہ واجب الاتباع ہے اور اس کا نفاذ ضروری ہے۔

ان نکات کی روشنی میں آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ اس طاغوت سے بڑھ کر ایسا ظالم اور سرکش کون سا طاغوت ہو سکتا ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہو؟ اس کے باوجود بھی لوگ اس کے قانون کو ماننے میں اور اللہ کے بجائے اس سے فیصلہ چاہنے میں بالکل حرج محسوس نہیں کرتے۔ ایسے ہی ہر وہ کونسل جو اس جیسی یا اس کے جیسی بعض صفات کی حامل ہو وہ بھی ایسا طاغوت ہو گی جو الوہیت کا دعویٰ کرتا ہو اور اس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہو۔ ہم نے صرف عالمی کونسل کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے کیونکہ وہ تمام اقوام پر اپنی واضح سرکشی کی بناء پر سب سے بڑا طاغوت ہے اس طرح کہ بقیہ کونسلوں کو قاری اس کونسل پر قیاس کرکے خود ہی حکم لگا لے۔

⑥ **عالمی عدالت انصاف:** عالمی عدالت (کفر) جو کہ ہالینڈ کے شہر لاھای میں واقع ہے اور عالمی تنازعات کے حل کے لئے غیر جانبدار فیصلوں کے ذریعے قوانین نافذ کرتی ہے۔ یہ اقوام متحدہ کا سب سے بڑا محکمہ برائے انصاف ہے۔ یہ محکمہ اپنے اختیارات میں اس بنیادی نظام کے مطابق قائم ہے جو اقوام متحدہ کے منشور کا ایک جزء مانا جاتا ہے (اس سے وہ / منشور چارٹر مراد ہے جس کی تصدیق اور جس کے مطابق معاہدے اور جس کی دفعات کی پابندی کے بغیر کوئی بھی رکن اقوام متحدہ میں ضم نہیں ہو سکتا...... نیز تمام اراکین کے لئے لازم ہے کہ وہ ان کافر ججوں سے فیصلہ چاہیں جو اقوام متحدہ مقرر کرتی ہے جیسا کہ آرٹیکل نمبر 8 میں ہے اس محکمے کی عبودیت (بندگی) کی چند مثالیں پیش ہیں: اس کے قانون کا آرٹیکل نمبر 60 : آخری فیصلہ ناقابل اپیل ہو گا اور اس کے مفہوم ومدلول میں اختلاف کی صورت میں محکمہ ہی اس کی تشریح کرے گا۔ آرٹیکل نمبر 36 میں ہے: محکمہ کا اختیار ان تمام مقدمات پر مشتمل ہو گا جو مقدمہ دائر کرنے والوں نے اس کے پاس دائر کئے ہوں گے ایسے اس کا اختیار ان تمام مسائل پر بھی مشتمل ہو گا جن پر اقوام متحدہ کے منشور یا جن معاہدوں اور اتفاقات پر عملدرآمد کی مد میں کیا جاتا ہے میں کسی خاص انداز میں واضح متن موجود ہو......6۔ محکمہ کے اختیار سے متعلق کسی اختلاف کا فیصلہ بھی یہ محکمہ اپنے فیصلے سے کرے گا) جسے ماننا، تسلیم کرنا، احترام

کرنا اور برقرار رکھنا انجمن میں ضم ہر ریاست کے لئے ضروری ہے اور کسی بھی اختلاف کا فیصلہ موجود کا فرججوں کی اکثریت سے کیا جائے گا اور اگر دو جانبین برابر ہوں تو چیف جج کی جانب راجح ہو گی...... نیز اس منشور کی دفعات میں یہ بھی ہے کہ اقوام متحدہ کی عام جمعیت کے لئے جائز ہے کہ وہ منشور کے قواعد کو پامال کرنے والے ہر رکن کو بے دخل کر دے اور اقوام متحدہ کی رکنیت کی حامل ہر ریاست کو عالمی عدالت انصاف میں اپیل دائر کرنے اور اس سے فیصلہ چاہنے کا حق حاصل ہو گا. بلکہ ہر ریاست پابند ہو گی کہ وہ محکمہ کے فیصلہ جات کو ہر اس مقدمہ میں قبول کرے جس میں وہ ایک فریق ہو (ملاحظہ ہو عالمی عدالت انصاف کا بنیادی نظام نیز عالمی ریاستی تعلقات از ڈاکٹر اسماعیل حبری ص702) جیسا کہ آرٹیکل نمبر 94 میں ہے کہ اقوام کا ہر رکن پابند ہے کہ وہ عالمی عدالت انصاف کے فیصلے کو ہر اس مقدمہ میں تسلیم کرے جس میں وہ ایک فریق ہو اور آرٹیکل نمبر 93 میں ہے کہ: اقوام متحدہ کے تمام ارکان کو ان کی رکنیت کے فیصلے کے باعث عالمی عدالت انصاف کے بنیادی نظام میں فریق سمجھا جائے گا۔

رہا وہ بنیادی نظام جس کے مطابق اور جس کے قوانین پر یہ محکمہ اعتماد ارتکاز کرتا ہے اور قائم ہے اور رجوع کرتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے کیا وہ اللہ کا قانون ہے، اللہ کا حکم / فیصلہ ہے، اللہ کی حدود ہیں یا کیا ہیں؟ ان تمام سوالات کے جواب عالمی عدالت انصاف کے بنیادی نظام آرٹیکل 38 دیتا ہے جس میں قانون کے ان سرچشموں کو گنوایا گیا ہے جن کے مطابق یہ طاغوتی عالمی عدالت انصاف فیصلے کرتی ہے اس میں لکھا ہے: آرٹیکل نمبر 38: عدالت کا کام یہ ہے کہ یہ اپنی جانب پیش کئے جانے والے اختلافات کا فیصلہ عام ریاستی قوانین کے مطابق دے جو کہ مطابق ہیں (عالمی مستقل عدالت انصاف کے بنیادی نظام کا آرٹیکل جو کہ 16 دسمبر 1960ء میں بنایا گیا صرف اتنا کہنے پر اکتفاء کرتا ہے کہ: عدالت . کے مطابق فیصلہ کرتی ہے۔ جبکہ جدید آرٹیکل میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ کون سے مصادر ومأخذ اور سرچشمے ہیں جن کے مطابق عالمی عدالت انصاف فیصلے دیتی ہے۔)

- قوانین بنانے والی عام وخاص ریاستوں کے اتفاقات جن کا صریح اعتراف مخالف ریاستوں کی جانب سے کیا گیا ہو۔
- ریاستی عادات وطور طریقے جنہیں کثرت استعمال کی بناء پر قانون کے قائم مقام قرار دیا جاتا ہو۔
- قانون کی وہ عام بنیادیں جنہیں متمدن (تہذیب یافتہ) اقوام برقرار رکھتی ہوں۔
- عدالتوں کے فیصلہ جات اور مختلف اقوام کے عام قانون سے متعلق کتابیں لکھنے والے بڑے بڑے مؤلفین۔

اس اعتبار سے اختلاف کی صورت میں فیصلے کے لئے عالمی اتفاقات، عالمی عادات، قانون کی عام بنیادیں اور مختلف عدالتوں کے فیصلہ جات وبڑے بڑے قانون دان کی طرف رجوع کیا جائے گا یہ وہ قانون اور شریعت ہے کہ تمام ریاستیں اس عدالت میں در حقیقت انہی کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ اس سے واضح ہو گیا کہ محکمہ انصاف جسے وہ عالمی کہتے ہیں ایک ایسا بڑا طاغوت ہے جسے کے ساتھ کفر کرنا واجب ہے جو بھی اس سے فیصلہ چاہے یا اسے حاکم / فیصل کی حیثیت سے قبول کرے گویا اس نے طاغوت سے فیصلہ مانگا اور اللہ کے ساتھ کفر کا ارتکاب کیا اگر چہ وہ خود کو مسلمان سمجھتا ہے اس اعتبار سے اقوام متحدہ میں ضم تمام ممالک کا کفر ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

⑦ **ہر وہ بت، پتھر، گائے، صلیب، قبر وغیرہ جس کی عبادت / پوجا کی جاتی ہو:** ان اشیاء میں سے جس کی بھی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہو وہ طاغوت ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ان اشیاء کے متعلق بحث کرنا بے حقیقت ہے کیونکہ کوئی بھی ان کی عبادت نہیں کرتا خاص طور پر اس دور میں جو کہ علم وٹیکنالوجی کا دور ہے۔

یہ اور اس طرح کی باتوں کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ: اگر آپ اقوام وامم کی واقعاتی زندگی پر غور وفکر کریں تو آپ دو تہائی سے زیادہ اہل زمین کو اشیاء کا پجاری پائیں گے۔ چین جس کی آبادی ایک ارب سے زیادہ ہے ایسے جاپان اور بہت سے ایشیائی ممالک کے اکثر لوگ بت پرست ہیں جو بتوں مورتیوں اور تصاویر کی پوجا پاٹ کرتے ہیں نیز برصغیر ہند کے اکثر لوگ گائے، بتوں اور زیارت گاہوں (مندروں) وغیرہ کو پوجتے ہیں ایسے یورپ کے کنیسے اور گرجے اور معبد بتوں، تصاویر اور صلیبوں سے اٹے پڑے ہیں اور ان کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے وہاں کے عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم اور اپنے بڑے بڑے پوپ، سینٹ، راہب، علماء، وغیرہ کے بت اور تصاویر بنا رکھی ہیں جن کی وہ پوجا کرتے ہیں۔ اور اب انہوں نے ایک نیا بت بنایا ہے جس کا نام بابا نویل جو ان کے عقیدے کے مطابق ان کے پاس خیر لاتا ہے ایسے ہی وہ ہر سال کرسمس ٹری (شجر میلاد) بناتے ہیں اور اسے تعظیم دیتے ہیں اور اسے اپنی تقاریب میں آویزاں کرتے ہیں اور کوئی اچھنبے کی بات نہیں ہے کہ وہ ہر سال ایک نیا معبود متعارف کرواتے رہے ہیں جسے ان کے علماء اور پادری مقدس قرار دے کر اس کی پوجا پاٹ شروع کر دیں۔ نیز عیسائیوں کی عبادات اور ان کے مذہبی تہواروں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت بھی بت پرستی کے قریب قریب ہے جبکہ اصل کے اعتبار سے وہ اہل کتاب ہیں۔ اور اگر آپ مسلمان ممالک میں موجود زیارت گاہوں اور مزارات جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے کی بات کریں تو شاید ہی کوئی ایسا شہر ہو جہاں قبروں کی عبادت اور زیارت نہ کی جاتی ہو اور وہاں کے طاغوتی حکام انہیں مسلح تحفظ فراہم نہ کرتے ہوں۔ ان بتوں اور مورتیوں میں وہ مجسمے بھی داخل ہیں جو بڑے بڑے حاکموں یا بادشاہوں وغیرہ کے ہیں اور چوکوں

چوراہوں اور مختلف شہروں کے داخلی اور خارجی راستوں پر نصب کئے جاتے ہیں ایسے ہی مشہور اور بہادر سپاہیوں وغیرہ کے مجسمے بھی جس کا لوگ خیال رکھتے ہیں اور احترام کرتے ہیں اور بسا اوقات بڑے خشوع اور خضوع میں ان کے پاس تلاوت قرآن کرتے ہیں اور پھولوں کی پتیاں ان پر نچھاور کرتے ہیں۔ ایسے ہی وہ جھنڈے / پرچم بھی جنہیں بڑی مضبوطی سے نصب کیا جاتا ہے اور ان کے لئے قیام کیا جاتا ہے صبح و شام انہیں سلوٹ کیا جاتا ہے اور بینڈ بجائے جاتے ہیں اور لوگ صف در صف پریڈ کرتے ہیں یا سروں کو جھکا لیتے ہیں یا ایسا ہی کچھ اور کرتے ہیں۔ یہ سب کے سب طاغوت ہیں جن کی اللہ کے سوا عبادت کے مختلف پہلوؤں میں عبادت کی جاتی ہے۔

⑧ **ڈیموکریسی:** (عوامیت جسے عرف عام میں جمہوریت کہا جاتا ہے جو کہ غلط ہے) دین ڈیموکریسی / جمہوریت کا کائنات، زندگی اور انسان سے متعلق اپنا ایک نظریہ ہے جس کی بنیاد وہ سیکولرزام ہے جس کی بنیاد ریاست اور دین کو علیحدہ کرنے پر ہے یعنی مسجدیں، معابد اور مندر اور گرجے اللہ کے لئے ہیں اور زندگی کے بقیہ تمام پہلو قیصر (حاکم / بادشاہ) کے لئے ہیں اور حاکم کسی عام مصلحت کے تحت اللہ کے اختیارات میں دخل اندازی کا اختیار رکھتا ہے لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ قیصر (حاکم / بادشاہ) کے اختیارات میں دخل اندازی نہیں کر سکتا اور گر کبھی اس کی خلاف ورزی کی جائے تو اسے فوراً ہی مذہبی جنون یا مذہبیت یا سیاست میں مذہبی دخل اندازی یا اس کے برعکس بنیاد پرستی یا دہشت گردی کہہ دیا جاتا ہے۔ ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ(انعام:136)﴾ ''اور انہوں نے اللہ کی پیدا کردہ کھیتی اور چوپایوں میں سے حصے مقرر کر دیئے کہتے ہیں یہ اللہ کا ہے ان کے گمان میں اور یہ ہمارے شرکاء کا ہے پھر جو ان کے شرکاء کا ہوتا وہ اللہ کی طرف نہ ملتا اور جو اللہ کا ہوتا وہ ان کے شرکاء کی طرف مل جاتا وہ بہت ہی برا فیصلہ کرتے ہیں''۔ ڈیموکریسی کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں عوام خود ہی اپنی ذات کے فیصلے کرتی ہے یعنی ڈیموکریسی کی نگاہ میں قانون بنانے والا اور اس قانون میں اطاعت کیا جانے والا انسان ہی ہوتا ہے نہ کہ اللہ سبحانہ ایسے ہی اس کا ایک امتیاز مذہبی آزادی بھی ہے اگرچہ اس کے لئے اپنے دین سے مرتد بننا پڑے ایسے حریت فکر و اظہار رائے کی آزادی بھی اس کا امتیاز ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے دین پر ہی تنقید کی جائے کیونکہ ڈیموکریسی اور اس کے داعیان کی نگاہ میں کوئی بھی اور کچھ بھی اس قدر مقدس نہیں کہ اس پر نہ تو تنقید کی جا سکتی نہ اعتراض یا تردید حتی کہ اللہ کا دین بھی نہیں۔ ایسے ہی حریت نفس بھی ان کا ایک امتیاز ہے یعنی اباحیت و بہیمیت گویا ڈیموکریسی کی نگاہ میں ہر ایک کے لئے جائز ہے کہ جب تک اس کے قوانین پامال نہ ہوں وہ جو چاہے کرتا رہے ایسے ہی ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اکثریت کی رائے پر اعتماد کرنا اور اکثریت کے فیصلے کو مقدس ماننا خواہ وہ کچھ بھی ہو باطل ہو یا حق۔ ایسے ہی ہر شئے میں خواہ اللہ تعالیٰ کا دین ہو ووٹنگ (رائے دہی) اور چناؤ پر اعتماد کرنا بھی اس کا ایک امتیاز ہے۔ نیز شہروں اور بندوں پر حکام

منتخب کرنے کے سلسلے میں بہترین اور بدترین، ظالم اور جاہل کو برابر قرار دینا بھی اس کا ایک امتیاز ہے۔ ایسے ہی پارٹیاں اور جماعتیں بنانے کی کھلی اجازت دینا بھی اس کا ایک امتیاز ہے اگرچہ ان کا ایجنڈہ اور نظریہ اور پالیسی کچھ بھی ہو۔ ان تمام امتیازات سے واضح ہوتا ہے کہ ڈیموکریسی کی نگاہ میں معبود انسان اور اس کی خواہشات ہیں اور لوگوں نے اس نئے دین میں اس قدر غلو کیا ہے کہ اس کی بنیاد پر دوستیاں اور دشمنیاں اور قتال و صلح کرنے لگے جو اسے مان لے اس سے صلح کرلیتے ہیں اور جو انکار کرے اس سے نفرت اور دشمنی کرلیتے ہیں۔ اس اعتبار سے ڈیموکریسی تمام طاغوتوں جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے اس سے اس کے باوجود لوگ اس طاغوت کو ایک دین (نظام زندگی) کے طور پر قبول کرلیتے ہیں اور اس سے فیصلہ چاہتے ہیں اور اس میں حرج محسوس کئے بغیر اس کی تعریف کرتے ہیں جبکہ اس شر سے صرف وہی بچ سکتا ہے جسے اللہ بچا کر رکھے اور وہ بہت ہی کم ہیں۔ (اللھم اجعلنا منھم۔ آمین)

تعجب کی بات یہ ہے کہ لوگ یہودیت یا عیسائیت اختیار کرنے میں حرج محسوس کرتے ہیں لیکن دین ڈیموکریسی / جمہوریت یا دین اشتراکیت (سوشل ازم) یا کمیونزم یالادینیت یا دیگر ایسی جماعتیں جن کی بنیاد کفریہ مذاہب پر ہوتی ہے اختیار کرنے میں بالکل حرج محسوس نہیں کرتے جبکہ جانتے بھی ہیں کہ یہ بھی دین ہے اور یہ الگ دین ہے اور یہ دین باطل ہے اور دوسرا اس سے بڑھ کر باطل دین ہے اور اس دین کی بنیاد آفاقیت (آسمانی دین) ہے جبکہ اس مذہب یا دین کی بنیاد انسان کی عقل اور خواہش ہے۔

⑨ **جادوگر:** یہ اس لئے طاغوت ہے کہ یہ اشیاء میں تاثیر کی قدرت کا دعویدار ہوتا ہے کہ جسے چاہے نقصان پہنچادے یا جسے چاہے فائدہ دیدے جبکہ یہ اللہ کی خصوصیات میں ہے خاص ترین خصوصیت ہے۔ اس کے باوجود بھی اکثر لوگ توحید اور اللہ کے حقوق سے جہالت کی بناء پر جادوگروں کی اس پہلو سے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ان کے لئے اشیاء پر نفع ونقصان کے اعتبار سے اثر انداز ہونے کے اختیار کا اعتراف کرتے ہیں نیز اس پہلو سے بھی کہ وہ ان سے خوف زدہ رہتے ہیں ایسے ہی ان سے امیدیں بھی وابستہ کرلیتے ہیں کہ وہ ان کے لئے اس اس طرح کرسکتے ہیں یا ان کے کسی مریض سے تکلیف دور کرسکتے ہیں وغیرہ۔ چنانچہ جادوگر بھی طاغوت ہے کافر ہے اور اسلام میں اس کی سزا گردن زنی ہے کہ اس کے سر کو اس سے جدا کردیا جائے۔ اس کے کافر ہونے کی دلیل یہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ ”اور وہ (یہود) اس (جادو) پر چلنے لگے جو شیاطین سلیمان u کی بادشاہت میں پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا لیکن شیاطین نے کفر کیا وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے دو فرشتوں ہاروت وماروت پر جو کچھ اتارا نہیں گیا نہ ہی وہ دونوں کسی کو جادو سکھانے سے پہلے کہتے تھے کہ

ہم تو آزمائش ہیں تو کفر نہ کر"۔ امام قرطبی اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ﴾ "اور سلیمان نے کفر نہیں کیا" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے سلیمان علیہ السلام کی براءت ہے حالانکہ پہلے کسی آیت میں نہیں ہے کہ کسی نے انہیں کفر کی طرف منسوب کیا ہو البتہ یہودی انہیں جادو کی طرف منسوب کرتے تھے اور چونکہ جادو کفر ہے اس لئے وہ اس شخص کی طرح ہوئے جنہیں وہ کفر کی طرف منسوب کرتے ہوں اس کے بعد فرمایا ﴿وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا﴾ "لیکن شیاطین نے کفر کیا" اس میں انہیں جادو کی تعلیم دینے کے سبب کافر قرار دیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان بذات خود کسی کلام کے ذریعے جادو کرے تو کافر ہو جائے اسے قتل کیا جائے گا اس سے توبہ کا مطالبہ بھی نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس کا معاملہ زندیق کی طرح پوشیدہ ہے اور اس لئے بھی کہ اللہ نے جادو کو کفر کہا ہے۔ فرمایا ﴿وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ "نہ ہی وہ دونوں کسی کو جادو سکھانے سے پہلے کہتے تھے کہ ہم تو آزمائش ہیں تو کفر نہ کر"۔ امام احمد بن حنبل، ابو ثور، اسحاق، شافعی اور ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور عمر، عثمان، ابن عمر، حفصہ، ابو موسیٰ، قیس بن سعد اور سات تابعین سے بھی جادوگر کا قتل کر دینا، منقول ہے۔ اور امام شافعی سے مروی ہے کہ: جادوگر کو قتل نہیں کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ اپنے جادو کے ذریعے کسی کو قتل کر دے اور کہے میں نے جان بوجھ کر قتل کیا ہے اور اگر کہے کہ میں نے جان بوجھ کر قتل نہیں کیا ہے تو اسے قتل نہیں کیا جاسکتا اس میں قتل خطاء کی دیت ہے اور اس کے ذریعے کسی کو نقصان پہنچائے تو نقصان کے بقدر اس کی پٹائی کی جائے گی۔

ابن عربی کہتے ہیں: یہ وہ دو وجوہات کی بناء پر باطل ہے: جادو اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتا جب تک اس پر عمل نہ کیا جائے اور درحقیقت یہ ایسے بنایا ہوا کلام ہوتا ہے جس کے ذریعے غیر اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی جاتی ہے اور اس کی طرف اختیارات اور تصرفات کو منسوب کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جادو کے کفر ہونے کی صراحت کی ہے فرمایا ﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ﴾ "اور سلیمان نے کفر نہیں کیا"۔ یعنی جادو پڑھ کر ﴿وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا﴾ "لیکن شیاطین نے کفر کیا" یعنی جادو کے ذریعے اور اسے سکھا کر اور ہاروت ماروت کہتے تھے ﴿اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ﴾ "درحقیقت ہم آزمائش ہیں تو کفر نہ کر"۔ یہ تاکید بیان کے لئے ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن تفسیر القرطبی: 2/48,47,34)

میں کہتا ہوں: جناتی شیاطین سے مدد مانگے بغیر ان کی تعظیم اور ان سے امید وابستہ کئے بغیر اور اشیاء میں تاثیر جانے بغیر اور عجیب وغریب اعمال کے ذریعے اس طرح کے شرک وکفر کا ارتکاب کئے بغیر جادو ممکن ہی نہیں ہے نیز جادو کرنے کے لئے اپنے شیاطین کو خوش کرنے کے لئے اللہ کے کلام کی بے حرمتی کرنی پڑتی ہے۔ ابن تیمیہ جادوگروں کے متعلق فرماتے ہیں: اس طرح کے بہت معاملات میں وہ اللہ کے کلام کو نجاستوں سے لکھتے ہیں (اور اللہ عزوجل کے کلام کے حروف کو آگے پیچھے کر دیتے ہیں) یا تو خون سے یا کسی اور نجاست سے نجاست کے علاوہ سے بھی لکھتے ہیں یا قرآن کے علاوہ ایسی باتیں لکھتے ہیں تو شیاطین ان سے راضی ہو جاتے ہیں اور ان کے بعض کاموں میں ان کے ساتھ تعاون کر دیتے ہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: 19/35)۔ اس سے بڑھ کر کفر اور کیا ہو گا؟؟؟؟؟

⑩ **کاہن (علم غیب کا دعویدار):** یہ علم غیب اور مستقبل جاننے کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ یہ اللہ کی بہت ہی خاص خصوصیت ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کوئی بھی علم غیب نہیں جانتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ(الانعام:59)﴾ ''اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔ نیز فرمایا﴿فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ(یونس:20)﴾ ''پس آپ کہہ دیجئے کہ درحقیقت غیب اللہ کے لئے ہے''۔ نیز﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ(نمل:65)﴾ ''کہہ دیجئے کہ آسمانوں میں اور زمین میں جو بھی ہیں غیب نہیں جانتے سوائے اللہ کے''۔ نیز ہمارے نبی علیہ السلام کے متعلق فرمایا﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ(عراف:188)﴾ ''اے نبی کہہ دیجئے میں اپنی ذات کے لئے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر اللہ جو چاہتا ہے (وہی ہوتا ہے) اور اگر میں غیب جانتا تو میں بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھے تکلیف نہ پہنچتی''۔ چنانچہ جو بھی مخلوق خاصیت علم غیب کا دعویٰ کرے وہ کاہن ہے طاغوت ہے اور سرکشی میں بہت بڑھا ہوا ہے اور اس کے لئے اس خصوصیت کا اعتراف کرنے والا اور اسے اللہ کے سوا معبود ماننے والا ہے۔

کاہن اور کہانت کے مفہوم میں بلّور بین (Crystal Gazino) پامسٹ (Palmist) یوگی، جوتشی، نجومی، قسمت کا لکھا بتانے والا (Fortune teller) رمّال، ملنگ، روحانی عامل، وغیرہ بھی داخل ہیں کہانت اور سرکشی کی یہ تمام اقسام علم غیب کا دعویٰ کرتی ہیں جو درحقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ طغیان وسرکشی کی اس قسم سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ ہم لوگوں کو تنبیہ کرتے ہیں کہ اپنے ایمان کی سلامتی کی خاطر ان دھوکے بازوں کے قریب بھی نہیں جانا نہ ہی ان کے تجربات کا شکار بننا اگرچہ وہ ہنسی مذاق ہی ہو کیونکہ اللہ کے دین کو سنجیدگی سے لینا چاہئیے اسے کھیل، تفریح اور مذاق نہیں بنانا چاہئیے۔ صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا(لیس منا من تطیرولا من تطیرله او تکهن او تکهن له او تسحر او تسحر له)"جو شگون لے یا اس کے لئے شگون لیا جائے یا جو کہانت کرے یا اس کے لئے کہانت کی جائے یا جو جادو کرے یا اس کے لئے جادو کروایا جائے وہ ہم میں سے نہیں"(طبرانی وغیرہ صحیح الجامع الصغیر:5455)۔ نیز فرمایا(من اتی عرافا او کاهنا فصدقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد)"جو نجومی یا کاہن کے پاس آیا اور وہ جو وہ کہے اس نے اس کی تصدیق کی تو اس نے اس کے ساتھ کفر کیا جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا" (مسند احمد، مستدرک حاکم، صحیح الجامع الصغیر 5939)۔ نیز فرمایا(من اتی کاهنا فصدقه بما یقول فقد برئ بما انزل محمد)"جو کاہن کے پاس آیا اور جو وہ کہتا ہے اس کی تصدیق کی تو وہ اس سے برئ ہو گیا جو محمد ﷺ پر نازل کیا گیا"(مسند احمد وغیرہ، صحیح الجامع الصغیر: 5942)۔ ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں کہ ایمان اور عزت سے آراستہ ہونے کے باوجود کفر و رسوائی میں گر پڑیں۔

⑪ **ہر وہ جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہو:** جان لیجئے کہ اس دور میں اللہ کے سوا جن معبودوں کی پوجا پاٹ(عبادت) کی جاتی ہے وہ بہت ہیں اور ان کی مختلف شکلیں اور صورتیں ہیں اور اس کتاب میں انہیں شمار کرنا ناممکن ہے چنانچہ ہم آپ کو ایک قاعدہ اور تعریف دے دیتے ہیں جو آپ کے سامنے ان طاغوتوں کو آشکارا کر دے گی جن کو ہم نے بیان نہیں کیا ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ:"ہر وہ معبود جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہو خواہ عبادت کی پہلوؤں اور صورتوں میں سے کسی بھی پہلو یا صورت میں اور وہ اپنی عبادت پر راضی بھی ہو تو وہ طاغوت ہے اس سے بچنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا آپ پر فرض ہے(واضح رہے کہ جب جمادات یا حیوانات یا نباتات میں سے کسی کی عبادت کی جاتی ہو تو اس کے لئے راضی ہونے والی قید معتبر نہیں ہو گی اہل علم یہ قید اس لئے لگاتے ہیں تا کہ انبیاء، فرشتوں اور صالحین کو طاغوت سے خارج کر دیا جائے کیونکہ عبادت تو ان کی بھی کی جاتی ہے لیکن یہ اپنی عبادت سے راضی نہیں) جن طاغوتوں کو ہم نے بیان کر دیا ہے وہ طاغوت کے بنیادی اور بڑے بڑے نام ہیں دیگر تمام طواغیت انہی کے تحت درج ہوتے ہیں ان بڑے بڑے طاغوتوں کو پہچان کر اوروں کے ساتھ تقابل اور ان پر قیاس کر کے آپ دیگر ظاہر و پوشیدہ طاغوتوں کو بھی پہچان سکیں گے(پوشیدہ طاغوتوں سے اکثر لوگ ناواقف رہتے ہیں اس سے مراد وہ عادات واطوار، رسم ورواج وغیرہ ہیں جو اللہ کے دین(قانون) کے مخالف ہوتے ہیں اور اکثر جاہل لوگ نہ تو انہیں اختیار کر کے چھٹکارا حاصل کر پاتے ہیں نہ ہی ان کی طرف رجوع کر کے مثلاً فیشن ڈیزائنر یا ماہر فیشن وغیرہ جو لوگوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ ان کی عادات واطوار اور فیشن اور ڈیزائن وغیرہ کو اختیار کریں ایسے جنس(Sex) اور اس سے متعلقہ گندگی / آوارہ فلمیں بھی پوشیدہ طاغوت ہیں ایسے فٹبال / کرکٹ بھی بہت سی اقوام کا طاغوت ہے اس طرح کے کتنے فٹ بال / کرکٹ کی خاطر یا فٹ بال / کرکٹ کی کسی ایک ٹیم کی جان تک دے دیتے ہیں اور کتنے ہی لوگ ہیں جو صرف اس بناء پر پنی بیوی کو طلاق دے دیتے ہیں کہ وہ مخالف ٹیم کی حمایت کرتی ہے ایسے ہی گلوکار(گویے) بھی پوشیدہ طاغوت ہیں جنہیں لوگ فنکار کہتے ہیں اگر آپ غور کریں تو جان لیں گے کہ سب پوشیدہ

طواغیت ہیں جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے اس طور پر کہ ان کی خاطر محبت یا نفرت یا دوستی یا دشمنی کی جاتی ہے) یہ تمام عالمی طواغیت آپ کے سامنے ہیں ان سے بچنا اور ان کے ساتھ کفر کرنا اور لوگوں کو ان سے بچانا آپ کی ذمہ داری ہے کیونکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر لوگ اللہ کی عبادت سے ہٹ کر ان کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں اللہ کی اطاعت کو چھوڑ کر ان کی اطاعت کر رہے ہیں اللہ کی خاطر دوستی یا دشمنی اور نفرت یا محبت چھوڑ کر انہی کی خاطر یہ سب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب فیصلہ لے جانے یا ان سے فیصلہ چاہنے کے بجائے ان سے فیصلہ چاہتے ہیں اور اللہ کے دین اور گروہ میں داخل ہونے کے بجائے ان کے دین اور گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں اگرچہ اپنے نام اسلامی رکھتے ہیں اور خود کو مسلمان ہی سمجھ رہے ہوتے ہیں لیکن ان کی حالت ان کی گفتگو کی تردید کر رہی ہوتی ہے۔

اب جبکہ آپ نے جان لیا کہ طاغوت کے ساتھ کفر کرنا توحید کا بنیادی رکن ہے اور اس کے بغیر نہ تو اسلام باقی رہتا ہے نہ ہی ایمان نیز طاغوت کی مختلف شکلیں اور صورتیں بھی جان چکے تو اب آپ پر لازم ہو گیا ہے کہ آپ اس کے ساتھ کفر کریں اور ان سے اجتناب کریں اور اس کے لئے آپ کو یہ جاننا بھی پڑے گا کہ ان کے ساتھ کفر اور ان سے اجتناب کس طرح کیا جائے تاکہ آپ واقعتاً اپنی عملی زندگی میں ان سے اجتناب اور ان کے ساتھ کفر کر سکیں اور آپ کا دعویٰ کفر و اجتناب محض ایک کھوکھلا دعویٰ یا خوش فہمی یا حقیقت حال سے خالی گمان نہ بن جائے۔

کیا ہر طاغوت کافر ہوتا ہے؟

اس طرح کا سوال پیدا ہوا ہے جب ان پتھروں اور درختوں جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے کو طاغوت قرار دیا جاتا ہے اور بعض لوگ جو طاغوت کے ساتھ کفر کے مسئلے کو الجھانا اور اس کی اہمیت گھٹانا چاہتے ہیں تو وہ جان بوجھ کر اس طرح کے سوالات اٹھاتے ہیں (جیسا کہ اخوان کے دوسرے مرشد حسن الہیضمی نے اپنی کتاب "دعاۃ لا قضاۃ" میں یہی روش اختیار کی ہے اور اللہ کے فضل سے ہم نے اپنی کتاب "افحکم الجاھلیۃ یبغون" میں اس کی افتراء پردازیوں اور گمراہ کن باتوں کی بھرپور تردید کی ہے) جبکہ جن پتھروں یا جن درختوں کو اللہ کے سوا پوجا جاتا ہے انہیں طاغوت قرار دے کر درحقیقت وہی مراد نہیں ہوتے بلکہ وہ شیاطین مراد ہوتے ہیں جن کی اشیاء کی آڑ میں اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے اور جو ان اشیاء کی عبادت کو لوگوں کے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح کے سوال وجواب میں ہم کہیں گے کہ: اللہ کے سوا جس کی بھی عبادت کی جاتی ہو خواہ عبادت کے کسی بھی پہلو سے ہو اگر وہ اپنی عبادت پر راضی ہے تو وہ قطعی طور پر کافر ہے بلکہ کفر کا امام ہے۔ بہت بڑا سرکش ہے

جس کے ساتھ کفر کرنا اور جسے کافر قرار دینا واجب ہے اور اسے کافر قرار دینے میں شک وشبہ یا توقف سے کوئی کافر ہی کام لے سکتا ہے جو بصارت و بصیرت سے بے بہرہ ہو۔

کتاب وسنت میں طاغوت کا ذکر ہمیشہ اس طور پر آیا ہے جو اس کے کفر بواح پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ لفظ "طاغوت" ان طواغیت کے لئے استعمال کیا گیا ہے جن میں کفر بواح کی تمام صفات پائی جاتی ہوں لیکن بسا اوقات بعض سربر آوردہ شخصیات پر بھی لفظ طاغوت کا اطلاق کیا جاتا ہے اس صورت میں اس کا صرف لغوی معنی مراد ہوتا ہے جو کہ زیادتی کرنا اور حد سے گزر جانا ہے (جبکہ یہ ظالم جو حد سے گزر جائے کافر نہیں ہوتا) مثلاً بعض سلف صالحین نے بنی امیہ اور بنو عباس کے بعض حکام مثلاً حجاج بن یوسف وغیرہ پر لفظ طاغوت کا اطلاق کیا ہے اس کے باوجود سلف کی اکثریت انہیں کافر قرار نہیں دیتی کیونکہ انہیں محض لغوی طور پر طاغوت کہا گیا ہے نہ کہ معنوی اور حقیقی اعتبار سے۔ واللہ اعلم

جن طاغوتوں کے فتنے میں لوگ بری طرح مبتلا ہیں

اللہ کی کتاب میں لفظ طاغوت آٹھ مقامات پر آیا ہے:

① سورۃ البقرہ:256
② سورۃ البقر:257
③ سورالنساء:51
④ سورۃ النساء:60
⑤ سورۃ النساء:76
⑥ سورۃ المائدۃ:60
⑦ سورۃ النمل:36
⑧ سورۃ الزمر:17

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں واضح طور پر طاغوت کی دو اقسام بیان کی ہیں طاغوت کی ان دو قسموں کے فتنے میں لوگ بری طرح مبتلاء ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں واضح طور پر بیان کر دیا تاکہ لوگوں کے پاس اللہ کے ہاں کوئی بہانہ باقی نہ رہے اور ان پر

حجت قائم ہو جائے چنانچہ ان دونوں اقسام کے ساتھ تفصیلی طور پر کفر کرنا بھی ہر ایک کے ساتھ الگ الگ کفر کرنا فرض ہے تا کہ اسلام سلامت رہے وہ دو قسمیں ہیں:

طاغوت عبادت: اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ﴿وَ الَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا (زمر:17)﴾ "اور جو لوگ طاغوت سے بچ کر رہتے ہیں کہ اس کی عبادت کریں"۔ نیز فرمایا ﴿وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ (مائدہ:60)﴾ "اور طاغوت کے پجاری"۔ نیز فرمایا ﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللہَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (نحل:36)﴾ "اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ عبادت کرو اور طاغوت سے بچ کر رہو"۔

طاغوت حکم: اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِهٖ (نساء:60)﴾ "وہ چاہتے ہیں کہ طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کفر کریں"۔

دور حاضر میں طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جانے کی صورتیں یہ ہیں:

☆ **قانون سازی کے حوالے سے:** مختلف ریاستوں کے حکام اور ارکان پارلیمنٹ کی طرف ۔یعنی وہ طاغوت ہیں کہ قانون سازی میں کردار ادا کرتے ہیں یا اپنا یہ حق / اختیار استعمال کرتے ہیں، قانون سازی کے لئے مباحثہ و مذاکرہ کرتے ہیں، قانون سازی یا قانون یا فیصلے کی منظوری دیتے ہیں یا اسے حتمی شکل دیتے ہیں اور یہ سب وہ حکومتی اختیار کے تحت کرتے ہیں۔ ایسے ہی وزارت قانون کی فنی کمیٹی بھی عدالتی اختیار کے تحت قانون بنانے اور قانون سازی کرنے کے اعتبار سے ایسا ہی طاغوت ہے ایسے ہی وزراء حکومت بھی ان قوانین فیصلہ جات کو انتظامی اختیارات کے تحت نافذ کرنے کے اعتبار سے ان طاغوتوں میں شامل ہیں۔

☆ حکومت کرنے کے حوالے سے: مختلف ریاستوں کے حکام اور ججز اور عدالتیں۔ ان کی جانب بھی فیصلہ کے لئے رجوع کیا جاتا ہے ایسے ان طاغوتوں کے وہ مددگار اور حامی بھی جو قوانین کی حفاظت کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کا پابند کرتے ہیں اور ان کی خاطر یعنی قانون سازیوں، قوانین، شہری نظام، حکام اور عدالتی فیصلہ جات کی خاطر لڑتے ہیں۔ یہ بھی جان لیں کہ طاغوت پر ایمان بھی لایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ کفر بھی کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ (نساء:51)﴾ "وہ جبت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں"۔ ایسے ہی اس کی عبادت بھی کی جاتی ہے اور اس سے براءت کا اظہار بھی کیا جاتا ہے ﴿وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا﴾ "اور جو لوگ طاغوت سے بچتے (بری) رہے کہ وہ اس کی عبادت کریں"۔ اس کی وضاحت پیش خدمت

ہے:''یہ بات ہم ذکر کر آئے ہیں کہ عبادت کا مدار تین چیزوں پر ہے نسک(یعنی عباداتی طور طریقے) حکم (یعنی قانون سازی)اور ولایت(یعنی تعلق /صلہ /دوستی یا دشمنی)اس بنیاد پر اللہ وحدہ لاشریک لہ کی اصطلاحی عبادت یعنی جس کا تعلق اسلام اور دین سے ہو اس کی بنیاد اور اس کا مدار انہی تین ارکان یعنی نسک (عباداتی طور طریقے)حکم (قانون سازی یا قانون /فیصلہ)اور ولایت (تعلق،صلہ /دوستی دشمنی)پر ہے لہٰذا عبادات میں توحید جو کہ توحید الوہیت بھی کہلاتی ہے یہ ہوئی کہ اللہ کو عبادت کی ان مذکورہ اقسام(نسک، حکم،ولایت)میں یکتا و تنہاء قرار دینا اور یہی وہ عبادت ہے جس کا اللہ کے اس فرمان میں تقاضا کیا گیا ہے ﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ(ذاریات: 56)﴾''اور میں نے جن اور انسان کو پیدا نہیں کیا مگر صرف اپنی عبادت کے لئے''۔نیز ﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ(بقرہ:21)﴾''اے انسانو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا''۔عبادت کے یہ تین ارکان ایسے ہیں کہ اگر آپ انہیں اوران میں سے ہر ایک کو اللہ وحدہ لاشریک کے لئے مختص کر دیں تو آپ اللہ وحدہ کے عبادت گزار بن جائیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ آپ اپنی زبان سے اللہ کی وحدانیت اور اللہ کے لئے الوہیت کی شہادت دیتے ہوں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ (معبود) نہیں ہے اور اگر آپ انہیں یا ان میں سے کسی ایک کو غیر اللہ کے لئے اختیار کر لیں تو آپ اللہ کے ساتھ اس غیر کے بھی عبادت گزار بن جائیں گے اور اسے اللہ کے ساتھ معبود اور الٰہ قرار دیدیں گے اگر چہ آپ اسے معبود یا الٰہ کا نام نہ دیں کیونکہ عبادت اور الوہیت کی یہی حقیقت ہے اور آپ کا اس کے متعلق عبادت کا اعتقاد نہ رکھنا اس حقیقت کو نہیں بدل سکتا اسی بناء پر عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ:ہم نے ان (عیسائیوں کے علماء اور درویشوں)کی عبادت نہیں کی .یعنی وہ یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ تحلیل کرنا (حلال کرنا)وتحریم(حرام کرنا)(یعنی قانون سازی)اس میں ان کی اطاعت دراصل ان کی عبادت ہے اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے اسے ان کی عبادت کہا اور علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب کہا اس طرح انہیں مشرک قرار دیا نیز رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے عبادت ہی قرار دیا ثابت ہوا کہ کسی شئے کا نام بدل دینے سے اس کی حقیقت نہیں بدل جاتی نہ ہی اس کے حکم شرعی پر اثر انداز ہوتی ہے۔اس بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا﴾''اور جو لوگ طاغوت سے بچ کر رہے کہ اس کی عبادت کریں''۔میں مذکور طاغوت کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ﴾''اور وہ جبت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں''۔میں مذکور طاغوت پر ایمان لانا اسی طرح ممکن ہے کہ بندہ عبادت کے ان تین (جو خالصتاً اللہ کا حق ہیں)میں سے کسی ایک کو طاغوتوں کے لئے اختیار کر لے یا اس کے ساتھ مختص کر دے۔

سو جب نسک (عبادتی طور طریقے) کی انواع (مثلاً نماز، سجدہ، رکوع، قربانی، نذر، منت، نیاز، دعا، پکارنا، فریاد کرنا، ڈرنا، امید لگانا، اعتماد و بھروسہ کرنا.........) میں سے کسی بھی ایک نوع کو طاغوت کے لئے اختیار کر لیا جائے تو اس قسم کے طاغوت کو نسک یا طاغوت عبادت کہیں گے۔

اور اگر حکم یا قانون سازی کی انواع (مثلاً تحلیل، تحریم، تحسین، تقبیح وغیرہ) میں سے کسی ایک کو طاغوت کے لئے اختیار کر لیا جائے تو ایسی قسم کے طاغوت کو طاغوت حکم کہیں گے۔ اور اگر ولایت کی انواع (مثلاً دوستی، دشمنی، نفرت، محبت وغیرہ) میں سے کسی ایک کو (اختیاری طور پر) طاغوت کے لئے مختص کر لیں تو اس قسم کے طاغوت کو طاغوت ولایت یا طاغوت متابعت کہیں گے۔ اور طاغوت کی یہی وہ عبادت ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ کفر کرنے کا ہمیں اللہ نے حکم دیا ہے خلاصہ یہ ہوا کہ طاغوت پر ایمان بھی لایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ کفر بھی کیا جاتا ہے اس کی عبادت بھی کی جاتی ہے اور اس سے اظہار براءت بھی کیا جاتا ہے۔

طاغوت پر ایمان لانے یا اس کے ساتھ کفر کرنے یا اس کی عبادت کرنے کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

طاغوت پر ایمان لانے کی کیفیت / طریقہ: اس کے متعلق ہم تین حوالوں سے گفتگو کریں گے:

☆ **شرک نسک (عبادت کے طور طریقوں میں شرک) کے حوالے سے:** اس سے مراد ہے کہ نسک (مثلاً نماز، حج، عمرہ، نذر، نیاز، رکوع، سجدہ، طواف، امید، ذبح، دعا، فریاد وغیرہ) کی کسی بھی نوع کو غیر اللہ کے لئے اختیار کرنا ایسا کرنا شرک نسک (عبادتی طور طریقے میں شرک کرنا) ہے اور جس غیر اللہ کے لئے ایسا کیا جائے وہ طاغوت عبادت ہے۔

☆ **شرک حکم (فیصلہ / قانون / قانون سازی میں شرک) کے حوالے سے:** اس کی تین صورتیں ہیں قانون سازی، حکم / فیصلہ، فیصلہ مانگنا۔ ان میں سے کسی کو بھی غیر اللہ کے لئے اختیار کرنا شرک حکم ہے اور وہ غیر طاغوت حکم ہے۔

☆ **شرک ولایت (تعلق / صلہ میں شرک کرنا) کے حوالے سے:** یعنی الٰہی تعلق (دینی تعلق) کے بغیر کسی سے تعلق قائم کرلینا خواہ علاقائی ہو قومی ہو یا جماعتی ہو لسانی تعلق ہو یا کفار سے تعلق قائم کرلینا یہ شرک ولایت ہے اور جس غیر کی بناء یہ تعلق قائم کیا جاتا ہے اسے طاغوت ولایت کہتے ہیں۔

① **شرک نسک:** نسک یا عبادت کے مخصوص طور طریقوں میں سے کسی بھی ایک کو طاغوت کے لئے اختیار کرلینا شرک نسک ہے۔

نسک کا لغوی معنی: عبادت اور اطاعت اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ہر ذریعہ ہے رجل ناسک یعنی عبادت گزار اور نسک و تنسک کا معنی ہوتا ہے اس نے عبادت کی۔

نسک کا اصطلاحی معنی: اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ بننے والے وہ تمام عبادتی طور طریقے جو خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہیں ان میں شرک کسی بھی طرح قبول نہیں کیا جاسکتا نہ تو بتداء میں نہ انتہاء میں نہ مستقل طور پر نہ غیر مستقل طور پر اور عبادت کے یہ طور طریقے دیگر کی بنسبت عبادت کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں اسی لئے انہیں شعائر تعبدیہ یعنی عبادت کے طور طریقے کہا جاتا ہے اور یہ "یا تو ظاہری عبادت ہوں گے" یعنی انسانی اعضاء کے افعال مثلاً نماز، روزہ، حج، رکوع، سجدہ، طواف، اعتکاف، قربانی، نذر / منت، مافوق الاسباب فریاد کرنا یا مدد مانگنا جیسے رزق مانگنا یا برائی ٹلوانا یا پکارنا.. اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ۔ (بینۃ:5-4)﴾ "اور انہیں حکم نہیں دیا گیا مگر صرف اس بات کا کہ وہ اللہ کی عبادت اس حال میں کریں کہ عبادت کو اسی کے لئے خالص کرنے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں اور یہی مضبوط ترین دین ہے"۔ نیز فرمایا ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ (کوثر:3)﴾ "پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر"۔ نیز فرمایا ﴿قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ، وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ، بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (زمر:66-64)﴾ "اے نبی کہہ دیجیے او جاہلو کیا پس تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اللہ کے کسی اور کی عبادت کروں، اور آپ کی طرف اور آپ سے پہلے والوں کی طرف وحی کردی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضرور ہی برباد ہوجائیں گے اور آپ ضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہوجائیں گے، بلکہ اللہ کی عبادت کیجئے اور شکر گزاروں میں سے ہوجائیں"۔

یا باطنی عبادت ہوں گے: یعنی جو دل کے ذریعے کی جاتی ہے جیسے محبت کرنا، ڈرنا، امید لگانا، عاجزی کرنا، لو لگانا اور اعتماد بھروسہ کرنا...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنۡدَادًا یُّحِبُّوۡنَہُمۡ کَحُبِّ اللّٰہِ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ(بقرہ:165)﴾"اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا ایسے معبود بنائے ہوئے ہیں جن سے وہ اللہ کی محبت کی جیسی محبت کرتے ہیں حالانکہ ایمان لانے والے اللہ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں"۔ نیز فرمایا﴿قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ(انعام:163-162)﴾"اے نبی کہہ دیجئے میری نماز، اور میری قربانی اور میرا مرنا جینا یقینا اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں"۔ اس کے علاوہ عبادت کے طریقوں کو بندہ صرف اللہ وحدہ کی جانب متوجہ رکھے تو وہ عبادت کے اس رکن یعنی توحید نسک میں اللہ وحدہ کا عبادت گزار کہلائے گا اور اگر ان میں سے کچھ بھی کسی بھی لمحہ اللہ وحدہ کے علاوہ کسی اور کی جانب متوجہ کر دے یا اللہ کے ساتھ ساتھ کسی اور کی بھی جانب متوجہ کر دے تو اس نے شرک اکبر اور سب سے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا جسے اللہ بخشے گا نہیں مثلاً غیر اللہ کو پکارے، یا اس کے لئے قربانی دے یا منت مانے یا کسی مردہ یا غائب سے مدد مانگے یا فریاد کرے یا کسی موجود زندہ سے اس طرح کی فریاد یا مدد مانگے جسے پورا کرنے پر وہ قادر نہ ہو خواہ عبادت کے یہ طور طریقے ان میں سے کوئی ایک کسی بت یا درخت یا پتھر کے لئے اختیار کیا جائے یا کسی نبی یا ولی خواہ زندہ ہو یا مردہ یا شہید یا مقرب فرشتے کے لئے اختیار کیا جائے جیسا کہ آج کل مزارات اور قبوں وغیرہ پر بکثرت کیا جاتا ہے کیونکہ اللہ اس بات سے ہرگز راضی نہیں ہوتا کہ اس کی عبادت میں کسی اور کو اس کا شریک بنا دیا جائے خواہ مقرب فرشتہ ہو یا نبی یا رسول ہو یا صحابی یا بزرگ یا جن وغیرہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ(نساء:48)﴾"اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اسے وہ یقینا معاف نہیں کرے گا"۔ نیز فرمایا﴿فَلَا تَدۡعُوۡا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا(جن:18)﴾"پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو"۔ چنانچہ عبادت کے ظاہر یا باطنی طور طریقوں میں سے کسی بھی ایک طریقے کو جو مختلف طاغوتوں (جن کی اللہ کے سوا یا ساتھ عبادت کی جاتی ہے خواہ وہ انسان ہو یا درخت پتھر ....) میں سے کسی بھی طاغوت کے لئے اختیار کرے گا تو وہ طاغوت پر ایمان لانے والا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے والا ہو گا خواہ نماز، روزہ اور حج وغیرہ کا پابند ہو اور خود کو مسلمان سمجھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُکَ﴾"اگر آپ نے شرک کر لیا تو آپ کے اعمال یقینا برباد ہو جائیں گے اور آپ یقینا خسارے والوں سے ہو جائیں گے"۔ ایسے بندہ عبادت کے ان طور طریقوں میں سے کسی کو بھی جس کے لئے اختیار کرتا ہے اگر وہ اس پر راضی ہے تو وہ طاغوت ہے اور اسے طاغوت عبادت کہا جائے گا۔

تنبیہ: صرف طاغوت نسک کو ہی طاغوت عبادت کہتے ہیں جبکہ نسک (عبادتی طور طریقے) بھی تین ارکان میں سے ایک ہے؟اس کی وجہ یہ ہے کہ نسک (عبادتی طور طریقے)عبادت کا سب سے زیادہ خاص رکن ہے کیونکہ یہ محض اللہ کا حق ہے اور شراکت کو نہ ابتداءً قبول کرتا ہے نہ انتہاءً نہ مستقلاً نہ ہی تبعاً بخلاف بقیہ دوارکان۔ لہٰذا حکم شراکت کو ابتداءً قبول نہیں کرتا ﴿وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا﴾ ''اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا''۔نہ ہی مستقلاً (یعنی بالذات یا مستقل طور پر)مبراء کرتا ہے ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ ''نہیں ہے حکم مگر خاص اللہ کے لئے''۔البتہ تبعاً(یعنی بالغیر یا غیر مستقل طور پر)قبول کرلینا ہے جیسا کہ فرمایا﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ ''آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ مان لیں''۔ نیز فرمایا﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (نساء:59)﴾ ''پھر اگر تم کسی بات میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹادو''۔اور ایسا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ رسول کا حکم اللہ تعالیٰ کے تابع ہوتا ہے بذات خود منقل نہیں ہوتا نیز قاضی، مجتہد کے لئے بھی حکم شراکت کو تبعاً قبول کرلیتا ہے جبکہ ان کا قضاء اور اجتہاد استنباط واظہار کے لئے ہونا کہ انشاء کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ (مائدہ:95)﴾ ''تم میں سے دوعدل کرنے والے ان کا حکم کریں''۔یعنی قاضی اور مجتہد یہ دونوں حکم کے ظاہر اور بیان کرنے میں نہ کہ حکم کو بناتے ہیں نہ ہی حکم میں مستقل بالذات ہوتے ہیں۔ایسے ہی ولایت بھی شرک کے ابتداء قبول نہیں کرتی ﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا (انعام:14)﴾ ''اے نبی کہہ دیجئے کیا میں اللہ کے غیر کو دوست (ولی) بنالوں''۔ نیز فرمایا﴿اِنَّ وَلِيِّ ـَ اللّٰهُ (اعراف:196)﴾ ''میرا ولی (دوست)یقینا اللہ ہی ہے'' نیز ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ (بقرہ:257)﴾ ''اللہ ایمان والوں کا دوست ہے وہ اندھیروں سے روشنی میں لاتا ہے اور کافروں کے دوست طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیروں میں لے جاتے ہیں''۔البتہ ولایت شراکت کو تبعاً(اللہ کی ولایت کے تابع رہ کر) قبول کرلیتی ہے اسی لئے اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اہل ایمان سے اللہ سے محبت اور دوستی کی بناء پر محبت اور دوستی کریں اور اللہ ہی کی خاطر کریں ارشاد فرمایا﴿وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (مائدہ:56)﴾ ''اور جو اللہ سے اور اسکے رسول سے اور ایمان والوں سے دوستی کرے گا تو اللہ کا گروہ یقیناغالب ہونے والوں کا ہی ہے''۔

(۲) **شرک حکم:** یعنی طاغوت کو حکم میں شریک بنالینا اس کی مختلف صورتیں ہیں:

☆ تشریع (قانون سازی یعنی حلال کرنے، حرام کرنے، اچھا قرار دینے، برا قرار دینے، جائز قرار دینے، ناجائز قرار دینے ،فرض قرار دینے وغیرہ) میں اطاعت کرنا): اس کا معنی ہے کہ غیر اللہ کے لئے قانون سازی کو قبول کرنا / تسلیم کرنا یا اس کے لئے

قانون سازی کے حق کا اعتراف کرنا یا اس سے راضی ہو جانا یا خود قانون سازی کو ہی دستور یا یا قانون مان لینا۔ اس کے شرک و کفر ہونے کے دلائل:

❁ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (آل عمران:64)﴾ "اے نبی کہہ دیجئے اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے اور نہ ہی ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں گے اور نہ ہی ہم آپس میں ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب بنائیں گے پھر اگر وہ پھر جائیں تو تم کہہ دو کہ اب بات پر گواہ رہو کہ ہم ماننے والے ہیں"۔ نیز فرمایا: ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (توبۃ:31)﴾ "انہوں نے اپنے علماء اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا اور عیسیٰ ابن مریم کو حالانکہ انہیں حکم نہیں دیا گیا مگر اس بات کا کہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ان سے پاک ہے جنہیں وہ شریک بناتے ہیں"۔ امام ترمذی نے کئی سندوں سے عدی بن حاتم سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عدی کے گلے میں چاندی کی صلیب تھی اور نبی ﷺ اس آیت ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ "انہوں نے اپنے علماء اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا"۔ کی تلاوت کر رہے تھے تو عدی نے کہا: میں نے کہا کہ انہوں نے ان کی عبادت تو نہیں کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: (بلیٰ انهم حرموا عليهم الحلال واحلوا لهم الحرام فاتبعوهم فذلك عبادتهم اياهم) "کیوں نہیں وہ حلال کو ان کے لئے حرام کہتے اور حرام کو ان کے لئے حلال کہتے اور وہ ان کی بات مان لیتے پس یہی تو ان کی جانب سے ان کی عبادت ہے" (ترمذی۔ احمد۔ ابن جریر۔ ابن تیمیہ نے اسے حسن کہا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے)۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سدی نے کہا انہوں نے لوگوں سے آراء لینا شروع کر دیں اور اللہ کی کتاب کو پس پشت پھینک دیا اسی لئے اللہ نے فرمایا: ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ "اور انہیں حکم نہیں دیا گیا مگر اس بات کا کہ وہ ایک ہی معبود (نہ کہ بہت سے لوگوں) کی عبادت کریں" یعنی اس ذات کی جو کسی شئ کو حرام کر دے تو وہ حرام ہو جاتی اور کسی شئ کو حلال کر دے تو وہ حلال ہو جاتی ہے اور وہ جو قانون بنا دے اس پر چلا جاتا ہے اور جو حکم دے اسے نافذ کر دیا جاتا ہے۔ ﴿لااله الا هو سبحانه عما يشركون﴾ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ان سے پاک ہے جنہیں وہ شریک بناتے ہیں ﴾ یعنی شرکاء سے بہت بلند اور بہت پاک ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

امام قرطبی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿قُلْ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ............الخ﴾ ”اے نبی کہہ دیجئے اے اہل کتاب آؤ ایسی بات کی طرف۔ الخ“۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ﴿وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ”اور ہم آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں گے“۔ یعنی اس طرح کہ کسی شئے کو حلال یا حرام قرار دینے میں ہم اس کی اتباع کرنے لگ جائیں مگر اللہ کے حلال کردہ میں اور یہ اللہ کے اس فرمان کی طرح ہے ﴿اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ”انہوں نے اپنے علماء اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا“۔ یعنی انہوں نے اللہ کی حلال کردہ یا حرام کردہ کے بغیر ان کے حلال یا حرام کردہ کو قبول کر کے انہیں اپنے رب کے قائم مقام برابر قرار دے دیا جائے۔

چنانچہ یہ آیت اس سلسلے میں نص کی حیثیت رکھتی ہے کہ جو بھی اللہ کی اجازت کے بغیر لوگوں کے لئے قانون سازی کرے گا گویا اس نے خود کو اللہ کا شریک اور لوگوں کا اللہ کے سوا رب قرار دے دیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَمْ لَھُمْ شُرَکٰٓؤُا شَرَعُوْا لَھُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا لَمْ یَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ (شوریٰ:21)﴾ ”کیا انہوں نے ایسے شرکاء بنا رکھے ہیں جو ان کے لئے دین کے قوانین بناتے ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی“۔ یہ ہی طاغوت حکم ہے اور جو بھی اس کی اس سلسلے میں اطاعت کرے یا اسے تسلیم کرے یا اس کا اقرار کرے یا اس پر اس سے راضی ہو تو گویا اس نے اسے اللہ کی ربوبیت والوہیت میں اللہ کا شریک قرار دے دیا اور اس طاغوت کو اللہ کے ساتھ ساتھ رب اور الٰہ مان لیا۔

شیخ عبد الرحمن بن حسن فرماتے ہیں: اس سے ثابت ہوا کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جو اللہ کے حرام کردہ کے حلال اور اس کے حلال کردہ کو حرام قرار دینے میں اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کی اطاعت کرے اور اللہ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت اور جس کی اللہ نے اجازت نہ دی اس میں اس کی اتباع کرے تو گویا اس نے اسے رب اور معبود بنالیا یا اسے اللہ کا شریک بنالیا جبکہ یہ اس توحید کے منافی ہے جو اللہ کا دین ہے اور جس پر کلمہ اخلاص لا الٰہ الا اللہ دلالت کرتا ہے پس الٰہ ہی معبود ہوتا ہے اور اللہ نے ان کی اس اطاعت کو ان کی عبادت قرار دیا ہے اور انہیں (جن کی وہ اس طرح کی اطاعت کرتے) رب کہا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿وَ لَا یَاْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَةَ وَ النَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا (آل عمران:80)﴾ ”اور نہ وہ تمہیں حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو“۔ یعنی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے شریک ﴿اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران:80)﴾ ”کیا وہ تمہیں کفر کرنے کا حکم دے گا جبکہ تم مسلمان ہو چکے ہو“۔ اور یہی شرک ہے چنانچہ ہر معبود رب ہوتا ہے اور ہر وہ جس کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے قانون کے بغیر اطاعت اور اتباع کی جاتی ہو تو ایسی اطاعت اور اتباع کرنے والے نے اسے رب اور معبود بنالیا

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورت الانعام کی آیت میں فرمایا ﴿وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡهُمۡ اِنَّكُمۡ لَمُشۡرِكُوۡنَ (121)﴾ "اور اگر تم نے ان کی اطاعت کرلی تو تم مشرک بن گئے"۔ (فتح المجید: 86-85)

❁ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَا تَاۡكُلُوۡا مِمَّا لَمۡ يُذۡكَرِ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ وَاِنَّهٗ لَفِسۡقٌ‌ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيۡنَ لَيُوۡحُوۡنَ اِلٰٓى اَوۡلِيٰٓـئِهِمۡ لِيُجَادِلُوۡكُمۡ‌ۚ وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡهُمۡ اِنَّكُمۡ لَمُشۡرِكُوۡنَ (انعام: 121)﴾ "اور جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا جائے اسے مت کھاؤ وہ فسق ہے اور شیاطین یقیناً اپنے دوستوں کی طرف وسوسے ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کرلی تو تم مشرک بن گئے"۔

امام شنقیطی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں فرماتے ہیں: جب قانون سازی اور تمام احکام خواہ شرعی ہوں یا کونی قدری ربوبیت کے امتیازات میں سے ہے (جیسا کہ مذکورہ آیت دلالت کرتی ہے) تو اللہ کی قانون سازی کے سوا کسی بھی قانون سازی پر چلنے والا اس قانون ساز کو رب قرار دے رہا ہے اسے اللہ کے ساتھ شریک کر رہا ہے اور اس بات کی دلیل بہت سی آیات میں جنہیں ہم بار بار ذکر کر چکے ہیں اور ان میں سے کچھ پھر سے ذکر کریں گے جو کفایت کر جائیں گی۔ ایک یہ ہے کہ جو بہت ہی واضح اور صریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں رحمان کے گروہ اور شیطان کے گروہ کے مابین احکام تحلیل و تحریم میں سے ایک حکم کے متعلق مناظرہ ہوا، شیطانی گروہ شیطان کی وحی کی بناء پر اسے حلال قرار دے رہا تھا جبکہ رحمانی گروہ رحمانی وحی کی بناء پر اسے حرام قرار دے رہا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے مابین آسمانی اور قرآنی فیصلہ صادر فرمایا جو کہ سورۃ انعام میں پڑھا جاسکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ شیطان نے اپنے دوستوں کی طرف وحی کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بکری کے متعلق پوچھو جو خود ہی مر جائے کہ اسے کس نے قتل کیا؟ تو انہوں نے انہیں جواب دیا کہ اسے اللہ نے قتل کیا تو وہ کہنے لگے اس صورت میں مردار اللہ کا ذبح کیا ہوا ہے اور جسے اللہ نے خود ذبح کیا تم اسے حرام کیوں کہتے ہو؟ جبکہ تم یہ بھی کہتے ہو کہ جسے تم خود اپنے ہاتھوں سے ذبح کرو وہ حلال ہے اس طرح تو تم اللہ سے بہتر ہوئے حالانکہ اس نے ذبیحہ کو حلال کیا ہے۔

اہل علم کا اتفاق ہے کہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿وَلَا تَاۡكُلُوۡا مِمَّا لَمۡ يُذۡكَرِ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ﴾ "اور جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو تم اس سے نہ کھاؤ" یعنی مردار سے بھی یعنی اگرچہ کفار یہ گمان کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے معزز ہاتھ کے ذریعے سونے کی چھری سے ذبح کیا ہے۔ ﴿وَاِنَّهٗ لَفِسۡقٌ﴾ "اور وہ فسق ہے۔" وہ ضمیر سے مراد "کھانا" ہے جو کہ اس فرمان ﴿وَلَا تَاۡكُلُوۡا﴾ "اور نہ کھاؤ"۔ سے سمجھ آرہا ہے اور اللہ کا فرمان ہے ﴿لَفِسۡقٌ﴾ "فسق"۔ سے مراد اللہ کی اطاعت سے نکل کر

شیطان کی قانون سازی پر چلنا ہے ﴿وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ﴾ ''اور شیاطین اپنے دوستوں کی طرف وحی (وسوسے) کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں''۔ یعنی ان سے کہتے ہیں کہ جسے تم ذبح کرو وہ حلال اور جسے اللہ ذبح کرے وہ حرام اس طرح تو تم اللہ سے بہتر ہوئے حالانکہ اس نے ذبیحہ حلال کیا ہے اس کے بعد ان دونوں گروہوں کے درمیان فیصلے سے متعلق آفاقی فتویٰ بیان کیا گیا ﴿وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی (مان لی) تو تم مشرک بن گئے''۔ یہ خالق جل وعلیٰ کی جانب سے جاری کردہ آسمانی فتویٰ ہے جس میں اس نے صراحت کی ہے کہ شیطان کی قانون سازی پر چلنے والا رحمن کی قانون سازی کی مخالفت کرنے والا اور اللہ کے ساتھ شریک بنانے والا ہو گا۔ (تفسیر اضواء البیان: 7/169)

نیز فرماتے ہیں: یہ آفاقی نصوص جو ہم نے ذکر کئے ہیں ان سے مکمل طور پر واضح ہو گیا کہ جو لوگ شیطان کے اپنے دوستوں کی زبانی (اللہ جل وعلیٰ کے اپنے رسول ﷺ کی زبانی بنائے ہوئے قوانین کے مخالف) بنائے ہوئے قوانین پر چلتے ہیں ان کے کفر وشرک میں صرف اور صرف وہی شخص شک کرے گا جسے اللہ نے بصیرت اور نور وحی سے انہی (شیطان کے دوستوں) کی طرح محروم رکھا ہو''۔ (تفسیر اضواء البیان: 4/648)

❀ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ (شوریٰ: 21)﴾ ''کیا ان کے ایسے شرکاء ہیں جو ان کے لئے دین کے قوانین بناتے ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی''۔ اس نص سے ثابت ہوا کہ جو لوگوں کے لئے ایسی شئے کو قانون بنادے جس کی اجازت اللہ نے نہ دی ہو تو گویا اس نے اپنے آپ کو اللہ کی ربوبیت میں اس کا شریک قرار دے دیا اور جو اس سلسلے میں اس کی اطاعت کرے اور مخالف قانون پر چلے اس نے اسے اللہ کا شریک مان لیا۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی اللہ نے مضبوط دین کے جو قوانین بنائے ہیں اس سلسلے میں وہ (مشرکین مکہ) آپ کی اتباع نہیں کرتے بلکہ جناتی اور انسانی شیطانوں نے ان کے لئے جو قوانین بنائے وہ ان پر چلتے ہیں کہ انہوں نے ان کے لئے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام حرام کر دیئے اور مردار، خون، جوا وغیرہ گمراہیاں اور جہالت کے باطل کام میں حلال کرنا، حرام کرنا، باطل عبادات اور فاسد اموال جو ان کی اپنی اختراعات ہیں حلال کر دیئے۔ (تفسیر ابن کثیر: 4/120)

❁ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَّ لَا يُشْرِكُ فِىْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا﴾"اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں بناتا"۔ نیز﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ﴾"نہیں ہے حکم مگر صرف اسی کے لئے اسی نے حکم دیا کہ تم عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی"۔ معلوم ہوا کہ مخلوق کے لئے قانون سازی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ﴾"خبردار اسی کے لئے ہے پیدا کرنا اور حکم کرنا" چنانچہ جو بھی اس حق کو غیر اللہ کی جانب متوجہ کر دے یا پھیر دے یا اس کے لئے اختیار کرے تو گویا اس نے اسے اللہ کے ساتھ عبادت میں شریک کر دیا اور یہ جس نے خود کو قانون سازی کر کے اللہ کا شریک قرار دے دیا یہ طاغوت حکم ہے اس سلسلے میں بہت سی آیات ہیں۔

❁ کتاب وسنت کے علاوہ تحاکم (فیصلہ کے لئے جانا، فیصلہ مانگنا، فیصلہ چاہنا) کرنا: مثلاً مختلف وضعی قوانین یا دساتیر (جمع دستور) یا عوام یا جمہور یا عرف یا کسی قبیلے کے سردار یا پارٹی ....الخ) سے فیصلہ مانگنا یا چاہنا اس کا معنی ہے کہ تنازعات اور اختلافات کو ختم کرنا یعنی دو لڑے ہوؤں یا اختلاف کرنے والوں کا اپنا اختلاف یا تنازع یا لڑائی ختم کروانے کے لئے باہمی رضامندی سے کسی کو حاکم بنالینا۔ (القاموس الفقھی لغۃ واصطلاحاص:96)

حکم اور تحاکم یہ دونوں اصطلاحی عبادت (یعنی جس کا تعلق اسلام اور اہل دین سے ہو) کے ارکان میں سے دوسرا رکن ہیں جو بھی انہیں اللہ وحدہ کے لئے بلا شرکت غیرے اختیار کرے گا وہ حکم کے باب میں موحد کہلائے گا اور جو ان دونوں کو غیر اللہ کے لئے اختیار کرے گا وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور طاغوت پر ایمان لانے والا کہلائے گا کیونکہ حکم اور تحاکم عبادت ہیں جو اللہ وحدہ کے سوا کسی کی بھی نہیں کی جاسکتی۔

① اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ(یوسف:40)﴾"نہیں ہے حکم مگر اللہ ہی کے لئے اس نے حکم دیا ہے کہ تم عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی یہی پائیدار دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں"۔ یہ آیت دلیل ہے کہ حکم صرف اللہ ہی کے لئے ہے کیونکہ﴿اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ﴾"اسی نے حکم دیا ہے کہ تم عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی"۔ اس پوری آیت میں دوسرا جملہ پہلے جملے کے لئے علت اور وجہ ہے اسی لئے حکم اور عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ ہی کی کی جاتی ہے چنانچہ حکم بھی صرف اللہ وحدہ کے لئے ہی بلا شرکت غیرے اختیار کیا جائے گا۔

سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس مسئلے میں دقیق قرآنی تعبیر عبادت کے معنی کو متعین کر رہی ہے کہ وہ اللہ کی نسبت حکم اور بشر کی نسبت دین (طرز زندگی) اختیار کرنا ہے۔ یہی مضبوط ترین دین ہے۔ چنانچہ دین اللہ کے لئے اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب لوگ اللہ وحدہ کے لیے ہی دین اپنائیں اور حکم بھی اسی اکیلے کا ہو۔ جب لوگ زندگی کے کسی بھی پہلو میں غیر اللہ کے لیے دین اپنائیں گے یہ اللہ کی عبادت نہیں ہوئی کیونکہ توحید الوہیت توحید ربوبیت کا تقاضا کرتی ہے اور ربوبیت کہتے ہیں حکم یا عبادت اللہ کے لیے ہو۔ چنانچہ حکم اور عبادت ہم معنیٰ اور ایک دوسرے کے لیے لازم ہیں۔ اور جس عبادت کی بنیاد پر لوگوں کو مسلمان یا غیر مسلم کے طور پر پہچانا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے حکم (نہ کہ غیر اللہ کے حکم) پر چلا جائے اسی کے آگے جھکا جائے اور اسی کو بطور دین اپنایا جائے یہ قرآنی بیان اپنی اس پختہ صورت میں لوگوں کو کسی بھی دور میں اور کسی بھی جگہ اس مضبوط ترین دین یا کسی اور دین میں مسلمان یا غیر مسلم اعتبار کرنے سے متعلق ہر اختلاف سے روک رہا ہے۔ اور یہ اعتبار دین کا ایک طے شدہ اصول ہے جو غیر اللہ کا دین اپنائے اور اسے اپنی زندگی کے کسی بھی معاملے میں حاکم قرار دے وہ مسلمان نہیں نہ ہی اس کا اس مضبوط دین سے کوئی تعلق ہے اور جو اللہ کو حاکم مانے اور غیر اللہ کے دین سے نکل جائے وہ مسلمان ہے اور اس پختہ دین میں ہے اس کے سوا سب محال ہے شکست خوردہ لوگ حالات وادوار کی بھاری حقیقت کے مدمقابل پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ اللہ کا دین واضح ہے اور فقط یہی نص کہ ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ "نہیں ہے حکم مگر صرف اللہ کے لئے اس نے حکم دیا ہے کہ تم عبادت نہ کرو مگر صرف اسی کی یہی مضبوط دین ہے"۔ اس حکم کو دین کا طے شدہ اصول قرار دینے کے لئے کافی ہے اور اس سے اختلاف کرنے والا دین سے اختلاف کرنے والا ہے۔ (فی ظلال القرآن: 4/1991-1990)

② اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا .... فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (نساء:65-60)﴾ "کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا زعم ہے کہ وہ اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور آپ سے پہلے اتارا گیا اس پر ایمان رکھتے ہیں چاہتے ہیں کہ طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جائیں اور شیطان انہیں دور کی گمراہی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے.......... آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہیں بن سکتے جب تک آپ کو اپنے تنازعات میں حاکم نہ مان لیں پھر وہ اپنے دلوں میں آپ کے فیصلے سے تنگی محسوس نہ کریں اور مکمل طور پر تسلیم کر لیں"۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: طاغوت (جو کہ اس آیت میں مذکور ہے) یہودیوں کا ایک آدمی ہے جسے کعب بن اشرف کہا جاتا

تھا تو یہ ہے اللہ کا فرمان ﴿یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ﴾ "وہ طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جانا چاہتے ہیں"۔(تفسیر طبری۔ تفسیر در منثور)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت اس سے بھی زیادہ عام ہے کیونکہ یہ ہر اس شخص کی مذمت کر رہی ہے جو کتاب و سنت سے ہٹ جائے اور ان دو کے سوا کسی بھی باطل کے پاس فیصلے کے لئے جائے یہاں طاغوت سے بھی یہی مراد ہے اسی لئے فرمایا﴿یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ﴾ "وہ طاغوت کے پاس فیصلے کے لیے جانا چاہتے ہیں"۔

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے کے علاوہ کی طرف فیصلے کے لئے جائے یا اسے حاکم بنائے اس نے طاغوت کو حکم بنایا اور اس سے فیصلہ چاہا۔(اعلام الموقعین: 1/50)

یہ آیت دلیل ہے کہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے سوا جس بھی دستور یا قانون یا پارٹی یا عرف یا حاکم یا جج یا عوام . کی طرف فیصلے کے لئے جایا جائے وہ طاغوت ہے اللہ نے ہمیں اس کے ساتھ کفر کرنے کا حکم دیا ہے اور اسے طاغوت حکم کہا جاتا ہے ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ بظاہر طاغوت اسے کہتے ہیں جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہو اگر تو نسک (عبادتی طور طریقے) کے ذریعے کی جاتی ہے تو وہ طاغوت عبادت ہے اور اگر عبادت حکم یا عبادت تحاکم کے ذریعے اس کی عبادت کی جاتی ہو تو وہ طاغوت حکم ہے اور اگر عبادت ولایت کے ذریعے اس کی عبادت کی جاتی ہے تو وہ طاغوت ولایت و متابعت ہے۔ ایسے ہی یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کے پاس فیصلے کے لئے جانا طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جانا ہے۔ ایسے ہی یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جانا اللہ کے ساتھ کفر کرنا ہے جیسا کہ فرمایا﴿یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا﴾ "وہ زعم رکھتے ہیں کہ وہ مومن ہیں"۔ اللہ نے یہاں ان کے دعویٰ ایمان کو باطل قرار دیا اور ان کے دعوی کی تردید کر دی نیز فرمایا﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَهُمۡ﴾ "آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہیں جب تک کہ آپ کو اپنے تنازعات میں حاکم نہ مان لیں"۔ نیز ابن عباس۔ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابو بطین، سلیمان بن سحمان وغیرہم رحمہم اللہ کے طاغوت کی تعریف میں اقوال گزر چکے ہیں کہ ہر وہ حاکم طاغوت ہے جس کی طرف لوگ اپنے تنازعات کے فیصلہ جات کے لئے جاتے ہوں اور وہ کتاب و سنت کے بغیر فیصلہ کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا﴾ "اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہترین ہے اور انجام کے اعتبار سے سب سے بہتر

ہے"۔ یہاں جملہ شرطیہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کو ایک شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے اور وہ شرط اختلاف کے وقت اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹ جانا ہے چنانچہ بوقت اختلاف کتاب وسنت کے علاوہ کی طرف رجوع کرنے کا لازمی تقاضا ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کی نفی ہے کیونکہ شرط کی نفی مشروط کی نفی کو لازم کر دیتی ہے جیسا کہ شرط کا یہی مفہوم ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجاہد اور کئی سلف صالحین کا کہنا ہے: یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی طرف لوٹا دینا اور یہ اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ دین کے اصولی وفروعی کسی بھی مسئلے میں لوگوں کے اختلاف کو کتاب وسنت کی طرف لوٹانا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ(شوریٰ:10)﴾"اور تم جس چیز میں اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے"۔ چنانچہ جو فیصلہ کتاب وسنت سے صحیح ثابت ہو جائے وہ ہی حق ہے اور اس کے علاوہ سب باطل ہے کیونکہ حق کے بعد سوائے گمراہی کے کچھ نہیں رہتا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾"اگر تم واقعی اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو"۔ یہ دلیل ہے کہ جو بوقت اختلاف کتاب وسنت کی طرف رجوع نہ کرے اور ان سے فیصلہ نہ چاہے تو وہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ (تفسیر ابن کثیر: 1/531)

اس مضمون سے متعلق اور بھی بہت سی آیات ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ جو بھی دین کے اصولی اور فروعی یا چھوٹے بڑے اختلافات تنازعات میں کتاب وسنت کے سوا اور کسی بھی جانب رجوع کرے خواہ دستور یا قانون کی طرف یا پارٹی یا سردار وغیرہ کی طرف تو وہ اللہ عزوجل کے ساتھ کفر کرنے والا اور طاغوت پر ایمان لانے والا ہو گا خواہ نماز، روزے کا پابند ہو اور خود کو مسلمان سمجھتا ہو اور اس حکم میں سیاسی پارٹی بنانے کے حق کے سلسلے میں دستور سے فیصلہ چاہنا، انتخابات یا رائے دہی یا پارلیمنٹ کے ذریعے فیصلہ چاہنا (جیسا کہ کفریہ سیاسی تحریکوں میں ہوتا ہے اور یہ اس دور کے مصائب میں سے سب سے بڑی مصیبت ہے) سب سے پہلے داخل ہے۔

شیخ عبدالرحمن بن حسن فرماتے ہیں: جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرے اس طرح کہ لوگوں کے مابین اللہ کے نازل کردہ کے بغیر فیصلہ کرے یا اپنی خواہش اور ارادے کے مطابق فیصلہ دے تو اس نے اسلام کا ہار اپنے گلے سے اتار پھینکا اگرچہ خود کو مومن سمجھتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان﴿يَزْعُمُوْنَ﴾"وہ زعم رکھتے ہیں"۔ میں ایسا چاہنے والوں کی

تردید کر دی ہے اور انہیں ان کے دعویٰ ایمان میں جھوٹا قرار دیا ہے اور ان کے ایمان کی نفی کر دی ہے اور لفظ "یزعمون" انکاز عم ہے "عام طور پر ایسے شخص کے لئے کہا جاتا ہے جو اپنے دعویٰ میں اس وجہ سے جھوٹا ہو کہ اپنے اس دعوے کی خلاف ورزی اور اس کے منافی اعمال کرتا ہو۔(فتح المجید:351)

یہ سب جاننے کے بعد آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ دین اور اصل دیندار موحدین کس قدر اجنبی ہو گئے ہیں اور لوگ ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنے اختلافات اور تنازعات کے فیصلے دستور یا وضعی قوانین یا ریاستی قوانین یا انجمن اقوام متحدہ یا عالمی عدالت انصاف یا کسی پارٹی یا دساتیر کے ذریعے فیصلے کرتے ہیں ایسا کرنے والا یا ایسا چاہنے والا اللہ کے ساتھ کفر کرنے والا اور طاغوت پر ایمان لانے والا ہے اگرچہ ان کے فیصلے کو عملی طور پر نافذ نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کافر قرار دے دیا ہے جو ایسا کرنا چاہتے تھے لیکن ایسا کیا نہ تھا نہ ہی طاغوتی فیصلے کو نافذ کیا تھا۔

اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ طاغوت کی جانب تحاکم یعنی اس سے فیصلہ چاہنا / مانگنا / لینا یا اس کے فیصلے کو نافذ کرنا خواہ کسی بھی صورت میں ہو ان تمام امور کو کچھ لوگ عوام الناس کے لئے خوبصورت بنا کر پیش کرتے ہیں اور انہیں ایسا کرنے پر آمادہ کرتے ہیں یا ان کے لئے ایسا کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگوں کے حقوق کا حصول اسی طرح ہی ممکن ہے چنانچہ طاغوت سے فیصلہ چاہنا ضرورت کی بناء پر جائز ہے۔

اللہ کی پناہ ہے کہ ان کی عقلیں کیا کیا گل کھلا رہی ہیں اور وہ خود کو داعی اور مفتی سمجھ رہے ہیں حالانکہ یہ رب السمآء والارض کی توحید تک کو نہیں جانتے اللہ تعالیٰ نے تو واضح طور پر کفر کے مرتکب کو کافر قرار دیا ہے خواہ کفر کسی بھی حال میں کیا جائے صرف اس مجبور کئے جانے والے کو مستثنیٰ کیا ہے جو ایمان پر مطمئن ہو جبکہ ضرورت اور مجبوری میں زمین آسمان کا فرق ہے اور جب طاغوت سے فیصلہ چاہنا توحید رب العالمین اور دین کو ہی ڈھا دیتا ہے تو پھر کیسی ضرورت باقی رہی ہے جس کی تکمیل کی جائے جبکہ ایمان ہی سلامت نہ رہا؟

قاعدہ یہ ہے کہ ضرورت کی بناء پر نافرمانی کے کام مباح (جائز) ہو جاتے ہیں جبکہ کفر صرف ایسی مجبوری کی بناء پر ہی مباح ہوتا ہے جو مجبوری کفر پر مجبور کر دے اکراہ (مجبوری) کی تعریف میں ابن حجر عسقلانی a فرماتے ہیں: کسی کو ایسی بات کا پابند کر دیا جانا جو وہ چاہتا نہ ہو (فتح الباری: 12/311)۔ نیز فرماتے ہیں کہ: اکراہ (مجبوری) کی چار شرطیں ہیں:

① جابر یعنی مجبور کرنے والا جو دھمکی دے رہا ہو اس پر عمل بھی کر سکتا ہو اور جسے مجبور کیا جا رہا ہو وہ اس سے بچ نہ سکتا ہو نہ بھاگ سکتا ہو۔

② غالب گمان یہی ہو کہ اگر اس نے اس کی بات نہیں مانی تو وہ اپنی دھمکی پر عمل کر ڈالے گا۔

③ جس بات کی وہ دھمکی دے رہا ہو اس پر عمل بھی فوری طور پر کیا جانا ہو یہ نہیں کہ اس طرح کہے کہ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو کل میں تجھے مار دوں گا اس صورت میں وہ مجبور شمار نہ ہو گا البتہ اگر کچھ دیر کا کہا جائے یا عام طور دھمکی پر عمل کر دیا جاتا ہو تو یہ صورتیں مستثنیٰ ہیں۔

④ مجبور کئے جانے والے کی جانب سے کوئی ایسی بات ظاہر نہ ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اسے اختیار حاصل تھا۔ (فتح الباری: 12/311)

ابن حجر نے اپنے اس کلام میں اس دھمکی کی کیفیت کو بیان نہیں کیا جس کی بناء پر اسے مجبور کیا جا رہا ہو البتہ اس کے بعد اسے بیان کیا ہے چنانچہ اسے پانچویں شرط مانا جا سکتا ہے۔

⑤ ابن حجر کہتے ہیں: دھمکی کی نوعیت میں اختلاف کیا گیا ہے قتل، جسم کے کسی حصے کو تلف کر دینا، مثلاً شدید پٹائی یا طویل عرصے کے لئے قید کر دینا ان پر علماء کا اتفاق ہے (کہ یہ دھمکیاں معتبر ہیں) لیکن معمولی پٹائی یا ایک دو دن قید وغیرہ میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں: مجبور کئے جانے کی حد میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔ عبد بن حمید نے صحیح سند کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ: "آدمی کو جب قید کر دیا جائے یا باندھ دیا جائے یا اس پر تشدد کیا جائے تو وہ اپنے نفس کا ذمہ دار نہیں رہتا" نیز انہوں نے شریح کی سند سے بھی اسی طرح روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ: چار باتیں مجبوری ہیں

: قید، مار، دھمکی، بیڑی۔ نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو بھی گفتگو مجھ سے دو کوڑے ٹال دے میں وہ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤں گا۔ جمہور کا بھی یہی قول ہے۔ (فتح الباری: 12/312-314)

(واضح رہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول کا تعلق اس قسم کی مجبوری کے لئے نہیں ہے جس میں کفری قول یا فعل پر مجبور کیا جار ہا ہو کوئی بھی مستند عالم ان کے اس قول سے یہ مفہوم اخذ نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ مجبوری کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک قسم جس میں کفر اکبر کی اجازت نہیں دی جاتی اور دوسری قسم میں کفر اکبر کی اجازت دی جاتی ہے) مجبوری کی حد سے متعلق ان باتوں کو علماء احناف نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

① کامل مجبوری یا جو واقعتا مجبور کر دے یعنی قتل یا عضو کاٹنے کی دھمکی یا ایسی مار جس سے کسی عضو کٹ جانے یا مر جانے کا خدشہ ہو۔

② ناقص مجبوری جو واقعتا مجبور نہ کرے یعنی قید یا بیڑی یا ایسی مار جس سے ضائع ہو جانے کا خدشہ نہ ہو۔ (بدائع الصنائع للکاسانی: 9/1471)

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ کفر کی رخصت صرف ایسی مجبوری کی بناء پر دی جائے گی جو واقعتا مجبور کرے احناف، مالکیہ ، اور حنابلہ کا یہی قول ہے اور امام شافعی کا کہنا ہے کہ (جیل یا قید ارتداد پر مجبور کرنے والے ہیں اور احناف (بدائع الصنائع للکاسانی : 9/4493) مالکیہ (الشرح الصغیر: 2/548-549) حنابلہ (المغنی مع الشرح الکبیر: 10/107-109) شافعیہ (المجموع: 18/7-6) سب کا اتفاق ہے کہ جسے کفر پر مجبور کر دیا جائے اور وہ قتل ہو ناپسند کرے اللہ کے ہاں اس کا درجہ اس شخص سے زیادہ ہے جو رخصت پر عمل کرے یہ بات ابن حجر نے ابن بطال سے نقل کی ہے اور (فتح الباری: 12/317) میں یہی الفاظ ہیں نیز امام قرطبی نے بھی تفسیر قرطبی (10/188) میں اس بات پر اجماع نقل کیا ہے۔

کفر پر مجبور ہو جانے سے متعلق مختلف اقوال کے مابین جمہور اور حنابلہ کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے تمام نظریات پر غور کیا تو یہی محسوس کیا کہ جبر / مجبوری مجبور کئے جانے والے کی حالت کے مطابق مختلف قسم کی ہے کلمہ کفر کہنے میں جبر معتبر ہے وہ اس جبر کی طرح نہیں جو تحفہ دینے یا اس جیسے کسی اور عمل کے لئے مجبور کرنے میں معتبر ہے امام احمد

نے بہت مقامات پر صراحت کی ہے کہ صرف شدید ترین تشدد اور قید ہی کفر پر مجبور ہے وگرنہ صرف زبانی کلام (دھمکی) مجبوری نہیں ہے۔(ملاحظہ ہو محمد بن عتیق کی الدفاع عن اہل السنۃ والاتباع:ص32 نیز انہی کی مجموعۃ التوحید ص:419رسالہ نمبر12)

جمہور کے قول کی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ.......... (نحل:106)﴾ "جس نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوائے اس کے جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو..........."۔کا سبب نزول ہے یعنی عمار بن یاسر کا واقعہ کے انہوں نے کلمہ کفر اس وقت ادا کیا جب مشرکین نے (زبانی کلامی دھمکیوں سے بڑھ کر حد سے گزر کر)ان پر واقعتا تشدد کیا۔ ابن حجر فرماتے ہیں: مشہور یہی ہے کہ مذکورہ واقعہ میں یہ آیت عمار بن یاسر کے متعلق نازل ہوئی جیسا کہ ابوعبیدہ بن محمد بن عمار یاسر کی سند سے آیا ہے کہتے ہیں کہ: مشرکین نے عمار کو پکڑا پھر ان پر تشدد کیا حتیٰ کہ انہیں اپنا ارادہ پورا کرنے کے قریب (جبر کرکے) کر دیا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی تو آپ نے ان سے فرمایا(كيف تجد قلبك)"تو نے اپنے دل کو کیسا پایا؟"۔انہوں نے کہا: ایمان پر مطمئن تو آپ نے فرمایا:(فان عادو فعد)"اگر وہ دوبارہ کریں تو تو بھی دوبارہ کرلینا"۔یہ روایت مرسل ہے اس کے سارے راوی ثقہ ہیں اسے طبری نے اور ان سے بھی پہلے عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور ان سے عبد بن حمید نے روایت کیا ہے۔(فتح الباری:21/312)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عادت کے مطابق مجبوری کی اس حد کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں کفر کی رخصت ہے انہوں نے صحیح بخاری کی کتاب الاکراہ میں یہ عنوان قائم کیا(من اختار لضرب والقتل والهوان على الكفر)"جو مار، قتل اور رسوائی کو کفر پر ترجیح دے"۔اور اس ذیل میں تین احادیث نقل کی ہیں پہلی حدیث انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے (ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الايمان.... ومنها....وان يكره ان يعود فى الكفر)"تین باتیں جس میں ہوں اس نے ایمان کی چاشنی پالی........اور یہ کہ وہ کفر میں لوٹنے کو ناپسند کرتا ہو جس طرح آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہو"(حدیث نمبر 9641)۔اس میں اشارہ ہے کہ کفر میں لوٹنا آگ میں داخل ہونے کے برابر ہے یعنی ہلاکت ہے چنانچہ کفر کی رخصت اسی صورت میں دی جاسکتی ہے جب ہلاکت اور جان جانے کا ڈر ہو جیسا کہ جمہور کا قول ہے۔دوسری حدیث سعید بن زید سے مروی ہے کہتے ہیں (لقد رائتني وان عمر موثقي على الاسلام)"میں خود کو دیکھتا ہوں کہ عمر نے اسلام کی وجہ سے مجھے باندھا ہوا ہے"(حدیث نمبر6942)۔واقعہ یہ ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے سے قبل سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو باندھ دیا اور قید کر دیا تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں لیکن قید ہونا رخصت نہیں بنا اس میں شافعیہ کے قول کا ردّ ہے جو کہتے ہیں کہ جیل اور قید کفر پر مجبور کر دینے والے ہیں اس کے بعد امام بخاری نے خباب بن ارت

رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ذکر کی ہے کہ (قد کان من قبلکم یوخذ الرجل فیفجرله فی الارض فیجعل فیها فیجائ بالمنشار فلیوضع علی راسه فیجعل نصفین ویمشط بأمشاط الحدید مادون لحمه وعظمه فما یعد ذلك عن دینه)"تم سے پہلے لوگوں میں آدمی کو پکڑا جاتا اس کے لئے گڑھا کھودا جاتا اسے اس میں دبا دیا جاتا پھر آرا لایا جاتا اسے اس کے سر پر رکھا جاتا پھر اسے دولخت کر دیا جاتا پھر اس پر لوہے کی کنگھیاں پھیری جاتیں جو اس کے گوشت اور ہڈیوں کو علیحدہ کر دیتیں یہ سب اسے اس کے دین سے نہ پھیر پاتا "(حدیث نمبر 6943)۔اس میں یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی تعریف کی جنہوں نے قتل اور تشدد سہنے کو کفر پر ترجیح دی امام بخاری اس سے اشارہ کررہے ہیں کہ اجماع یعنی قتل ہو جانے کو کفر پر ترجیح دینے والے کا اجر اللہ کے نزدیک زیادہ ہے یہ حدیث اس اجماع کی تائید کرتی ہے۔(علاوہ ازیں یہ بھی ذہن نشین رہے کہ جب اس بات کا یقین ہو کہ اگر مجبور مجبوری کی بناء پر کفر کا ارتکاب کرلے تب بھی اس سے اس جبر کو ختم نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے مطالبہ کیا جائے گا کہ اب اس کفر پر باقی اور قائم رہو تو اس حال میں کفر نہ کرنا اور ان کے ارادوں کو مکمل نہ کرنا واجب ہے کیونکہ کفر پر قائم اور باقی رہنا کسی کے لئے بھی کسی حال میں جائز نہیں ہے﴾۔ مجبوری اور جبر کی مختلف اقسام کی اس تشریح کے بعد واضح ہو گیا کہ ضرورت ایسی مجبوری نہیں ہے جس کی بنیاد پر کفر ظاہر کی اجازت دے دی جائے ضرورت زیادہ سے زیادہ نافرمانی کے کاموں کو مباح کر سکتی ہے جبکہ کفر کو صرف ایسی مجبوری ہی مباح کرتی ہے جو واقعتا مجبور کر دے۔

شیخ سلیمان بن سحمان سے جب پوچھا گیا کہ اضطرار کی بناء پر طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جانا کیسا ہے تو انہوں نے جواب دیا:

دوسرا مقام: یہ کہا جائے گا کہ جب آپ جانتے ہیں کہ طاغوت کی جانب فیصلے کے لئے جانا کفر ہے تو اللہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ کفر قتل سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (بقرہ:191)﴾"اور فتنہ قتل سے بڑھ کر شدید ہے"۔ نیز فرمایا﴿وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (بقرہ:217)﴾"اور فتنہ قتل سے بڑا ہے"۔فتنے سے مراد کفر ہے اگر پورے پورے گاؤں اور شہر کو قتل کر دیا جائے حتیٰ کہ وہ ختم ہو جائیں تو یہ قابل برداشت اور اس بات کی بنسبت آسان ہے کہ وہ زمین پر ایک ایسا طاغوت مقرر کر دیں جو اس اسلامی قانون کے خلاف فیصلے کرتا ہو جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول کو مبعوث کیا۔

دوسرا مقام: ہم کہیں گے کہ جب تحاکم (یعنی طاغوت کی طرف فیصلے کے لئے جانا اس سے فیصلہ چاہنا) کفر ہے اور اختلاف دنیا کی خاطر ہو تو اس وجہ سے کفر کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ کیونکہ کوئی بھی اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نزدیک ان دو کے سوا ہر ایک سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جائیں سو اگر آپ کی ساری دنیا تباہ ہو جائے تو اس وجہ سے طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جانا ہرگز جائز نہ ہوگا اور اگر کوئی آپ کو مجبور کردے اور پھر آپ کو اختیار دے کہ یا تو طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جاؤ یا اپنی دنیا کو تباہ کردو تو آپ پر دنیا تباہ کردینا واجب ہے لیکن طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جانا آپ کے لئے جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔ (الدرر السنیۃ جزء حکم المرتد ص:275)

شیخ عبد الرحمن بن حسن اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ............﴾ "پس جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے۔"۔ اس لئے کہ طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جانا اس پر ایمان لانا ہے۔ (فتح المجید:351)

خلاصہ

① تحاکم (فیصلہ چاہنا / مانگنا) عبادت ہے جس طرح نماز، قربانی، دعا کرنا عبادت ہے اگر اسے غیر اللہ کے لئے کیا جائے تو یہ عمل ہی صریح کفر ہے اور ایسا کرنے والے کے عقیدے کو نہیں دیکھا جائے گا اور کفر میں داخل کر دینے والے گناہوں میں اعتقاد یعنی جحود (انکار کر دینا) یا استحلال (حلال سمجھنا) کی شرط غالی مرجئہ (غالی مرجئہ سے مراد جہمیہ ہوتے ہیں) کی لگائی ہوئی ہے جنہیں سلف صالحین نے کافر قرار دیا ہے۔

② جو اللہ کے قانون کے علاوہ کے پاس فیصلے کے لئے جائے یا اس سے فیصلہ چاہے اس نے طاغوت سے فیصلہ چاہا اور جس نے طاغوت سے فیصلہ چاہا گویا اس نے اس کی عبادت کی اور جس نے طاغوت کی عبادت کی اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا کیا آپ غور نہیں کرتے کہ اللہ نے طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جانے کا ارادہ کرنے والوں کے دعویٰ ایمان کو جھوٹا قرار دیا اور فرمایا ﴿يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا﴾ "ان کا زعم ہے کہ وہ ایمان دار ہیں"۔ اس کے بعد آگے جا کر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم اٹھائی اور ان کے ایمان کی نفی کر دی اور فرمایا ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ﴾ "آپ کے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتے"۔ یعنی جب تک کہ وہ طاغوت کے پاس فیصلے کے لئے جاتے رہیں گے مومن نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ اللہ وحدہ کے قانون کے مطابق اور اسی کے ذریعے فیصلے نہ چاہنے لگیں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ﴿وَيُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًا ۢ بَعِيۡدًا﴾ "اور شیطان انہیں دور کی گمراہی میں لا پھینکنا چاہتا ہے"۔ اور دور کی

گمراہی شریعت کی اصطلاح میں شرک کو کہتے ہیں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے﴿وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا(نساء:116)﴾"اور جس نے شرک کیا وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا"۔ نیز فرمایا﴿یَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّہٗ وَ مَا لَا یَنۡفَعُہٗ ذٰلِکَ ہُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِیۡدُ(حج:12)﴾"وہ اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتے ہیں جو نہ انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں یہ ہے دور کی گمراہی"۔

③ کتاب و سنت کے علاوہ کسی کی طرف بھی فیصلے کے لئے جایا جائے وہ طاغوت ہے جس کے ساتھ کفر کرنا واجب ہے۔

④ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں طاغوت حکم کو صریح طور پر بیان کیا ہے کیونکہ یہ ایسا طاغوت ہے جس کے فتنے میں اکثر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں جیسا کے دور حاضر میں بھی اس طرح کے طواغیت "مختلف ریاستوں کے حکام، وزراء، اراکین پارلیمنٹ، انتخابات اور مختلف پارٹیاں اور ان کے اراکین، ریاستی قانون، اقوام متحدہ کے قوانین، عالمی قوانین، عالمی عدالت انصاف، مختلف دستور، عدالتوں اور ججز وغیرہ"۔ مختلف صورتوں میں موجود ہیں چنانچہ کسی بھی بندے کا ایمان صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ علیحدہ علیحدہ کفر نہ کرلے خاص طور پر اس طاغوت کے ساتھ جس کے فتنے میں وہ خود مبتلا ہو مثلاً اس کے دور کا طاغوت یا اس کی قوم کا طاغوت اس مسئلے کی نزاکت اور نوعیت اور اہمیت کے پیش نظر طاغوت حکم کے متعلق تفصیلی گفتگو کرنا ضروری تھا۔

③ **شرک ولایت:** یعنی طاغوت سے یا طاغوت کی خاطر تعلقات قائم کرنا یا منقطع کرنا نیز طاغوت کی مدد کرنا اگرچہ اس کی عبادت کو باطل اور حرام سمجھتا ہو اس عمل کو شرک ولایت کہتے ہیں اور جس غیر کی خاطر یہ تعلق قائم یا منقطع کیا جائے اسے طاغوت ولایت کہتے ہیں۔ تعلقات یا قطع تعلقات کی وہ صورتیں جو شرعی اعتبار سے مکمل طور پر شرک ولایت ہیں اور جن کی بنیاد طاغوت ولایت ہوتا ہے درج ذیل ہیں:

❁ **مدد کرنا:** خواہ زبان کے ذریعے ہو یا ہاتھ یا مال کے ذریعے یہ تعلق کی سب سے واضح صورت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَ مَا کَانَ لَہُمۡ مِّنۡ اَوۡلِیَآءَ یَنۡصُرُوۡنَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ سَبِیۡلٍ(شوریٰ:46)﴾"اور ان کے ایسے دوست نہ ہوں گے جو اللہ کے سوا ان کی مدد کر سکیں اور جسے اللہ بھٹکا دے اس کے لئے کوئی راستہ نہیں رہتا"۔

اطاعت کرنا: (ماننا) اور اتباع کرنا (چلنا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ، كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ (حج:4-3)﴾ ”لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے متعلق بلا علم جھگڑتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی اتباع کرتے ہیں اس پر لکھ دیا گیا ہے کہ جس نے بھی اسے دوست بنایا تو وہ اسے یقیناً گمراہ کردے گا اور اسے بھڑکتی آگ کی طرف راہ دکھائے گا“۔

چاہت و محبت و پسند کرنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ (ممتحنۃ:1)﴾ ”اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو........“۔

کوئی بھی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان تمام امور کو صرف اللہ کے لئے اور اللہ ہی کی خاطر اختیار نہ کرلے۔ جب بندہ ان میں سے کوئی ایک یا زیادہ غیر اللہ کے لئے یا اس کی خاطر اختیار کرلے تو وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا ہو گا جس طرح نسک (عبادتی طور طریقوں) کو غیر اللہ کے لئے اختیار کرنے والا مشرک ہوتا ہے کیونکہ ان تمام خصلتوں میں سے ہر ایک خصلت عبادت ہے اور عبادت صرف اور صرف اللہ ہی کی ہوتی ہے چنانچہ جو ان میں سے کسی بھی خصلت کو مذکورہ طاغوتوں میں سے کسی بھی طاغوت کے لئے اختیار کرلے تو وہ طاغوت پر ایمان لانے والا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے والا ہو گا اور اس کا یہ فعل شرک ولایت کہلائے گا اور طاغوت ولایت و متابعت۔

جو توحید کی مدد کرے اس کے مطابق عمل کرے اس سے محبت کرے اور توحید کی راہ میں لڑے وہ موحد ہے اور جو طاغوت کی مدد کرے اس کا دفاع کرے اور لوگوں کے سامنے اسے اور اس کے دین و قانون کو اچھا کرکے پیش کرے اور موحدین کو اسے کافر قرار دینے اور اس سے براءت کا اظہار کرنے اور اس سے اور اس کے مددگاروں اور دوستوں سے لڑنے اور اس کے خلاف بغاوت کرنے میں غلط اور خارجی، تکفیری، طاغوت وغیرہ قرار دے تو وہ طاغوت پر ایمان لانے والا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہو گا اگرچہ یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ طاغوت کی عبادت کفر ہے اور باطل ہے ایسے ہی جو طاغوت کے کفریہ نظام کے دفاع کے لئے طاغوت کی راہ میں یا کسی کافر حاکم کے دفاع میں یا اس کی راہ میں لڑے یا دستور یا قانون کے دفاع یا حمایت میں لڑے یا جمہوری نظام (عوامیت) یا جمہوری نظام میں شرکت کے لئے لڑے یا جدوجہد کرے یا قومیت یا حزبیت (پارٹی بازی) یا عصبیت کی خاطر یا اس کی راہ میں لڑے.... تو وہ طاغوت پر ایمان لانے والا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہو گا اگرچہ یہ عقیدہ رکھتا ہو کے طاغوت کی

عبادت باطل ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ﴿وَ مَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ(مائدۃ:51)﴾ "اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا وہ یقیناً انہی میں سے ہو گا"۔ معلوم ہوا: جو طاغوت کی مدد کرے، اس کا دفاع کرے اور لوگوں کے سامنے اس کا نظام اچھا کر کے پیش کرے اور موحدین کو گمراہ قرار دے تو وہ طاغوت پر ایمان لانے والا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے اگرچہ طاغوت کی عبادت کو جائز نہ سمجھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ وَ یَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا هٰۤؤُلَآءِ اَهۡدٰی مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِیۡلًا(نساء:51)﴾ "کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا وہ جبت (جادو) اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ایمان داروں سے زیادہ راہ یافتہ ہیں"۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حی بن اخطب اور کعب بن اشرف اہل مکہ کے پاس گئے تو وہ ان سے کہنے لگے تم اہل کتاب اور اہل علم ہو ہمیں ہمارے بارے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ بتاؤ تو وہ کہنے لگے تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا واسطہ؟ انہوں نے جواب دیا: ہم صلہ رحمی کرتے ہیں اور بڑے کوہان والی اونٹنی نحر کرتے ہیں اور دودھ کے بعد پانی پلاتے ہیں اور مصیبت زدہ کو چھڑاتے ہیں اور حاجیوں کو پلاتے ہیں جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صنبور (یعنی جس کی نسل نہ رہے) ہیں انہوں نے ہماری رشتہ داریاں کاٹ ڈالی ہیں اور بنو غفار کے چور جو حاجیوں کی چوری کرتے ہیں کہ پیچھے چلنے لگے ہیں تو کیا ہم بہتر ہیں یا وہ؟ انہوں نے کہا: تم ہی بہتر ہو اور زیادہ راہ یافتہ ہو تو اللہ نے یہ آیت نازل کر دی ﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ﴾ "کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا."۔ یہ روایت اس سند کے علاوہ سندوں سے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سلف کی ایک جماعت سے مروی ہے"۔ (تفسیر ابن کثیر: 1/513)

اب ہم اپنے دور کے جہمیہ یعنی طاغوتی مشائخ (پیروں، بزرگوں،، علماء) اور ان کے چیلوں سے پوچھتے ہیں: اس آیت میں بیان کردہ جبت (جادو) اور طاغوت پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ کیا اس سے وہی اعتقاد مراد ہے یا باطل العقیدہ افراد سے بغض و عناد رکھنے کے باوجود ان کی موافقت کرنا؟ یہ یہودی علماء جانتے تھے کہ مشرکین مکہ بت پرست اور باطل پرست ہیں بلکہ وہ اللہ سے دعائیں کر کے ان کے خلاف فتح و نصرت مانگا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 89 میں فرمایا ہے لیکن صرف ان کی ظاہری حمایت و موافقت اور ان کے باطل خیالات کو اچھا قرار دینے اور اہل حق کو گمراہ قرار دینے کو ہی اللہ تعالیٰ نے جبت (جادو) اور طاغوت پر ان کا ایمان لانا قرار دے دیا معلوم ہوا کہ اس آیت میں بیان کردہ طاغوت میں ایمان لانے سے مراد کفار کی ظاہری حمایت و موافقت کرنا اور ان کے خیالات و نظریات کو اچھا قرار دینا اور اہل حق کو جانتے بوجھتے گمراہ یا غلط قرار دینا ہے

یہود نے یہی کچھ صرف اور صرف جلد یا بدیر ملنے والے مفادات کی خاطر کیا حالانکہ مشرکین مکہ ان کے نزدیک بھی کافر تھے اور وہ انہیں اپنے عقیدے کے مطابق کافر ہی سمجھ رہے تھے لیکن ظاہر کچھ اور کیا تو اے امت محمد ﷺ کے عالموں اور فقیہوں اور عابدوں وزاہدوں اور سیاستدانوں تم کہاں سوئے ہوئے ہو؟ جبکہ اللہ جبار وقہار کفار کی محض ظاہری اور رسمی موافقت وحمایت کو طاغوت پر ایمان لانا قرار دے رہا ہے اور تم ہو کہ اسے ٹیکنیک، جنگ، دھوکہ، دعوتی مصلحت، پیش قدمی، تحریکی پالیسی وغیرہ قرار دے رہے ہو۔ کیا یہ جہنم کے راستوں پر چلنے کی دعوت دینا نہیں؟

شیخ سلیمان بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جان لیجئے اللہ آپ پر رحم کرے کہ جب انسان مشرکین سے ڈر کر یا ان کی طرف مائل ہو کر یا ان کے شر کو دور کرنے کے لئے ان کی چاپلوسی کر کے ان کے دین سے موافقت کا اظہار کرے تو وہ انہی کی طرح کافر ہے اگرچہ ان کے دین کو ناپسند کرتا ہو اور ان سے نفرت کرتا ہو اور اسلام اور مسلمانوں سے محبت کرتا ہو یہ اس صورت میں ہے جب اس سے صرف اسی قدر صادر ہو. تو جو دار منعۃ (یعنی محفوظ اور قوی ہو مولف نے اس سے پہلے ایک شخص کی حالت بیان کی ہے جو دارالاستضعاف یعنی کمزور اور غیر محفوظ ہو یہ دوسری حالت اس پہلی حالت کے مقابلے میں ہے) اور ان کا طالب بن جائے اور ان کی اطاعت کرنے لگے اور ان کے باطل دین کی موافقت کرنے لگے اور ان کی مدد کرے اور ان سے دوستی لگائے اور مسلمانوں سے اپنے تعلقات توڑ ڈالے اور اخلاص وتوحید اور موحدین کا مددگار رہنے کے بعد مزارات شرک ومشرکین کا محافظ بن جائے تو کوئی بھی مسلمان اس کے کافر ہونے میں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بدترین دشمن ہونے میں شک نہیں کر سکتا اور اس سے صرف اس مجبور کو ہی مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے جس پر مشرکین غالب آجائیں اور اس سے کہیں کہ کفر یا فلاں کام کرو ورنہ ہم اس طرح کر دیں گے اور قتل کر دیں گے یا پھر اسے پکڑ کر اس پر تشدد کرتے رہیں حتیٰ کہ وہ ان سے موافقت کر لے تو اس شخص کے لئے ان سے زبانی اظہار موافقت کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔ اور علماء نے اتفاق کیا ہے کہ جو مذاق میں کلمہ کفر کہہ دے تو وہ کافر ہے تو جو ڈر یا دنیا کے لالچ میں کفر کا اظہار کر دے اس کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے اللہ کی مدد اور تائید سے میں اس کے دلائل ذکر کر رہا ہوں۔ (رسالۃ حکم موالاۃ اھل الاشراک: مجموعۃ التوحید ص 354-331)

الحمد للہ یہ رسالہ ترجمہ ہو چکا ہے اور اسی ویب سائٹ پر ("مشرکین سے دوستی کا شرعی حکم" کے نام سے موجود ہے) اس کے بعد انہوں نے کتاب وسنت سے 21 دلائل ذکر کئے ہیں جنہیں تفصیلی طور پر آپ اس رسالے میں ملاحظہ کر سکتے ہیں)

میں کہتا ہوں: جو ان کی اطاعت میں داخل ہو جائے اوران کے کفر وباطل کے باوجود ان کی مدد کرے اور ان کی اسمبلیوں اورانتخابات اور سیاست میں حصہ لے اور موحدین سے بیزار ہو جائے اور لوگوں کو ان سے روکے اور موحدین کو تکفیری، طاغوتی خارجی اور باغی وغیرہ قرار دے اور یہ سب صرف طاغوتی عہدوں اور کرسیوں کے لئے کرے جیسا کہ ہمارے اس دور میں ہوتا ہے تو اس کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے. ؟ان کے لئے اور ان کے دوستوں کے لئے ہلاکت ہو۔

یہ بھی جان لیں کہ جو طاغوت کی راہ میں لڑے یا اس کی مدد کرے یا مال وزر اور ہتھیاروں کے ذریعے اسے غالب کرنے یا اس کے دفاع یا اس کی حمایت میں اس کے ساتھ تعاون کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا(نساء:76)﴾ ''جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں تم شیطان کے دوستوں (مددگاروں) سے لڑو شیطان کی چال یقیناً ضعیف ہے''۔اور جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ طاغوت کہتے ہیں جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے اور جس کی طرف اللہ کے سوا فیصلے کے لئے جایا جائے خواہ وہ اللہ کے نازل کردہ کے بغیر فیصلے کرنے والا حاکم ہو یا کوئی اور کفریہ دستور و قانون یا جاہلی نظام یا کفریہ نظریات مثلاً سیکولر ازم یا قومیت یا پارٹی بازی یا کفریہ نظام مثلاً جمہوریت (عوامیت یعنی جمہوری ریاست کے اقسام یا جمہوری ریاست کی حکومت وپارلیمنٹ میں شرکت کے لئے) دفاع یا حمایت یا انہیں غالب کرنے کے لڑے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہو گا جیسا کہ مذکورہ آیات سے مکمل وضاحت اور قطعیت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے یعنی ﴿وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں ''پھر اللہ تعالیٰ نے صرف اس پر اکتفاء نہیں کیا کہ انہیں کافر قرار دے دیا بلکہ اس پر مزید اضافہ کیا تاکہ اس حکم کی بھی مزید تاکید ہو جائے اور کوئی ابہام (پوشیدگی) باقی نہ رہے چنانچہ فرمایا﴿فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ﴾ ''پس تم شیطان کے دوستوں (مددگاروں سے لڑو)''۔اور جو بھی طاغوت کی راہ میں لڑتا ہے وہ شیطان کا دوست ومددگار ہوتا ہے اور شیطان کا دوست ومددگار کافر ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓـؤُھُمُ الطَّاغُوْتُ(بقرہ:257)﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا طاغوت ان کے دوست (مددگار) ہیں''۔یہ طاغوت ولایت ہے ۔نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ(اعراف:27)﴾ ''ہم نے شیاطین کو ان لوگوں کا دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے''۔اس آیت میں ہمارے اس موقف کی تائید موجود ہے کہ طاغوت کی ظاہری صورت کچھ بھی ہو حقیقت میں وہ شیطان ہی ہوتا ہے جو ہر طرح کے کفر پر آمادہ کرتا ہے اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طاغوت کی راہ میں اور اس کی خاطر لڑنے والا ہر ہر شخص در حقیقت شیطان کی راہ میں

اور اس کی خاطر لڑنے والا ہوتا ہے، خواہ اسکے دفاع میں لڑ رہا ہو یا اس کی حمایت میں یا اسے غالب کرنے کے لئے ایسے ہی یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ لڑنا ولایت (تعلق، دوستی، مدد) ہے اور ولایت عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ ہی کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ(انعام:14)﴾ ”اے نبی کہہ دیجئے کیا میں اللہ جو کہ آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اس کے غیر کو ولی (دوست ،مددگار) بنالوں“۔اور جو بھی ولایت کی صورتوں اور خصلتوں (مدد، اطاعت، متابعت، محبت وپسندیدگی ....) میں سے کسی بھی ایک صورت یا خصلت کو غیر اللہ کے لئے اختیار کرلے تو وہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا ہو گا اور اس شرک کو شرک ولایت کہیں گے جو کہ توحید ولایت کے مقابلے میں ہے جبکہ توحید ولایت اصطلاحی اور شرعی عبادت کے ارکان میں سے ایک مستقل رکن ہے اور جس غیر اللہ کے لئے اس خصلت یا صورت کو اختیار کیا جائے اسے طاغوت ولایت کہا جائے گا۔

چنانچہ جو اللہ کی راہ میں اور اللہ کی خاطر لڑے وہ اللہ پر ایمان لانے والا اور طاغوت کے ساتھ کفر کرنے والا ہو گا۔اور جو طاغوت کی راہ میں اس کی خاطر لڑے وہ طاغوت پر ایمان لانے والا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہو گا اگرچہ بظاہر اس کا عقیدہ سلامت ہو۔

اب صرف دو مسئلے باقی رہ گئے:

① طاغوت کی راہ میں لڑائی جس طرح بالفعل ہوتی ہے اسی طرح بالقول بھی ہوتی ہے: ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اصلی کفار سے لڑائی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: البتہ جو دفاع کرنے یا لڑنے والوں میں سے نہ ہو، مثلاً بچے، راہب، بوڑھا، نابینا، اپاہج یا ان جیسے دیگر توجمہور علماء کے نزدیک انہیں قتل نہیں کیا جائے گا اِلَّا یہ کہ وہ اپنے قول وفعل کے ذریعے لڑا ہو۔(مجموع الفتاویٰ:28/354)

نیز فرماتے ہیں: جنگ کی دوقسمیں ہیں ہاتھ سے لڑنا اور زبان سے لڑنا. ایسے ہی فساد کرنا (بگاڑنا) ہاتھ کے ذریعے بھی ہوتا ہے اور زبان کے ذریعے بھی اور دین میں جس قدر بگاڑ زبان پیدا کرتی ہے اس قدر بگاڑ ہاتھ پیدا نہیں کرتا۔(الصارم المسلول:ص354)

نیز اللہ تعالیٰ قرآن کے متعلق فرماتا ہے: ﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (فرقان:52)﴾ ”اور آپ ان کے خلاف اس (قرآن) کے ذریعے بڑا جہاد کریں“۔ یہ زبانی جہاد ہے۔

② طاغوت کی راہ میں عملی لڑائی مال اور اسلحہ کے ذریعے بھی ہوتی ہے جس طرح ہاتھ اور جان کے ذریعے ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جہاد اور قتال (لڑائی) کی آیات میں مال اور جان دونوں کو ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے اور ان میں کوئی فرق نہیں کیا بلکہ ایک مقام کے سوا تمام مقامات پر مال کے ذریعے جہاد کو جان کے ذریعے جہاد سے پہلے ذکر کیا اور اس کی بڑی حکمت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ (صف:11)﴾ ”اور تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ذریعے جہاد کرتے رہو“۔ ایسے ہی فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللهِ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ﴾ ”جن لوگوں نے کفر کیا وہ بے شک اپنے اموال خرچ کرتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے روک دیں تو وہ عنقریب انہیں خرچ کریں گے پھر وہ ان پر پچھتاوا بن جائیں گے پھر انہیں مغلوب کر دیا جائے گا اور جن لوگوں نے کفر کیا انہیں جہنم کی جانب اکھٹا کیا جائے گا“۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ طاغوت کی راہ میں لڑنے والے مختلف طرح کے ہوتے ہیں: ① زبان کے ذریعے لڑنے والے یہ ان میں سر فہرست وہ تمام نام نہاد علماء، درباری ملا، رائٹرز (مصنفین۔ مضمون نگار) صحافی اور انفارمرز ہیں جنہیں قانونی کوئی عہدہ یا منصب عطاء کرتا ہو۔ ② جان کے ذریعے لڑنے والے: آرمی، ملیشیاء، سپاہی، پولیس اور مختلف ٹولے جو طاغوت کے جھنڈے تلے لڑ رہے ہوں۔

③ **مال کے ذریعے لڑنے والے: سرمایہ کار، مالی معاونین، سامانی (سامان) معاونین۔**

ان تمام کو کافر قرار دینے کے لئے یہ شرط نہیں لگائی جائے گی کہ وہ براہ راست اور عملی طور پر لڑ رہے ہوں اور جنگ کی صورتحال ہو بلکہ ریاستی دستور و قوانین یا لڑنے والے گروپس سسٹم یا ایجنڈے کے تحت جو بھی طاغوت کے دفاع یا حمایت یا اس کے غلبے کے لئے لڑنے کو تیار ہو تاکہ ان کفریہ نظاموں اور نظریات اور ایجنڈوں کو فروغ دیا جاسکے تو وہ کافر ہے اس کا بھی وہی حکم ہے جو مذکورہ افعال براہ راست سر انجام دیتے ہوں ان میں اور ان میں کچھ فرق نہیں ہے (زبان، جان اور مال کے ذریعے) لڑنے والوں کے کفر میں صرف وہی شک کر سکتا ہے جو بصیرت سے اندھا اور نور وحی سے کورا ہو۔

طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کی کیفیت: یہ آپ پہچان چکے ہیں کہ طاغوت کے ساتھ کفر کرنا آپ پر فرض ہے اور کسی بھی شخص کا ایمان اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اس کے ساتھ کفر نہ کر لے نیز مختلف طاغوتوں کو بھی آپ جان چکے یہ سب جاننے کے بعد آپ کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ طاغوت کے ساتھ کفر کی کیفیت وصفت اور طریقہ کیا ہونا چاہئیے تاکہ آپ عملی طور پر اسے اپنی زندگی میں اختیار کر سکیں اور طاغوت کے ساتھ آپ کا کفر محض کھوکھلہ یا زبانی دعویٰ نہ ہو بلکہ آپ عملی طور پر طاغوت کے ساتھ کفر کرنے والے بن جائیں اور اس کی علامات بھی آپ کے اعضاء اور آپ کی واقعی زندگی میں رونما ہوں اور آپ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مصداق نہ بنیں ﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ(صف:3)﴾ "اللہ کے نزدیک بڑی ناراضگی ہے کہ جو تم کہتے ہو وہ کرو نہیں"۔

جب طاغوت کے ساتھ کفر کا تذکرہ کیا جائے تو بعض لوگوں کے ذہن میں طاغوت کی ایک تصوراتی شکل نمودار ہوتی ہے جس کا عالم حقیقی میں کوئی وجود نہیں ہوتا بلکہ وہ محض تصورات اور خیالات کی دنیا میں ہی ہوتی ہے لہٰذا مناسب ہے کہ طاغوت کو ایک ایسی شئے کے طور پر مان لیا جائے جس کا تصور صرف ذہن تک محدود نہ ہو بلکہ عالم وجود میں بھی وہ ایسے زندہ وجود کی صورت میں بھی موجود ہو جس کے خدوخال اور آثار نمایاں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کی کیفیت، طریقہ، صفت ہمیں اپنی کتاب میں امام الموحدین ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانی پوری وضاحت سے بتایا ہے چنانچہ فرمایا﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرَاهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللهِ وَحْدَهٗٓ(ممتحنۃ:4)﴾ "تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان سے بری ہیں ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی اور نفرت ظاہر ہے حتیٰ کہ تم اکیلے اللہ پر ایمان لے آؤ...."۔

طاغوت کے ساتھ کفر کرنا مندرجہ ذیل صورتوں میں ممکن ہے

① **طاغوتوں اور طاغوتوں کے پجاریوں اور ان کے دین کو ماننے والوں کو کافر قرار دے کر:** یعنی ہر طاغوت اور طاغوت کے ہر ہر عبادت گزار (خواہ یہ عبادت کسی بھی پہلو سے ہو عبادتی طور طریقے سے یا حکم سے یا ولایت سے) کو کافر مانا جائے اور ان کے ساتھ کفار والا معاملہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ابتدائے اسلام میں جب کہ اسلام اور مسلمان کمزور تھے یہ حکم دیا کہ وہ اپنی مشرک قوم کے سامنے حق کا پرچار کریں اور اس سلسلے میں کسی قسم کی رعایت نہ برتیں نہ ہی ابہام اور جھول سے کام لیں بلکہ واضح، صریح اور دونوں انداز میں حق کو بیان کریں اور مشرکین کے ساتھ معاملات میں رب العالمین کے منہج (احکامات) کو مقدم رکھیں یہ اس وقت کی بات ہے جب نہ قتال فرض ہوا تھا نہ ہی ہجرت فرض ہوئی تھی شروع اسلام اور شروع دعوت کے ایام میں اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے سامنے ان کے متعلق اللہ کے حکم کو بلاخوف وخطر اور برملا پیش کردیں۔ چنانچہ فرمایا﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْن، لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْن، وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ...(الکافرون)﴾ "اے نبی کہہ دیجئے اے کافرو جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کروں گا اور نہ ہی تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کررہا ہوں...الخ"۔ اور اگر ذرا بھی گنجائش ممکن ہوتی تو اللہ کے رسول ﷺ اپنی قوم میں الفت اور انسیت پیدا کرنے کے لئے اس سورت میں اس حق کو مؤخر کردیتے یا اگر اس معاملے میں ذرا بھی گنجائش ہوتی اللہ کے رسول ﷺ اپنی قوم کی ناراضگی، ان کے انتقام اور اپنی کمزوری کی رعایت کرتے ہوئے اس سورت اور اس حق کو چھپالیتے لیکن یہ دین کا سب سے اہم معاملہ تھا عقیدہ ربانیہ کا معاملہ تھا تو جو لوگ زمینی حقائق یا دعوتی مصلحتوں کی بنیاد پر اس اعلان حق اور انہیں کافر قرار دینے اور ان سے نفرت کا اظہار کرنے میں تأمل کرتے رہتے ہیں یا پس وپیش سے کام لیتے ہیں وہ اس مقام کا کیا کریں گے۔

شیخ عبد الرحمن بن حسن رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک گمراہ مخالف کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہر کوئی اپنے مسلمان ہونے کا دعویدار ہے اور ہر دعوے کی کوئی نہ کوئی حقیقت ضرور ہوتی ہے اور ہمارے شیخ (محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ) نے اصل اسلام کی جامع تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے: دین اسلام کی اصل اور اس کا بنیادی قاعدہ دو باتیں ہیں: ا۔ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کا حکم دینا، ترغیب دینا، اللہ کی خاطر تعلقات قائم کرنا یا توڑنا اور اس کے تارک کا کافر قرار دینا۔ ۲۔ اللہ کی عبادت میں شرک سے ڈرانا اور اس سلسلے میں سختی رکھنا اور اس کی خاطر تعلقات قائم کرنا یا توڑنا اور شرک کرنے والے کو کافر قرار دینا۔

اور ان قاعدوں کی مخالفت کرنے والے مختلف طرح کے ہوتے ہیں: ان میں بدترین مخالف وہ ہے جو مذکورہ تمام امور میں مخالفت کرے مثلاً جو اللہ کی عبادت کرے لیکن شرک کا انکار نہ کرے، شرک کا انکار کرے لیکن شرک سے عداوت نہ رکھے ، مشرکین سے دشمنی رکھے لیکن انہیں کافر قرار نہ دے۔ نہ توحید سے محبت کرے نہ ہی اس سے نفرت کرے، توحید سے انکار کرے لیکن موحدین سے دشمنی نہ کرے، جو ان مذکورہ افراد کو کافر قرار نہ دے اور سمجھے کہ ایسا کرنا نیک لوگوں کو برا کہنا ہے جو شرک سے نہ تو بغض رکھے نہ ہی اس سے محبت کرے، جو شرک کو پہچانتا نہ ہو نہ ہی اس کا انکار کرے، ان میں سے بدترین وہ شخص ہے جو توحید پر عمل کرے لیکن اس کی قدر نہ کرے کہ مشرک سے نہ دشمنی کرے نہ ہی انہیں کافر قرار دے۔ یہ سب وہ لوگ ہیں جو انبیاء کے لائے ہوئے دین اللہ کے مخالف ہیں... (الدرر السنیۃ:78)

یہ حال جس کا بھی ہو وہ نہ مسلمان ہے نہ ہی مومن چہ جائیکہ وہ اصل دین پر عامل ہو اور دین طاغوت کو ماننے اور طاغوت کی عبادت کرنے والے کو کافر قرار دیدے۔

شیخ محمد کے بیٹے حسین، شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہم سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو دین اسلام میں داخل ہونے اور مسلمانوں سے محبت بھی کرتا ہے لیکن مشرکین سے دشمنی نہ کرے یا دشمنی اور نفرت تو کرے لیکن انہیں کافر قرار نہ دے تو انہوں نے جواب دیا: یہ شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ توحید کو اچھی طرح جان کر اسے اختیار کر کے اس کے تقاضوں کو پورا نہ کرے اور جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تمام باتوں کی تصدیق نہ کرے اور آپ کے تمام احکامات ونواہی کی فرمانبرداری نہ کرلے۔ چنانچہ جو کہے کہ میں مشرکین سے دشمنی نہیں رکھتا یا ان سے دشمنی رکھتا ہوں لیکن انہیں کافر قرار نہ دیتا ہو یا اس طرح کہے کہ جو بھی لا الہ الا اللہ کہہ دے میں اس سے تعرض نہیں کرتا اگرچہ وہ شرک وکفر کا ارتکاب کرنے والا اور اللہ کے دین سے دشمنی کرنے والا ہو، یا اس طرح کہے کہ میں قبر پرستوں سے تعرض نہیں کرتا تو ایسا شخص مسلمان نہیں بلکہ ان لوگوں میں سے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا (نساء:150)﴾ ”اور وہ کہتے ہیں: ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کے ساتھ ہم کفر کرتے ہیں اور وہ اس کے درمیان راستہ تلاش کرنا چاہتے ہیں“۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا(اقرأ قل یا ایہاالکافرون ثم نم علیٰ خاتمتھا فانھا برأۃ من الشرك) ”پڑھ اے کافرو! پھر اسے مکمل کر کے سو جا یہ شرک سے براءت ہے“ (ابوداؤد بسند صحیح)۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ قَدْ

كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ...... كَفَرْنَا بِكُمْ (ممتحنۃ:4)﴾ ''تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے۔ ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں''۔

② **طاغوت کی عبادت کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھ کر:** اس طرح کہ بندہ یقین کرلے اور عقیدہ بنالے کہ عبادت کرنے والے بیان کردہ طاغوتوں میں سے جس کی بھی عبادت کرتے ہیں خواہ عبادت کی کوئی سی بھی صورت ہو یا نوعیت ہو اور خواہ یہ طاغوت کوئی پتھر ہو یا درخت یا جادوگر یا علم غیب کا دعویدار یا عالم یا درویش یا پیر یا داعی یا حاکم یا اقوام متحدہ یا پارٹی یا نظریہ جسے قومیت یا کچھ بھی ہو کوئی بھی ہو کہ اس کی عبادت باطل ہے اور اسے اللہ کے سوا معبود بنانا شرک و کفر اور گمراہی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (لقمان:30)﴾ ''یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا وہ جنہیں پکارتے ہیں باطل ہیں اور یہ اللہ ہی بلند بڑا ہے''۔

علامہ وزیر ابو مظفر بن ہبیرہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ ''الافصاح عن معنی الصحاح'' میں فرماتے ہیں: آپ کے فرمان شھادۃ لا الٰہ الا اللہ کا تقاضا ہے کہ گواہی / شہادت دینے والا لا الٰہ الا اللہ کا علم (یقین) رکھتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (محمد:19)﴾ ''پس جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں''۔ فرماتے ہیں: اور لفظ اللہ جو کہ الَّا کے بعد مرفوع (جس کے اوپر پیش ہو) آیا ہے کیونکہ الوہیت صرف اسی کے لئے واجب ہے اس کے سوا کوئی بھی الوہیت کا مستحق نہیں ہے.... فرماتے ہیں؛ اس نکتے کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بات کا علم حاصل کر کہ یہ کلمہ طاغوت کے ساتھ کفر اور اللہ پر ایمان کو شامل ہے کیونکہ جب تو نے الوہیت کی نفی کردی اور اللہ ہی کے لئے الوہیت کے وجوب کو ثابت کردیا تو تو ان لوگوں میں سے ہو گیا جو طاغوت کے ساتھ کفر اور اللہ پر ایمان لاتے ہیں (الافصاح عن معنی الصحاح)۔ جو بھی یہ عقیدہ رکھے کہ کسی طاغوت کے لئے کسی بھی قسم یا نوعیت کی عبادت اختیار کی جاسکتی ہے یا اس سلسلے میں محض شکوک کا شکار ہو اگرچہ شکوک پر عمل پیرا نہ ہو تو گویا اس نے اس طاغوت کے ساتھ کفر نہیں کیا جو کہ اس پر اللہ نے واجب کیا ہے اور جس کے بغیر وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

③ **طاغوت کی عبادت کو چھوڑ کر اور اس سے نفرت کرکے:** اس طرح کہ بندہ کسی بھی نوع اور کسی بھی قسم کو غیر اللہ کے لئے یعنی کسی بھی طاغوت کے لئے اختیار نہ کرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ

(نحل:36)﴾"اور ہم نے ہر امت میں یقیناً رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو پھر ان میں سے کچھ کو اللہ نے ہدایت دی اور کچھ پر گمراہی صادق آگئی پس تم زمین کی سیر کر کے دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا تھا"۔

شیخ عبد الرحمن بن حسن فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بتارہا ہے کہ اس نے انسانوں کے تمام طبقات میں اس دعوت کے ساتھ رسول بھیجے کہ ﴿اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ﴾ "کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو"۔ یعنی اللہ وحدہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا کی عبادت چھوڑ دو جیسا کہ فرمایا ﴿فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی لَا انۡفِصَامَ لَہَا(بقرہ:256)﴾ "پس جس نے طاغوت کے ساتھ کفر کیا اور اللہ پر ایمان رکھا وہی ہے جس نے مضبوط کڑا پکڑ لیا جو ٹوٹ نہیں سکتا"۔ لا الٰہ الا اللہ جو کہ مضبوط کڑا ہے کا بس یہی معنی ہے۔ (فتح المجید ص:19)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاہُمۡ ہُوۡدًا ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمۡ مِّنۡ اِلٰہٍ غَیۡرُہٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ(اعراف:65)﴾ "اور عاد کی جانب ان کے بھائی ھود کو جنہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا پس تم ڈرتے نہیں ہو"۔ پھر ان کی قوم نے جواب میں کہا ﴿قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا لِنَعۡبُدَ اللّٰہَ وَحۡدَہٗ وَ نَذَرَ مَا کَانَ یَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ(اعراف:70)﴾ "انہوں نے کہا کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کرنے لگیں اور جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں ہم انہیں چھوڑ دیں اچھا تو جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے وہ لے آ اگر تو سچا ہے"۔ یہ آیات وضاحت کرتی ہیں کہ جب ھود علیہ السلام نے اپنی قوم عاد کو اللہ عز و جل کی وحدانیت کی دعوت دی تو انہوں نے جان لیا کہ اس طرح تو انہیں اپنے باپ دادا کے شرکاء معبودوں کو چھوڑنا پڑے گا اسی لئے انہوں نے کہا "کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کرنے لگیں اور جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہم انہیں چھوڑ دیں"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اِنَّہُمۡ کَانُوۡۤا اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۙ یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ، وَ یَقُوۡلُوۡنَ اَئِنَّا لَتَارِکُوۡۤا اٰلِہَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجۡنُوۡنٍ(صافات:36-35)﴾ "ان سے جب لا الٰہ الا اللہ کہا جاتا ہے تو وہ تکبر کرنے لگتے اور کہتے کہ کیا ہم ایک شاعر دیوانے کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں"۔ گویا کفار سمجھتے تھے کہ لا الٰہ الا اللہ کا معنی ہے اللہ کے سوا تمام معبودوں کو چھوڑ دینا ان سے نفرت کرنا لیکن ان کے بعد آنے والوں پر تعجب ہے جو اس دین کے نام لیوا ہیں اور خود کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ نہیں سمجھ سکے کہ اللہ عز و جل کو یکتا و تنہا ماننے کا مطلب ہے اس کے سوا ہر معبود کو ترک کر دینا چنانچہ اس ناسمجھی کی بناء پر وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور

اس کے ساتھ غیر کو بھی شریک کر لیتے ہیں۔ سو ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے باوجود اس کا اس قدر معنی بھی نہیں سمجھتے جس قدر کفار سمجھ لیا کرتے تھے۔

ابو سفیان اور ہرقل کی ملاقات اور گفتگو سے متعلق صحیح بخاری کی طویل حدیث میں ہے کہ جب ہرقل نے ابو سفیان سے نبی ﷺ کے متعلق پوچھا کہ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ تو ابو سفیان نے کہا کہ وہ کہتے ہیں: (اعبدوا اللہ وحدہ ولا تشرکوا بہ شیئا واترکوا ما یقول آباء کم...) "صرف اللہ وحدہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کرو اور جو تمہارے باپ دادا کہتے ہیں اسے چھوڑ دو..."۔

تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی امت کو سب سے پہلے طاغوت کی عبادت چھوڑنے، یعنی طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دی اور اپنی امت سے ایمان کو صرف اسی صورت میں قبول کیا کہ وہ اللہ کے سوا ہر ایک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں لہٰذا نبی ﷺ پر شروع میں نازل ہونے والے قرآن میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ، قُمْ فَاَنْذِرْ، وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ، وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ، وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ (مدثر:5-1)﴾ "اے چادر اوڑھنے والے کھڑا ہو جا پھر ڈرا (اس آیت کے ذریعے آپ کو رسول بنایا گیا) اور اپنے رب کی بڑائی بتا اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی کو چھوڑ دے"۔ یعنی بتوں کو چھوڑ دے اور ان سے الگ ہو جا۔ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ، اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ، وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (زخرف:28-26)﴾ "(ابراہیم علیہ السلام نے کہا) بے شک جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان سے بری ہوں سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا عنقریب وہی مجھے راہ دکھائے گا اور اس نے اپنے بعد میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا تاکہ وہ لوٹ آئیں"۔ یہ جان لینے کے بعد آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ طاغوت کے ساتھ کفر ی دعویٰ اسی صورت میں مفید ہے جب عملی طور پر اللہ کے سوا ہر ایک کی عبادت کو چھوڑ دیا جائے صرف اس طرح کی عبادت کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھنا کافی نہیں نہ ہی صرف اس بات کا اقرار مفید ہے جب تک کہ اس کے مطابق عمل نہ ہو یعنی شرک نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ..... (ممتحنۃ:4)﴾ "بے شک ہم ان سے بری ہیں جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں"۔

④ **مشرکین اور ان کے معبودان باطلہ سے بغض وعداوت اور نفرت اختیار کرکے:** یعنی جو طاغوت کی عبادت کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو اور اس کی عبادت کو چھوڑ چکا ہو لیکن اسکے اور اس کے عبادت گزاروں سے بغض وعداوت اور نفرت نہ کرتا ہو

تو یہ طاغوت کے ساتھ کفر کرنے والا نہیں ہے جبکہ اللہ نے طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کو بندے پر فرض کیا ہے بندہ اس کے بغیر مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ (مجادلۃ:22)﴾ "آپ ایسی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے محبت کرتی ہو اگرچہ وہ ان کے باپ دادا یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان والے ہی ہوں انہی لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے"۔ بیضاوی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ بتارہا ہے کہ آپ ایسے لوگ نہ پائیں گے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کے مخالفین سے محبت کرتے ہوں اگرچہ وہ ان کے قریبی تعلق دار ہی ہوں کیونکہ یہ ایمان کے منافی اور اس کی ضد ہے یہ (محبت / تعلق) اور ایمان یکجا نہیں ہو سکتے جس طرح پانی اور آگ یکجا نہیں ہو سکتے"۔ (بیضاوی)

شیخ سلیمان بن عبد اللہ "رسالۃ اوثق عری الایمان" میں فرماتے ہیں: اللہ سبحانہ نے اس طرح کے لوگوں کے ایمان کی نفی کر دی ہے اگرچہ ان کی یہ محبت و تعلق اور خیر خواہی ان کے باپ، بھائی یا اولاد وغیرہ ہونے کی وجہ سے ہو چہ جائیکہ ان کے علاوہ سے ۔ (الدرر السنیۃ)

مؤلف (الموالاۃ ولمعاداۃ: 170 / 1) فرماتے ہیں: صحابہ، تابعین، تبع تابعین علماء اور اگلے پچھلے تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ کوئی بھی شخص شرک اکبر سے بقدر استطاعت و حتی الامکان علیحدگی اور اس سے اور اس کے مرتکب سے نفرت و بغض وعداوت کے بغیر مسلمان ہو ہی نہیں سکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ سے تعلق اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ کفار سے نفرت نہ کی جائے اگرچہ وہ قریبی ہی ہوں اور یہ بھی کہ اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرنا باہم متضاد باتیں ہیں جو کسی بھی انسان کے دل میں یکجا نہیں ہو سکتیں اللہ کا یہی حکم / فیصلہ ہے کہ نفرت کے بغیر دوستی نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ (ممتحنۃ:4)﴾ "تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ہمارے اور

تمہارے مابین ہمیشہ کے لئے دشمنی اور نفرت ظاہر ہو چکی ہے حتیٰ کہ ایک اللہ پر ایمان لے آؤ"۔اس آیت میں لفظ"بدا" ظاہر ہو چکی پر غور کریں اس میں کمال درجے کا اظہار اور وضاحت ہے نیز اس میں دشمنی کو نفرت سے پہلے ذکر کیا گیا ہے جبکہ دشمنی اعضاء ،اور نفرت دل سے ہوتی ہے یہ بھی بڑی واضح دلیل ہے کہ ان سے دشمنی اور نفرت کا ایسا اظہار کرنا واجب ہے جو دل اور اعضاء دونوں کے ذریعے ہو اور اس میں کوئی جھول یا رعایت یا خفاء یا پوشیدگی یا ابہام وغیرہ نہ ہو بلکہ وہ مکمل طور پر واضح اور ظاہر ہو کیونکہ ان سے محض دلی نفرت کافی نہیں ہے اس کے باوجود بھی ہماری حالت یہ ہے کہ ہم ان سے مفاہمت کر لیتے ہیں اور ان سے تعلقات استوار کرتے ہیں نیز اس میں عبادت گزاروں اور ان کے شرک سے بھی براءت کا اظہار کیا گیا ہے اور ان کے باطل معبودوں سے ان کے بعد بیزاری کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ جس کی عبادت کرتا ہے اس سے بھی بیزاری اختیار کی جائے جبکہ اس کے برعکس نہیں ہو تا یعنی معبود سے براءت عابد سے اور اس کے شرک سے براءت کو لازم نہیں کرتی نیز اللہ تعالیٰ نے براءت وعداوت کا ایسا جامع مانع اعلان واظہار کرنے والے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق مزید فرمایا﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ، اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ(زخرف:28-27)﴾"اور جب ابراہیم نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہہ دیا کہ میں ان سے یقینا بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو سوا اس کے جس نے مجھے پیدا کیا عنقریب وہی مجھے راہ دکھائے گا"۔نیز﴿قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْن، اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ، فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ (شعراء:77-75)﴾"(ابراہیم نے) کہا جن کی تم اور تمہارے پہلے باپ دادا عبادت کرتے ہو ان کو تم نے دیکھا ہے وہ یقینا میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے"۔نیز فرمایا﴿اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ(انبیاء:67)﴾"تم پر اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو تف ہے کیا تم عقل نہیں رکھتے"۔یہی وہ اسوہ حسنہ ہے جسے اختیار کرنے اور جس پر عمل کرنے کا ہمیں اللہ نے حکم دیا ہے اور یہی وہ ملت ابراہیم جس سے صرف بے وقوف ہی منہ موڑ سکتا ہے﴿وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ(بقرہ:130)﴾"اور نہیں منہ موڑ تا ملت ابراہیم سے مگر وہی جس نے خود کو بے وقوف بنایا ہو"۔

⑤ **طاغوتوں اور ان کے پجاریوں سے دشمنی ظاہر کرکے،ان کے خلاف ہاتھ،زبان سے حتی الامکان جہاد کرکے:** اللہ کی خاطر محبت / دوستی اور اللہ ہی کی خاطر نفرت / دشمنی کی بنیاد پر قائم عقیدہ الولاء والبراء کا سب سے بنیادی قاعدہ یہی ہے اور یہی ایمان کی بنیادی شرط اور توحید کا بنیادی ستون ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ (المائدۃ:81)﴾"اور اگر وہ اللہ اور نبی اور اس کی طرف نازل کردہ پر واقعی ایمان رکھتے ہوتے تو انہیں دوست نہ بناتے"۔نیز فرمایا﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا(بقرہ:256)﴾"پس جس نے

طاغوت کے ساتھ کفر کیا اور اللہ پر ایمان رکھا اس نے مضبوط کڑا پکڑ لیا جو ٹوٹ نہیں سکتا"۔ اور لا الٰہ الا اللہ کلمہ طیبہ کے بنیادی تقاضوں میں سے سب سے بنیادی تقاضا بلکہ اس کے معانی میں سب سے خاص معنی یہی قاعدہ ہے اور طاغوت کے ساتھ عملی اور واقعی اور محسوس کفر کفار سے بغض وعداوت کا عملی اظہار کر کے ہی ممکن ہے اور ابراہیم علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کی ملت و دین کا عملی خلاصہ بھی یہی قاعدہ ہے اور امت پر مسلط ذلت ورسوائی غلبہ کفار اور دینی بگاڑ و بے قدری کی وجہ بھی اس بنیادی قاعدے سے یعنی عقیدہ الولاء والبراء میں کوتاہی ہی ہے جب اس بنیادی اصول کے بے کار چھوڑ دیا جائے یا اس میں کوتاہی برتی جائے تو مضبوط کڑا چھوٹ جاتا ہے آپ امام الموحدین ابو الانبیاء ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو ہی دیکھ لیجئے کہ انہوں نے کفار سے بغض وعداوت کے اظہار کے لئے فقط کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان سے بغض وعداوت کی صراحت کی جیسا کی اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے ﴿قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْن، اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ، فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ(شعراء:77-75)﴾ "جن کی تم اور تمہارے پہلے باپ دادا عبادت کرتے ہو کیا تم نے انہیں دیکھا ہے وہ سب یقینا میرے دشمن ہیں ماسوائے رب العالمین کے "۔ لا الٰہ الا اللہ کا بھی یہی معنی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْن، اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ(زخرف:28-26)﴾ "اور جب ابراہیم نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان سے یقینا بیزار ہوں سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا عنقریب وہی مجھے راہ دکھائے گا اور اس نے اسے بعد والوں کے میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا تا کہ وہ لوٹ جائیں"۔ اس آیت کے مطابق ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے لئے تعلقات اور اس کے سوا ہر معبود سے براءت کو اپنے بعد باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا اور پھر انبیاء ورسل علیہم السلام ان کے بعد اس کے وارث بنتے چلے گئے حتیٰ کہ جب اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا تو انہیں بھی اس بات کو کہنے کا اسی طرح حکم دیا جس طرح ان کے والد ابراہیم علیہ السلام نے کہی تھی اور اس سلسلے میں پوری ایک سورت نازل فرمادی ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ، لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ، وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ، وَ لَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ، وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ، لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ "اے نبی کہہ دیجئے اے کافرو جن کی تم عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کروں گا اور نہ ہی تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین"۔ کلمہ باقیہ کی تفسیر یہی کلمہ شہادت لا الٰہ الا اللہ ہے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لا الٰہ الا اللہ کہنے سے یہ مراد نہیں کہ صرف زبان سے ادا کر دیا جائے اور اس کے معنی سے ناواقف رہا جائے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل نہ کیا جائے کیونکہ منافقین بھی یہی کلمہ کہتے تھے اس کے باوجود وہ جہنم کے کفار سے بھی نیچے طبقے میں ہوں گے حالانکہ وہ نماز بھی پڑھتے تھے اور صدقہ بھی کرتے تھے بلکہ اس کو کہنے سے

مراد یہ ہے کہ دل سے اس کا معنی جانا جائے اور اس سے اس کے حاملین سے محبت کی جائے اور اس کے مخالفین سے بغض وعداوت اختیار کی جائے"۔(مجموعۃ التوحید ص:108)

شیخ حمد بن عتیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مسلمان پر اللہ کے عائد کردہ فرائض میں سب سے بڑا فریضہ یہ ہے کہ اللہ سے اور اللہ کے پسندیدہ ظاہری وباطنی اقوال واعمال سے محبت ہو ایسے ہی اس کے پسندیدہ اشخاص مثلاً فرشتوں اور نیک انسانوں سے محبت وتعلق ہو اور اللہ کے ناپسندیدہ ظاہری وباطنی اقوال وافعال سے اوران کے مرتکبین سے نفرت ہو جب مومن کے دل میں یہ عقیدہ مضبوط ہو جائے تو وہ اللہ کے دشمن سے مطمئن نہیں ہوتا نہ ہی اس کے ساتھ رہتا ہے اور اسے بری نگاہ سے دیکھتا ہے جب سے عقیدہ بہت سے لوگوں کے دلوں میں کمزور پڑ گیا تو اکثر لوگ اللہ کے دوستوں سے اللہ کے دشمنوں جیسا برتاؤ کرنے لگے ہیں کہ ہر ایک سے مسکراتے چہروں سے ملتے ہیں اور جنگجو ممالک اسلامی ممالک کی طرح بن گئے اور یہ اللہ کے غضب سے نہیں ڈرتے کہ جس کے غضب کی تاب آسمان وزمین اور مضبوط پہاڑ بھی نہیں رہ سکتے اور جب سے دینا کا فتنہ زور پکڑ گیا اوران کے ارادوں اور علم کا مقصد دنیا طلبی بن گیا تو انہوں نے ان باتوں سے تعلق قائم کر لیا جو اللہ کو ناراض کر دینے والی ہیں۔(الدرر السنیۃ:ج7)

نیز فرماتے ہیں: خلاصہ یہ کہ تمام رسولوں کے دین کی بنیاد اللہ کی توحید اور اس کی محبت اور موحدین کی محبت اور ان سے تعلقات کو قائم کرنا اور شرک کا انکار کرنا اور مشرکین کو کافر قرار دینا ان سے نفرت کرنا اور ان سے دشمنی کا اظہار کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿قَدۡ كَانَتۡ لَكُمۡ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ فِىۡۤ اِبۡرٰهِيۡمَ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ‌ۚ اِذۡ قَالُوۡا لِقَوۡمِهِمۡ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنۡكُمۡ وَمِمَّا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ كَفَرۡنَا بِكُمۡ وَبَدَا بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةُ وَالۡبَغۡضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَحۡدَهٗۤ (ممتحنۃ:4)﴾"تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا ہم تم سے اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان سے یقینا بری ہیں ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دشمنی اور نفرت ظاہر ہو چکی ہے حتیٰ کہ تم اللہ وحدہ پر ایمان لے آؤ"۔اور ان کے قول "بدا ء "ظاہر ہو چکی کا معنی ہے کہ واضح ہے اور مراد یہ ہے کہ جو بھی اپنے رب کو اکیلا نہ مانے اس کے ساتھ دشمنی اور نفرت واضح طور پر جاری رہے گی چنانچہ جو علم اور عمل کے اعتبار سے توحید کو ثابت کر دے اور اس کی تصریح کر دے حتیٰ کہ اس کے شہر والے بھی جان لیں تو اس پر ہجرت فرض نہیں خواہ کوئی بھی شہر ہو البتہ جو ایسا نہ کر سکے بلکہ یہ سمجھتا رہے کہ چونکہ اسے نماز،روزے،حج سے نہیں روکا جاتا اس لئے اس پر ہجرت فرض نہیں تو یہ دین سے جاہل ہے اور تمام رسولوں کے اصل پیغام سے بہت ہی غافل ہے۔(الدرر السنیۃ:199/7)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ(توبۃ:12) ﴾"پس تم کفر کے اماموں سے لڑو کیونکہ ان کے کوئی معاہدے نہیں"۔ اور کفر کے امام طاغوت ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ(توبۃ:14) ﴾"تم ان سے لڑو انہیں تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور مومنوں کے دلوں ٹھنڈا کرے گا"۔

⑥ **طاغوں سے بچ کر ان سے الگ ہو کر اور ان سے میل جول نہ رکھ کر:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَ الَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ(زمر:17)﴾"اور جو لوگ طاغوت سے بچے رہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا انہی کے لئے خوشخبری ہے تو آپ میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیں"۔ نیز فرمایا﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ(نحل:36)﴾"اور ہم نے ہر امت میں ضرور ہی رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچ کر رہو"۔ نیز ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا﴿وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ(مریم:48)﴾"اور میں تم سے اور اللہ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو ان سے الگ ہوں"۔ نیز فرمایا﴿فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا(مریم:49)﴾"پھر جب وہ ان سے اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے الگ ہو گیا تو ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب دیئے اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا"۔ معلوم ہوا کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو نیک اور نبی اولاد اس لئے عطاء کی کہ وہ طاغوت سے الگ ہو گئے تھے۔

⑦ **ان پر سختی کرے:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً(توبۃ:123)﴾"اور انہیں تم میں سختی محسوس کرنی چاہئیے"۔ نیز فرمایا﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (فتح:29)﴾"محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کفار کے لئے بڑے سخت اور آپس میں مہربان ہیں"۔

⑧ **طاغوتوں کے ساتھ کفر کرنے کا لازمی تقاضا ہے کہ ان سے تعلقات اور محبتیں نہ رکھی جائیں نہ ہی ان کی طرف جھکاؤ یا میلان ہو نہ ہی ان کا حلیف بنا جائے:** اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا(کھف:102)﴾"کیا کافروں نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ میرے بندوں کو میرے سوا دوست بنا لیں گے بے شک ہم نے کافروں کے لئے جہنم کو بطور میزبانی تیار کر رکھا ہے"۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کے سوا دوست بنانا

ناممکن ہے الّا یہ کہ وہ کفر کو ترجیح دیں یا مومن ہی نہ ہوں۔نیز فرمایا﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ(نساء:144)﴾"اے ایمان والو کافروں کو دوست نہ بناؤ"۔نیز فرمایا﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ(المائدۃ:51)﴾"جو انہیں دوست بنائے گا وہ انہی میں سے ہو گا"۔نیز فرمایا﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ(مجادلۃ:22)﴾"آپ ایسی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے محبت کرتی ہو"۔نیز فرمایا﴿لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ(ممتحنۃ:1)﴾"میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ نہ ان کی طرف دوستی / چاہت کے پیغام بھیجتے رہو"۔نیز فرمایا﴿وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ(ھود:113)﴾"اور ان لوگوں کی طرف مائل مت ہو جنھوں نے ظلم کئے پس تمہیں آگ لگ جائے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی"۔علماء اس رکون یعنی میلان / جھکاؤ کے متعلق فرماتے ہیں :اس سے مراد معمولی میلان ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:ولاترکنوا کا معنی ہے ولا تمیلوا یعنی مائل نہ ہو۔ثوری کہتے ہیں:جو انہیں دوات بھر کر دے یا ان کا قلم تراشے یا انہیں صفحہ پکڑائے وہ بھی اس میں داخل ہے۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں﴿جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ(توبۃ:73)﴾"کفار اور منافقین سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں"کہتے ہیں یعنی اپنے ہاتھ کے ذریعے اگر طاقت نہ ہو تو زبان کے ذریعے اگر طاقت نہ ہو تو دل کے ذریعے اور ان سے تیوریاں چڑھا کر ملاقات کرے اور غیض وغضب ظاہر کرے۔(مجموعۃ التوحید:،رسالۃ اوثق عری الایمان از شیخ سلیمان آل شیخ)

طاغوتوں کے ساتھ کفر کرنے کا طریقہ اختیار کرنا واجب ہے جبکہ ان کے ساتھ تعلقات استوار کرنے یا ان سے چاہت رکھنے یا ان کی جانب جھکاؤ رکھنے یا ان کا دفاع یا حمایت کرنے یا ان کی جانب سے وضاحتیں پیش کرنے کی گنجائش نکالنا یا ان کے موحد دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کرنا اس کے باوجود بھی یہ سمجھنا کہ طاغوت کے ساتھ کفر ہو گیا تو ایسا نہیں ہے بلکہ یہ اللہ پر ایمان لا کر طاغوت کے ساتھ کفر کرنے والا ہو ہی نہیں سکتا۔اور تعجب کی بات یہ ہے کہ ہمارے زمانے کے وہ لوگ جنہیں علماء کی فہرست میں شامل کیا جاتا ہے وہ خوف یا رغبت کی وجہ سے طاغوت کے کفر وعداوت وبغض وبراءت اور ان کے خلاف بغاوت وجہاد کو ایسا فتنہ سمجھتے ہیں جس سے بچنا واجب ہے اور پھر وہ دلائل جو در حقیقت مسلمان ظالم حکام کے لئے ہیں انہیں طاغوتوں کے حق میں پیش کرتے ہیں حالانکہ ان میں کفر ونفاق کی تمام صفات موجود ہوتی ہیں۔

ہم ان لوگوں سے اور ان کی روش اختیار کرنے والوں سے کہتے ہیں: ایسا کوئی شخص نہیں آیا جسے اللہ نے کسی طاغوت بلکہ بہت سے طاغوتوں کے ذریعے آزمایا نہ ہو انہوں نے ان کے خلاف جہاد کیا اور ان کے کفر و شرک کو باطل کیا تاکہ ان کے اس جہاد کی بدولت مومن مجاہد صابر الگ ہو جائے اور منافق، جہاد سے بیٹھے رہنے والا ذلیل الگ ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ وَ نَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ (محمد:31)﴾"اور ہم تمہیں ضرور بالضرور آزمائیں گے تاکہ ہم تم میں سے مجاہدین اور صابرین کو علیحدہ کر دیں اور ہم تمہاری رپورٹیں جانچتے رہیں گے"۔ نیز فرمایا﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (عنکبوت:2)﴾"کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور انہیں آزمایا نہ جائے گا"۔ تو تم کس بنیاد پر انبیاء کی اقتداء کا دعویٰ کرتے ہو؟ جبکہ تمہاری چاہت یہ ہے کہ تمہیں کسی طاغوت کے فتنے میں مبتلا نہ کیا جائے اور پھر تم اس سے مقابلہ اور اس کے خلاف جہاد کر کے حق کا پرچار کرو؟ تم کس بنیاد پر انبیاء اور ان کے پیروکاروں علماء حق کے جانشین بننا چاہتے ہو جبکہ تمہارا مقابلہ کسی طاغوت سے نہیں ہے جس کے فتنے سے تمہیں آزمایا جا رہا ہو یا تم اس کے خلاف برسر جہاد ہو حالانکہ یہ زمین ہزاروں طاغوتوں سے بھری پڑی ہے جن کی دن رات اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے؟ تم فتنے سے فرار چاہتے ہو جبکہ سچ یہ ہے کہ تم فتنے میں بہت بڑے پیمانے پر مبتلا ہو یہ اور بات ہے کہ تم جانتے ہو یا نہیں﴿وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا (توبۃ:49)﴾"ان میں سے کچھ کہتے ہیں ہمیں رخصت دیدیجئے اور ہمیں فتنے میں مت ڈالئے خبردار فتنے میں تو انہیں گرا دیا گیا ہے"۔

طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کا طریقہ سورۃ الممتحنۃ کی روشنی میں

اب آیئے اور ہمارے ساتھ کچھ دیر ٹھہر کر سورۃ الممتحنۃ کی آیت کی روشنی میں غور و فکر کیجئے کہ طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کا کیا طریقہ ہے اس آیت میں اللہ نے حق واضح کیا ہے اور اس ملت توحید کی نشاندہی کی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کئی زمانوں تک انبیاء و رسل علیہم السلام کو مبعوث کرتا رہا چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:

- قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ: تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے
- اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ: جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا
- اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ: ہم تم سے اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان سے یقیناً بیزار ہیں
- كَفَرْنَا بِكُمْ: ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں
- وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا: اور ہمارے اور تمہارے مابین ہمیشہ کے لئے دشمنی اور نفرت ظاہر ہو چکی ہے

☆ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ: حتیٰ کہ تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ......الخ (ممتحنۃ:4)

تشریح:

❀ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ﴾ "تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے"۔ اس میں مذکور بہترین نمونہ سے مراد فرضی (واجب) نمونہ ہے نہ کہ نفلی (مستحب) نمونہ اس کی دو وجہیں ہیں: ا۔ ان آیات کے اختتام پر جن میں اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیم علیہ السلام کو بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ "تمہارے لئے ان میں یقینا بہترین نمونہ ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہیں اور جو منہ موڑے گا تو اللہ بے پرواہ اور تعریف کیا گیا ہے"۔

❀ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں فرمایا ﴿وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (بقرہ:130)﴾ "اور ملت ابراہیم سے منہ نہیں موڑتا مگر وہی جس نے خود کو بے وقوف بنا رکھا ہو"۔ ایسے ہی سورت نحل میں فرمایا ﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (نحل:123)﴾ "پھر ہم نے آپ کی جانب وحی کی کہ آپ ملت ابراہیم پر چلتے رہیئے جو یکطرفہ تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے"۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ﴾ "جب انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا"۔ جب اللہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم سے یہ کہہ دیں حالانکہ ان میں ان کے باپ، بھائی، اور اولاد وخاندان بھی ہے جن کے درمیان میں پلے بڑھے ہیں اور ان سے ان کے بڑے گہرے تعلقات اور رشتہ داریاں ہیں پھر بھی ان سے یہ کہہ دینا ہے کیونکہ وہ کافر ہیں تو جو دور کا کافر ہو اس سے اس طرح کہنا بالاولیٰ فرض ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ بات ذکر کی جو کہنے کا انہیں حکم دیا گیا اور انہوں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ بات کہہ بھی دی چنانچہ فرمایا ﴿اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ "ہم تم سے اور اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان سے یقینا بیزار ہیں"۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے معبودان باطلہ سے براءت سے پہلے ان کے پجاری مشرکین سے اظہار براءت کو ذکر کیا جیسا کہ فرمایا ﴿مِنْكُمْ﴾ "تم سے" یعنی اے مشرکو پہلے ہم تم سے بیزار ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان معبودان باطلہ یعنی طاغوتوں سے تو بری ہو جاتا ہے لیکن اس کے پجاریوں، پیروکاروں اور مددگاروں سے بیزاری ظاہر نہیں کرتا تو اس صورت میں وہ اپنے اوپر عائد ہونے والے فریضے کو ادا کرنے والا نہیں ہو گا حتیٰ کہ وہ ان کے معبودان باطلہ یعنی طاغوتوں سے براءت کا اظہار کرنے سے پہلے

ان کے پجاریوں اور مددگاروں اور حامیوں سے اظہار براءت نہ کردے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے براءت کی کیفیت وطریقہ کی مزید وضاحت کی اورانہیں اسے بھی اختیار کرنے کا حکم دیااور انہوں نے اسے اختیار بھی کیا اور کہا﴿وَ بَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا﴾اور ہمارے اور تمہارے مابین ہمیشہ کے لئے دشمنی اور نفرت ظاہر ہوچکی ہے"۔یہاں بداء ظاہر ہوچکی کا معنی ہے واضح ہوگیا نیز یہاں بھی نفرت سے پہلے دشمنی کو ذکر کیا گیاہے کیونکہ پہلا دوسرے سے زیادہ اہم ہے یعنی دشمنی نفرت سے زیادہ اہم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان مشرکین سے نفرت تورکھتاہے لیکن بسا اوقات ان سے دشمنی نہیں کرتا تو اس صورت میں وہ اپنے اوپر عائد ہونے والے فریضے کو ادا کرنے والا نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ دشمنی اور نفرت دونوں اختیار نہ کرلے اور یہ بھی ضروری ہے کہ یہ دشمنی اور نفرت واضح اور ظاہر ہو چھپی ہوئی یا مبہم نہ ہو اور یہ بھی جان لیں کہ نفرت کا تعلق اگرچہ دل سے ہے لیکن جب تک اس کی علامات ظاہر نہ ہوجائیں یہ فائدہ مند نہیں اور ایسا صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ نفرت کے ساتھ ساتھ دشمنی اور قطع تعلقی بھی اختیار کی جائے اس طرح دشمنی اور نفرت دونوں واضح اور ظاہر ہوجائیں گی۔بظاہر نفرت پہلے ہوتی ہے اس کے بعد دشمنی ہوتی ہے کیونکہ دشمنی سے پہلے نفرت وجود میں آتی ہے پھر دشمنی وجود میں آتی ہے نیز نفرت دل کا فعل ہے جبکہ دشمنی اعضاء کا فعل ہے اور اعضاء کے فعل سے پہلے دل کا فعل وجود میں آتا ہے اور اعضاء کا فعل دل کے فعل کے بعد اور اس کے مطابق ہوتا ہے لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے دشمنی کو نفرت پر مقدم کیاہے اور اس کی ایک بلیغ حکمت ہے۔

شیخ اسحاق بن عبدالرحمن فرماتے ہیں:کفار سے محض دلی نفرت کافی نہیں ہے بلکہ دشمنی اور نفرت دونوں کا اظہار ضروری ہے۔پھر سورۃ الممتحنۃ کی یہی آیت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:اس بیان پر غور کیجئے جس کے بعد کوئی بیان نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿بَدَا بَيْنَنَا﴾"ظاہر ہوچکی"۔یعنی ظاہر ہے یہ ہے اظہار دین چنانچہ دشمنی کی صراحت کرنا اورانہیں علانیہ کافر قرار دینا اور ان سے جسمانی (ظاہری) تعلقات ختم کرلینا ضروری ہے۔اور دشمنی کا معنی ہے کہ آپ ایک حالت میں دشمنی میں ہوں اور مخالف دشمنی کی اس سے مخالف حالت میں ہوجیسا کہ براءت کی بنیاد دل،زبان اور ہاتھ کے ذریعے قطع تعلق ہے۔(الدرر السنیۃ:7/141)

شیخ سلیمان بن سحمان سورۃ الممتحنۃ کی اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں:یہ وہ ملت ابراہیم علیہ السلام ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (بقرہ:130)﴾"اور ملت ابراہیم سے منہ نہیں موڑتا مگر وہی جس نے خود کو بے وقوف بنارکھا ہو"۔چنانچہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے دشمنی کرے اور ان سے اس دشمنی کا

اظہار کرے اور ان سے مکمل طور پر الگ (دور)ہوجائے اور ان سے تعلقات ،معاشرت ،میل جو نہ رکھے۔ (الدررالسنیۃ:7/221)

طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کے طریقے کو مجمل طور پر تین صورتوں میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

① مشرکوں ،مرتدوں اور ان کے طاغوتوں سے اعلان براءت کرکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''ہم تم سے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودوں سے یقیناً بیزار ہیں''۔

② طاغوتوں اور ان کے نظاموں اور ان کی مجلسوں اور ان کے قوانین اور ان کے دستوروں کے ساتھ اعلان کفر کرکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿كَفَرْنَا بِكُمْ﴾ ''ہم تمہارے ساتھ کفر کرتے ہیں''۔

③ ان سے اور ان کی مختلف کفریہ حالتوں اور کوششوں اور کفریہ کیفیات سے دشمنی اور نفرت کو ظاہر کرکے اور ان کے خلاف ہاتھ یا زبان کے ذریعے حتی الامکان جہاد کرکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ﴾ ''اور ہمارے اور تمہارے مابین ہمیشہ کے لئے دشمنی اور نفرت ظاہر ہوچکی ہے حتیٰ کہ تم اللہ وحدہ پر ایمان لے آؤ''۔

ایک شبہہ اور اس کارد

درباری ملاؤں گمراہیوں اور دھوکوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے کلمہ شہادت کو صرف زبان کی حد تک محدود کردیا ہے اور کہتے ہیں جو لا الٰہ الا اللہ کا محض نطق کرکے یعنی اسے صرف ادا کرلے تو جنت میں دخول کے لئے فقط اتنا ہی کافی ہے اور صرف اسی بناء پر اسے مومن قرار دیا جائے گا خواہ اس کا عمل کچھ بھی ہو اور اس کے لئے دلیل وہ حدیث بطاق سے لیتے ہیں ایسے کچھ اوراحادیث بھی پیش کرتے ہیں جن میں ہے کہ جو لا الٰہ الا اللہ کہہ دے وہ مومن ہے جنتی ہے یہ گمراہ لوگ صرف ان احادیث کو لیتے ہیں اور دیگر تمام دلائل کو ترک کردیتے ہیں جو کلمہ توحید کی تفسیر اور تشریح کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کلمہ طیبہ کے کہنے والے کی کیا کیفیت ہونی چاہئیے کہ اس پر مومن ہونے یا جنتی ہونے کا حکم لگایا جاسکے۔ درحقیقت ان کی بدروش علمی خیانت ہے جبکہ علمی امانت ودیانت کا تقاضا یہ ہے کہ مسئلے سے متعلقہ تمام نصوص شرعیہ کے مجموعے کو دیکھا جائے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ جب مسئلہ

شہادت توحید سے متعلقہ تمام مجمل اور مفصل نصوص شرعیہ کو لیا جائے تو شارع کی مراد پوری طرح واضح ہو جاتی ہے چنانچہ شہادت توحید یعنی توحید کی گواہی سے متعلقہ نصوص پیش خدمت ہیں:

❁ نبی ﷺ نے فرمایا(بنی الاسلام علیٰ خمس شھادۃ ان لاالٰہ الااللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ وحج البیت وصوم رمضان)''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکاۃ ادا کرنا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا''۔(بخاری و مسلم)

درباری ملا اس حدیث کو لے کر کہنے لگتے ہیں کہ: اس سے معلوم ہوا کہ لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دینے والے نے مقصد کو پورا کر دیا اور فرض ادا کر دیا چنانچہ ہماری دعوت اور موقف کی بنیاد یہی حدیث ہے۔

ہم ان سے کہتے ہیں: ذرا ٹھہریئے شرعی احکام اس طرح نہیں بنتے کہ تم اپنی خواہشات کے مطابق کچھ نصوص سے چشم پوشی کرلو اور کچھ پر چشم کشائی کرلو بلکہ یہ تم پر فرض ہے کہ تم دیگر احادیث پر بھی غور کرو جو شہادت توحید و شہادت رسالت کی اصل مراد کو واضح کرتی ہیں۔

❁ نبی ﷺ نے فرمایا(بنی الاسلام علیٰ خمس علی ان یوحد اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکاۃ وصیام رمضان والحج)''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اس بات پر کہ اللہ کو اکیلا مانا جائے اور نماز کو قائم کرنا اور زکاۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا''۔(صحیح مسلم)

اس حدیث میں ''لا الٰہ الا اللہ '' کے بجائے ''علیٰ ان یوحد اللہ ''اللہ کو اکیلا مانا جائے '' ہے اور یہ عبارت لا الٰہ الا اللہ کی وضاحت کرتی ہے کہ اللہ کو اکیلا مانا جائے یعنی عبادت میں اور اتباع میں اور اس کے سوا ہر معبود کی نفی کی جائے اس کی مزید وضاحت درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے۔

۞ نبی ﷺ نے فرمایا(بنی الاسلام علی خمس علی ان یعبد اللہ ویکفر بما دونہ واقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ وحج البیت وصوم رمضان)"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اس بات پر کہ اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کے سوا کے ساتھ کفر کیا جائے اور نماز قائم کرنا اور زکاۃ دینا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔(صحیح مسلم)

ان تمام نصوص پر غور کر لیں تو معلوم ہو گا کہ نبی e نے پہلی حدیث جس کی بناء پر درباری ملا مشکل میں گرفتار ہو گئے اس میں بیان کردہ شہادت توحید کی تفسیر یہ کی کہ اللہ تعالیٰ کو اکیلا مانا جائے اس طرح کہ اسی اکیلے کی عبادت کی جائے اور اس کے سوا جس کی بھی عبادت کی جاتی ہے اس طاغوت کے ساتھ کفر کیا جائے چنانچہ اس بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ جو لا الٰہ الا اللہ کی گواہی اس طور پر دے جس طور پر نبی علیہ السلام نے تفسیر کی ہے یعنی اللہ کو عبادت میں تنہا ماننا اور اس کے سوا ہر ایک معبود کے ساتھ کفر کرنا تو وہ مقصود کو پورا کرنے والا اور فرض کو ادا کرنے والا ہو گا اس کے خلاف ہر موقف ناقابل قبول ہے۔

۞ ایسے ہی بعض درباری ملا یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا(من شھد ان لاالہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ حرم اللہ علیہ النار)"جو لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دے دے اللہ نے اس پر آگ حرام کر دی۔(صحیح مسلم)

اس کے جواب میں ہم ان سے کہتے ہیں کہ: دیگر احادیث ونصوص شرعیہ میں لا الٰہ الا اللہ کی شروط وقیود بیان کی گئی ہیں جن کا اعتبار کرنا اور جنہیں اختیار کرنا اور جن کے مطابق عقیدہ وعمل بنانا ضروری ہے اور اس کلمہ کا وہی قائل جنت میں داخلے کا مستحق بن سکتا ہے جو اپنے دل میں ان اضافی شروط وقیود کی رعایت کر کے اس کلمہ کا اپنی زبان سے اقرار کرتا ہو اور پھر اپنا عمل بھی اس کے مطابق بناتا ہو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

۞ (من قال لاالہ الا اللہ کفر بما یعبد من دون اللہ حرم مالہ ودمہ وحسابہ علی اللہ) "جو لا الٰہ الا اللہ کہہ دے اور اللہ کے سوا جس کی عبادت کی جاتی ہو اس کے ساتھ کفر کر دے اس کا مال اور اس کی جان حرام کر دی گئی اور اس کا حساب) دلی کیفیت) اللہ کے ذمے ہے"۔(صحیح بخاری)

اس حدیث میں لا الٰہ الا اللہ کو طاغوت کے ساتھ کفر کے ساتھ مقید کیا گیا ہے ایسے ہی فرمایا

﴿من مات وھو یعلم انہ لاالہ الا اللہ دخل الجنۃ﴾ ”جو مر جائے اس حال میں کہ وہ جانتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جنت میں داخل ہوا (مسند احمد، طبرانی، صحیح الجامع:350)“۔

اس حدیث میں لاالٰہ الا اللہ کو علم (یقین) اور اس کے معنی و مطالب کی معرفت کے ساتھ مقید کیا گیا ہے ایسے ہی فرمایا

(ما من احد یشھد ان لاالہ الااللہ وان محمدا رسول اللہ صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار) ”جو بھی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اپنے دل کو سچائی سے اللہ نے اسے آگ پر حرام کر دیا“۔(صحیح مسلم)

نیز فرمایا(ابشروا وبشروا من ورائکم انہ ن شھد ان لاالہ الااللہ صادقا بھا دخل الجنۃ)”خوشخبری حاصل کرو اور اپنے بعد والوں کو خوشخبری پہنچادو کہ جو لاالٰہ الااللہ کی گواہی دے اس حال میں کہ اسے سچا جاننے والا ہو جنت میں داخل ہوا“۔(صحیح البخاری)

ان احادیث میں سچائی اور اخلاص کی قیود کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ جھٹلانے اور نفاق کے منافی ہے۔

ایسے ہی فرمایا﴿اشھد ان لاالہ الااللہ وانی رسول اللہ ولا یلقی اللہ بھما عبد غیر شاك فیھما الا دخل الجنۃ﴾ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں جو بھی ان دونوں گواہیوں سے اس حال میں ملے کہ ان پر شک نہ کرتا ہو وہ جنت میں داخل ہوا۔(صحیح مسلم)

اللہ سید قطب رحمۃ اللہ علیہ پر کروٹ کروٹ رحمت نازل کرے وہ فرماتے ہیں: دور حاضر کی اصل اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کے اسلام کے نام پر بننے والی تحریکیں مختلف قسم کے مسلم طبقات کو جنم دے رہی ہیں اور وہ بھی ان ممالک میں جہاں اسلام ،اللہ کے دین اور اس کے قانون کی حکمرانی تھی پھر یہی ممالک ہیں کہ اسلام کا محض نام لیتے ہیں وگرنہ حقیقت میں اسلام کو چھوڑ چکے ہیں حتیٰ کہ اسلام کے بنیادی عقائد تک سے اجنبی ہوگئے ہیں اگرچہ سمجھتے ہیں کہ ان کا عقیدہ دین اسلام ہے جبکہ اسلام جو لاالٰہ الااللہ کی گواہی کا نام ہے ایسے عقیدے کو جنم دیتا ہے کہ اللہ ایک ہے وہی اس کائنات کا خالق اور مدبر ہے اور وہ اکیلا ہی اس لائق ہے کہ بندے کی عبادت کے تمام طور طریقے اور پوری زندگی محض اسی کے لئے خاص کہ پس اور اللہ وحدہ ہی اس لائق ہے کہ بندے اس

سے قوانین لیں اور اپنی زندگی کے تمام گوشوں میں اس کا حکم مانیں۔ اور جو بھی اس معنی میں لا الٰہ الا اللہ کی گواہی نہیں دیتا تو گویا اس نے گواہی دی ہی نہیں نہ وہ اسلام میں داخل ہو سکا خواہ اس کا نام یا لقب یا حسب نسب یا حلیہ۔ کیسا ہی ہو اور جس سرزمین پر بھی لا الٰہ الا اللہ کو گواہی اس معنی میں ثابت نہیں ہوتی تو وہ سرزمین (ملک) اللہ کے دین کو ماننے والی نہیں نہ ہی اسلام میں داخل ہے۔ آج کل زمین پر بہت سے ایسے ممالک ہیں جن کے نام مسلمانوں والے ہیں اور ان کا تعلق مسلمان خاندانوں سے ہے اور اس سرزمین پر کتنے ہی ایسے ممالک ہیں جو کبھی اسلام کا گہوارا تھے لیکن نہ تو آج ایسے لوگ ہیں جو اس معنی میں لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں اور نہ ایسے ممالک ہیں جو اس معنی میں اللہ کے دین پر قائم ہوں ان ممالک میں اسلامی تحریکوں کی لوگوں کے ساتھ یہ بدترین روش ہے۔ ان تحریکوں میں سب سے بڑا نقصان یہی ہے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کے اصل معنی سے دھوکہ میں رکھتے ہیں اور اسے غلط معنی میں پیش کرتے ہیں ایسے ہی اسلام کو، شرک کو اور جاہلیت کو ان سب کو غلط معنی میں پیش کیا جاتا ہے۔ ان تحریکوں کا سب سے بڑا نقصان یہی ہے کہ وہ نہ تو سلف صالحین کی راہ کی پرواہ کرتے ہیں نہ ہی مشرکین کا راستہ بتاتے ہیں بلکہ راستوں اور عنوانات کو خلط ملط کر دیتے ہیں اسماء وصفات کو اور علامات کو خلط ملط کر دیتے ہیں حتیٰ کہ مختلف راستوں کی نشاندہی نہیں ہو پاتی۔ اسلامی تحریکوں کے دشمن ان شگافوں کو اچھی طرح جانتے ہیں چنانچہ وہ ان میں بیٹھ جاتے ہیں اور انہیں وسعت دیتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت آتا ہے کہ کلمہ حق کہنا جرم بن جاتا ہے جس کی بناء پر سزائیں واجب ہو جاتی ہیں یعنی مسلمانوں کو کافر قرار دینے کا جرم حتیٰ کہ ایک وقت آتا ہے کہ اسلام اور کفر کا حکم لگاتے وقت مسئلہ لوگوں کے عرف اور ان کی اصطلاحات پر موقوف ہو جاتا ہے اور اس سلسلے میں اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کو پس پشت پھینک دیا جاتا ہے۔

اسلام اس دھوکہ دہی کا نام نہیں جیسا کہ دھوکہ میں مبتلا افراد سمجھتے ہیں اسلام تو ایک روشن حقیقت ہے لا الٰہ الا اللہ کی اس معنی میں گواہی دینے کا نام اسلام ہے جو اس طور پر اس گواہی نہ دے اور اس طور پر اسے اپنی زندگی میں ثابت اور قائم نہ کرے تو اس کے متعلق اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے کہ وہ کافروں، فاسقوں اور ظالموں میں سے ہے۔ (فی ظلال القرآن:630/1)

ان کلمات کے ذریعے اے معزز قاری ہم آپ کو رخصت کر رہے ہیں اور ایک امانت آپ کے سپرد کر رہے ہیں اور واللہ العظیم ہم آپ کے خیر خواہ ہیں آپ پر مہربان ہیں آپ پر غیور ہیں آپ کو وہ باتیں یاد دلا رہے ہیں جو ہم نے اس کتاب کے شروع اور درمیان میں آپ کے روبرو پیش کی تھیں:

اس بات کا یقین کر ہی لیں کہ: تمام اصولوں میں سب سے بڑا اصول اور تمام مقاصد میں سب سے اہم مقصد اللہ وحدہ کو عبادت کے تمام پہلوؤں میں یکتا و تنہاء قرار دینا اور طاغوت کے ساتھ کفر کرنا ہے...

اسی کی خاطر اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا، رسولوں کو مبعوث کیا، کتابوں کو نازل کیا، آسمان و زمین بنائے اور اسی کی بنیاد پر دوستی یا دشمنی ہے اور اسی کی وجہ سے جہاد و قتال شروع کیا گیا اور خون بہائے گئے۔۔

دنیا اور آخرت میں اسی میں نجات ہے آپ کی عزت و وقار اور آپ کی آزادی و حریت ہے چنانچہ اس میں کوتاہی نہ کیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ طاغوتوں کی جانب مائل ہو جائیں یا مکمل تلاش، تعلیم، تفہیم والتزام سے قبل ہی اس حقیقت کو فراموش کر کے کسی گھٹیا اور رذیل حقیقت کو اپنا بیٹھیں۔۔

اور اس بنیادی اصول اور قاعدے اور حقیقت کو اچھی طرح جاننے، اختیار کرنے اور اس کی پابندی کرنے سے پہلے فرعی اور فقہی مسائل میں مشغول علماء و عوام سے ہر گز ہر گز دھوکہ نہ کھائیں کیونکہ اس مقدس اصول کے علم سے انکا اجتناب اور اس سے اس کی غفلت در حقیقت ایک ابلیسی مکاری و فریب ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ انہیں اس راستے سے سب سے بڑے ظلم اور سب سے بڑے گناہ یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ شرک میں مبتلا کر دے۔

کتنے ہی ایسے عالم ہیں جن کے چوغے بڑے دراز ہوتے ہیں اور ان کے حق میں بہت سی گواہیاں دی جاتی ہیں اور ان کی تسبیحات اور ان کے وظیفے بڑے طویل ہوتے ہیں لیکن آپ اگر حقیقت پر غور کریں تو وہ آپ کو شرک کی لعنت میں گرفتار نظر آئیں گے یہ اور بات ہے کہ وہ جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں یا مانتے ہوں یا نہ مانتے ہوں شرک کی طرف بلاتے ہوں یا نہ بلاتے ہوں اور طاغوتوں کی طرف متوجہ ہوں یا نہ ہوں اور ان کی عبادت کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں یا ان کی طرف مائل ہوں یا نہ ہوں۔۔

اس ساری خرابی اور گمراہی کی اصل وجہ توحید اور توحید کے تقاضوں اور مطالبوں سے چشم پوشی یا غفلت ہے کیونکہ طاغوت (غیر اللہ) کی عبادت کے برے نتائج زندگی کے تمام پہلوؤں پر اثر انداز ہوتے ہیں اس کی عبادت کے بوجھ پوری زندگی کو بوجھل بنا دیتے ہیں حتیٰ کہ طاغوت آپ سے آپ کی جان آپ کی عزت اور آپ کے مال حتیٰ کہ آپ کی اولاد...... کی قربانی کا مطالبہ کرتے

ہیں اور اسی پر اکتفائ نہیں کرتے بلکہ یہ مطالبے اور تقاضے مزید سے مزید تر ہوتے چلے جاتے ہیں دنیا اور آخرت کا نقصان بڑھتا چلا جاتا ہے جو بالآخر جہنم میں جا گراتا ہے جو بہت ہی بری جگہ ہے.....۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ(بقرہ:257)﴾"اللہ ایمان والوں کا دوست (مددگار) ہے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی میں لاتا ہے اور کافروں کے مددگار طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیروں میں لے جاتے ہیں"۔یہ ایک اندھیرا نہیں کئی اندھیرے ہیں اندھیروں پر اندھیرے ہیں شرک کے اندھیرے طاغوت کے سامنے جھک جانے اور اس کی بندگی (عبودیت) کرنے کے اندھیرے نفس اور تنگ دلی کے اندھیرے تنگ وویران زندگی کے اندھیرے اور آخرت میں جہنم اور اس کی ہولناکیوں کے اندھیرے...۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ اُولٰٓىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ(مائدہ:60)﴾"اے نبی کہہ دیجئے کیا میں تمہیں اللہ کے نزدیک اس سے برے انجام والوں کے متعلق بتاؤں جن پر اللہ نے لعنت کر دی اور ان پر غصے ہو گیا اور ان میں سے کچھ بندر اور خنزیر اور طاغوت کے عبادت گزار بنادیئے یہی لوگ بدترین مقام والے ہیں اور سیدھے راستے سے سب سے زیادہ گمراہ ہیں"۔نیز فرمایا﴿حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَیْرَ مُشْرِكِیْنَ بِهٖ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِیْقٍ (حج:31)﴾"اللہ کے لئے یکطرفہ ہونے والے شرک نہ کرنے والے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو گویا وہ آسمان سے گرا پھر پرندے نے اسے اچک لیا یا ہوا نے اسے کسی دور ویرانے میں لا پٹخا"۔

یہ اس شخص کی سزا ہے جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہو البتہ جو اللہ کو اکیلا مانتا ہو اسی کی عبادت کرتا ہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو اس کے لئے دنیا وآخرت دونوں زندگیوں میں خوشخبری ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿وَالَّذِیْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ یَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ، الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ(زمر:18-17)﴾"جو لوگ طاغوت سے بچے رہے کہ وہ اس کی عبادت کرتے اور انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کئے رکھا ان کے لئے خوشخبری ہے تو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دیں جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں پھر اس کے اچھے پہلو پر چل پڑتے ہیں یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ ہی عقل والے ہیں"۔نیز فرمایا﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُم فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْم بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا(نور:55)﴾ ''اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے کہ وہ انہیں ضرور بالضرور زمین پر خلافت دے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی اور ضرور بالضرور ان کے لئے ان کے دین کو غلبہ دے گا جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اور ان کے خوف کے بعد انہیں بدلے میں ضرور بالضرور امن دے گا وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے''۔ یہ ربانی عطیہ ﴿يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا﴾ ''وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کریں گے''۔ کے بدلے میں ہے کیا ہم نے اپنی جانوں میں اپنے رازوں میں اور اپنی عام وخاص زندگی میں اس شرط کو پورا کیا ہے اور پھر کیا ہم نے اللہ سے مدد، خلافت اور غلبہ اور خوف کے بعد امن کا سوال کیا ہے؟ اس میں داعیان کے لئے نصیحت ہے جو زمین پر خلافت راشدہ کا قیام چاہتے ہیں کہ جب تک وہ اپنی جانوں اور اپنی جماعتوں اور لوگوں کی عام زندگی کے حوالے سے اس اہم اور بنیادی شرط کو پورا نہ کریں اور اسے اپنی واجب العمل ترجیحات میں سر فہرست نہ رکھیں گے تو ان کی تمامتر کوششیں کاوشیں لاحاصل رہیں گی جن کی حیثیت ریت کے ڈھیری پر ٹھوکر سے زیادہ نہ ہو گی اس لئے کہ اللہ کی طرف دعوت میں منہج انبیاء کی مخالفت کوئی نتیجہ نہیں لاتی۔

اللہ تعالیٰ سے میں قبولیت، درگزر، ثابت قدمی اور حسن خاتمہ کا سوال کرتا ہوں اور یہ بھی کہ وہ اس کتاب کے ذریعے مجھے اور تمام بندوں کو نفع پہنچائے یقیناوہ سننے والا، قریب قبول کرنے والا ہے۔

وصلی اللہ علیٰ محمد النبی الامی وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

المو حدین ویب سائٹ ٹیم

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

Website:http://www.muwahhideen.tk
Email:info@muwahhideen.tk